مژدہ اے بلبل معنے کہ تمہاری خاطر
بے خزاں دیکھ ہے یہ باغ کھلا معنے کا

بفضل داور دادار قسم انمائے نہان و آشکارا این عجوبہ روزگار مسمے بہ

مجموعہ اسرار نہانی

مجموعہ اسرارِ نہانی

یعنی

کتاب گلزارِ معانی

N. Dhar

در ترمیم معارزادی چیدہ غزلیات مصنفہ بحر حقایق و معراج

معرفت سری مہاراج سوامی ملک میراج صاحب جداکاسی

باہتمام سیٹھ تاراچند تاجر کتب

بموجب فرمائش لالہ گوپال کرشن

در مطبع نامی جارج سٹیم پریس لائل پور میں چھپا

در مطبع نامی جارج سٹیم پریس لائل پور میں چھپا

بار پنجم تعداد جلد قیمت فی کتاب بلا جلد عہ - مجلد مع عکسی تصویر عہ

ست سری مہاراج سوامی ہیمراج جی مصنف کتاب

اشعار

[illegible]

اشعار

[illegible]

نوٹس

حسب ضابطہ رجسٹری کرا کر اس کتاب کے کل حقوق محفوظ رکھے گئے ہیں۔ لہٰذا بدوں اجازت راقم کوئی اس کتاب کے چھاپنے یا چھپوانے کا قصد نہ کرے۔ جس کتاب پہ مہر یا قلمی دستخط انگریزی میں راقم کے نہ ہونگے وہ مال مسروقہ ہوگا۔

یہ کتاب بار پنجم بہ ایزادی غزلیات مصنف و قدرے ترجمہ و معانی اشعار فارسی مندرجہ کتاب طبع ہوئی ہے۔

بقلم ملک فتح چند خلف ملک چاندو رام صاحب ست سہم سیوک۔ دستخط

فرائض انسان

فرائض انسان

۱۔ ست سنتوکھ وغیرہ اخلاق حسنہ کو کمانا۔ ۲۔ ست چت آنند شُدھ نروکار پری پورن۔ پرماتما پر یقین صادق لانا۔ ۳۔ اپنا سُدھار کرکے اپنے ہمجنسوں کو روحانی وجسمانی فایدہ پہنچانا۔ ۴۔ صلح کُل کو اپنا دھرم یا ایمان بنانا۔ ۵۔ عبادت حق سے درجہ اعلےٰ پانا۔ ۶۔ آپ کو پہچان کر حق سے واصل ہوجانا۔ ۷۔ اپنی روزی حق حلال کی راہ سے کمانا۔ ۸۔ انصاف کو کسی موقع پر ہاتھ سے نہ گنوانا۔ ۹۔ اپنی زاید کمائی کو مروت عامہ پر لگانا۔ ۱۰۔ مسافروں۔ مریضوں یتیموں بیوگان اور آزاد طبع عارفان کی خدمت گذاری سے انسانیت وشرافت کا درجہ پانا۔ ۱۱۔ کتب مقدس کے مطالعہ سے اپنا دل روشن بنانا +

ان فرائض کو ادا کرنے سے انسان شرافت حاصل کرسکتا ہے۔ ورنہ وحوش سے بھی بدتر ہے +

اصول صلح کل سوسائٹی

اصول صلح کُل سوسائٹی

۱۔ کُل کے ساتھ اپنا ذاتی تعلق سمجھکر کُل کی بہبودی کو چاہنا۔ ۲۔ بہایت دانش باہمی محبت اور ذاتی سلوک سے صلح کُل کا پرچار کرنا۔ ۳۔ تعصب مذہبی بیہودہ تکرار اور نکتہ چینی یک دگر سے برکنار رہنا۔ ۴۔ اپنی دولت اپنی عقل اور اپنے علم کو حتے الوسع پُراپکار یعنے مروت اور رفاہ عام کے کاموں پر صرف کرنا۔ ۵۔ کل مذاہب وکتب مقدس سے ہنر کا حصہ لینا اور اُن کے عیوب سے کچھ غرض نہ رکھنا۔ ۶۔ روحانی۔ اخلاقی۔ ذہنی۔ جسمانی اصلاح اور ترقی کے دائما درپے رہنا۔ ۷۔ یتیموں۔ بیوگان۔ مسافروں اور مریضان کی آسایش اور حفاظت کی تدابیر سوچنا اور عمل میں لانا۔ ۸۔ ذات کُل۔ احد بے کنار پر یقین صادق لانا۔ ۹۔ کسی مذہب یا فرقہ کی توہین میں زبان دراز نہ کرنے بلکہ ہمیشہ

کو اپنے علم - عمل - سلوک محبت کا فایدہ پہنچانا اور باہمی اتفاق اور محبت کا مادہ بڑھانا

عرضداشت

گلزار معانی یعنے کتاب اسرار نہانی چار ایڈیشن پہلے طبع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہے بلکہ ہزارہا طالب حقیقی اس کے فیض سے مستفید ہو کر جیون مکت کا آنند پا چکے ہیں اور پا رہے ہیں - اب پانچواں ایڈیشن ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے - اگرچہ کتاب وقت پر نہیں چھپ سکی - ایک تو گرانی کی وجہ سے اور دوسرا مطبع والوں کی شرارت سے دیر پر دیر ہوتی چلی آئی لاچار ہم کو نقصان اوٹھا کر یعنے کاپیاں جو پہلے خرچ کثیر صرف کر کے لکھوائی گئیں تھیں مطبع والوں کی شرارت سے روی گئیں پھر دوبارہ لکھوائی گئیں اور کچھ روپیہ کا بھی نقصان برداشت کرنا پڑا - تاہم عمدہ حسب منشا دوبارہ کتاب تیار نہ ہو سکی - مجبوراً دوسرے مطبع میں انتظام کر کے اور تعداد میں خیال سے کم چھپوا کر فی الحال پبلک کی نیک آرزو کو پورا کیا جاتا ہے - کیونکہ روزمرہ کتاب لاجواب کی مانگ نے ایسی صورت میں بھی چھپوانے پر مجبور کر دیا - اس لئے ہم بہ ادب ناظرین صاحبان سے معافی کے خواستگار ہیں اور امید ہے کہ یہ ایڈیشن تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ختم ہو جائے گا - کیونکہ درخواستیں اس قدر آئی پڑی ہیں کہ شاید ہی یہ ایڈیشن اُن کے لئے مکتفی ہو - ازاں بعد اگلا ایڈیشن - عمدہ موٹا اور خوشخط طبع کرا کر ہدیہ ناظرین کیا جائیگا +

۲ - اس دفعہ کتاب ہذا میں جو فارسی اشعار تھے اور عام فہم اُن کے معنوی اور مطلب کو سمجھ نہیں سکتے تھے - انکی مختصر سی تشریح بھی کر دی گئی ہے -

۳ - گرانی کی وجہ سے قیمت کتاب میں اضافہ کیا گیا ہے جو امید ہے خریدار صاحبان کو ناگوار نہیں گذرے گا +

ست دھرم سیوک ملک فتح چند چدا کاسی

ॐ

انڈکس چمن اول درباب تہذیب اخلاق

نمبر صفحہ	مضمون گل	نمبر گل	نمبر شمار
۱ تا ۶	منگل وسبب تصنیف۔	۰	۱
۷ تا ۱۱	دربیان ادھکاری پستک وتشریح کرم معہ معانی وتفصیل +	۱	۲
۱۱ تا ۱۳	جہان میں زندگی گذارنے کی سڑک معہ شجار دورویہ اور تشریح سات منازل کی جو اس سڑک پر واسطے آرام رہگذران موجود ہیں +	۲	۳
۱۳ تا ۱۸	دربیان بے ثباتی جہان تکالیف تن ثبوت عدم وفضیلت موت +	۳	۴
۱۸ تا ۲۱	دربیان عادات من فضیلت اوصاف حمیدہ وذلت اوصاف ذمیمہ +	۴	۵
۲۱ تا ۲۲	دربیان ظہور خواہش و مذمت عادات بیشل شہوت غصہ وزری وغیرہ +	۵	۶
۲۲ تا ۲۳	دربیان بے ثباتی دنیا واشیاء دنیا وبرداشتن دل ازاں ہا +	۶	۷
۲۳ تا ۲۵	دربیان مذمت وترک ہوس وسیلہ ضبط من تعریف پرماتما وطریقہ عبادت	۷	۸
۲۵ تا ۲۶	درتعریف آزادگی۔ مذمت غفلت معنی مکت ست سنگ حصول آزادگی ووسیلہ برآمدن از چاہ دنیا واختیار صبر وقناعت +	۸	۹
	دربیان بے ثباتی زندگی نادانی جاہلان کہ درین بے بنیاد ہستی دل باشیائے	۹	۱۰

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
		دنیامی بندنہ وتعریف شناخت آتما بذریعہ ست سنگ +	۲۶ تا ۲۷
۱۱	۱۰	ہدایت برائے قطع تعلق از دنیا - ولذات دنیا ومحبوبت بذات حق -	۲۷ تا ۲۹
۱۲	۱۱	دربیان طریقہ ضبط نفس امارہ وتعریف اخلاق حمیدہ +	۲۹ تا ۳۰
۱۳	۱۲	دربیان مذمت زر - شاکر شدن بر پراربدھ - کوشش کردن تحصیل گیان واخلاق حسنہ -	۳۰ تا ۳۲
۱۴	۱۳	دربیان ترک کام کرودھ - لوبھ موہ - اہنکار واختیار اوصاف حمیدہ +	۳۲ تا ۳۳
۱۵	۱۴	دربیان ترک شہوت وغصہ - طمع - اُلفت - انانیت وطریق ضبط من +	۳۳
۱۶	۱۵	دربیان طریق حفاظت عمر جوانی - ترک صحبت بد - میل بہ صحبت عارفان یادگاری موت - محوبیت بذات +	۳۴ تا ۳۵
۱۷	۱۶	دربیان طریق اوقات بسری حالت گردش جہان وطریق حصول آرام از تنازعات دُنیا - مذمت صحبت دُنیاداراں - فضیلت آتم وچار +	۳۵ تا ۳۶
۱۸	۱۷	دربیان تکالیف حیوار طفیل صحبت جسم - مذمت جسم وطریق ترک اُلفت جسمانی -	۳۷ تا ۳۸
۱۹	۱۸	دربیان فضیلت وخصوصیت آتم گیان بر اشیاء دُنیا مثلاً دولت واقبال واولاد وغیرہ +	۳۸ تا ۴۰
۲۰	۱۹	اقسام موت یعنی موت دو قسم کی ہے - طبعی وارادی واُن کی تعریف وفضیلت موت ارادی +	۴۱
۲۱	۲۰	دربیان طریق ترک فخر اشیاء وقبولیت ملکیت ایشور +	۴۱ تا ۴۳
۲۲	۲۱	دربیان عیوب دھرم سریر - تمیز درمیان سریر وآتما +	۴۳ تا ۴۴

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۲۳	۲۲	دربیان بے ثباتی نفس ÷	۴۴ تا ۴۵
۲۴	۲۳	دربیان بیوفائی دُنیا و دنیاداران وتمیز درمیان یگانہ بیگانہ ÷	۴۵
۲۵	۲۴	دربیان بے ثباتی دُنیا وغفلت انسان۔ طریقہ ضبط توسن خیال وحواس واختیار اوصاف حمیدہ ÷	۴۶ تا ۴۷
۲۶	۲۵	دنیاوی امورات میں تدارک کرنے اور خواہش کرنے سے نتیجہ سردردی وہرج کا ہوتا ہے اور آپکو کچھ ماننے سے تحقیر حاصل ہوتی ہے ÷	۴۷ تا ۴۸
۲۷	۲۶	دربیان طریق ترک غصہ واختیار خوش خلقی۔ تواضع پردہ پوشی و بردباری	۴۸ تا ۵۰
۲۸	۲۷	اس امر کے بیان میں کہ کُل تکالیف اپنی ذات کی فراموشی سے نازل ہوتی ہیں۔ اگر سروپ یاد رہے تو کوئی بلا نازل نہ ہو ÷	۵۰ تا ۵۱
۲۹	۲۸	اس امر کے بیان میں کہ ضعف بدن بھی وسیلہ نجات اور آرام ہے ÷	۵۱ تا ۵۲
۳۰	۲۹	مفصل بیان موت ارادی کا و فضیلت جسم کی وتشبیہ جسم بکشتی بیان جہالت انسان کا اس امر میں کہ وہ کسی کی بات پر عمل نہیں کرتا۔ اور آپ کو عاقل سمجھتا ہے ÷	۵۲ تا ۵۴
۳۱	۳۰	دربیان بے ثباتی جسم وزورآوری مرگ۔ طریقہ شغل حق	۵۴ تا ۵۶
۳۲	۳۱	دربیان معنی واقسام آزادی بطریق سوال وجواب ÷	۵۶ تا ۵۷
۳۳	۳۲	دربیان قواعد ومنازل حصول آزادگی ÷	۵۷
۳۴	۳۳	تعریف محویت بذات حق بتشبیہ حصار۔ قواعد حصولی اُس حصار کے اور مناسبت اُس حالت کی جو اول اُس جسم کی تھی اور اب اس جسم سے تعلق ہے	۵۸ تا ۵۹

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۳۵	۳۴	اس امر کے بیان میں کہ گل جہان خیالی طوفان ہے پس خیال کا روکنا واجب ہے +	۵۹ تا ۶۰
۳۶	۳۵	دربیان دل و اقسام دل و سادھن صفائی دل +	۶۰ تا ۶۲
۳۷	۳۶	قواعد گرہستی یعنی خانہ دار بطریق سوال وجواب بحث درباب پرستش پرماتما و کرم کانڈ بہ لباس سوال وجواب +	۶۲ تا ۶۳
۳۸	۳۷	دربیان پرالبدھ و ادوم و اختیار ادوم بہ حصول گیان ابیات +	۶۳ تا ۶۴
۳۹	۳۸	طریق حصول ظفر بر نفس امارہ و حواس خمسہ +	۶۴ تا ۶۵
۴۰	۳۹	طریقہ برتاؤ خانہ داری کہ جس میں آرام دلی بھی حاصل ہو اور امور آت دنیاوی بھی پورے ہوں +	۶۵ تا ۶۹
۴۱	۴۰	دربیان اقسام و تعریف وشنو +	۶۹
۴۲	۴۱	دربیان ضبط خیال بذریعہ فراموشی دیدنی و شنیدنی وغیرہ وجہ تکلیف از اشیاء دنیا و طریقہ بھجن +	۷۰ تا ۷۲

انڈکس چمن دوم درباب پیدائش و فنائے جہان

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۴۳	۱	درباب پیدائش فنائے جہان +	۷۲ تا ۷۴
۴۴	۲	اس امر کے بیان میں کہ جہان ایک قدیم کھیل ہے۔ اور کابل دلبستگی کے نہیں +	۷۴ تا ۷۵
۴۵	۳	مفصل حال پیدائش و ظہورہ جگت و نسبت جگت بہ برہم	۷۵ تا ۷۹

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۴۶	۴	دربیان بے ثباتی جہان وبدن وثبات ذات حق اور ثبوت اس امر کا کہ جہان صرف مجموعہ خیالات ہے اور اسکے فنا کا طریقہ +	۶۹ تا ۸۲
۴۷	۵	جہان اصل میں کچھ چیز نہیں ہے۔ پرماتما ہی جگت روپ ہے اس امر کا ثبوت بدلایل +	۸۳ تا ۸۴
۴۸	۶	اس امر کا ثبوت کہ جہان مثل خواب کے باطل ہے +	۸۴ تا ۸۸

انڈکس چمن سوم درباب خداشناسی وخودشناسی

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۴۹	۱	تحقیق وشناخت خدا ویکتائی خدا اور روح	۸۹ تا ۹۲
۵۰	۲	معرفت برہم وسمرن برہم ومعانی مختلف اسمائے ذات +	۹۳ تا ۹۵
۵۱	۳	دربیان جیو وایشور بہ سوال وجواب +	۹۵ تا ۹۶
۵۲	۴	مفصل بیان گیان بہ لباس سوال وجواب +	۹۶ تا ۹۹
۵۳	۵	تحقیق وشیش ٹھہامان چیتن بطریق سوال وجواب +	۱۰۰ تا ۱۰۳
۵۴	۶	درباب یکتائی جیو ایشور۔ ایضاً +	۱۰۳ تا ۱۰۵
۵۵	۷	بیان بھومکا یعنی منازل گیان ایضاً +	۱۰۵ تا ۱۰۷
۵۶	۸	بیان سردن ومنتن وندھیاسن وساکھیات۔ ایضاً	۱۰۷ تا ۱۰۸
۵۷	۹	تحقیق نرگ وسُرگ یعنی دوزخ وبہشت۔ ایضاً +	۱۰۸ تا ۱۱۲
۵۸	۱۰	دربیان فاعل افعال جسم یعنی آتما فاعل ہے یا نہیں +	۱۱۲ تا ۱۱۵

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۵۹	۱۱	فواید بے وطنی و یکسانی درمیان وطن و بے وطنی +	۱۱۵ تا ۱۱۸
۶۰	۱۲	دربیان بے تعلقی ذات خدا از کاروبار دنیائے دوں +	۱۱۸ تا ۱۱۹
۶۱	۱۳	دربیان خلیقت انسان +	۱۱۹ تا ۱۲۱
۶۲	۱۴	دربیان وجہ گمراہی انسان از اصلیت خود +	۱۲۱ تا ۱۲۴
۶۳	۱۵	دربیان وجہ تسمیہ موت و حالت روح بعد از مرگ +	۱۲۴ تا ۱۲۸
۶۴	۱۶	دربیان یکتائی ذات بذریعہ ثبوت اسم و صفت و ہستی و علم و سرور +	۱۲۸ تا ۱۳۰
۶۵	۱۷	دربیان اینکہ آتما خیال سے اول ثابت ہے اس واسطے آتما خیال سے پاک ہے +	۱۳۰ تا ۱۳۱
۶۶	۱۸	دربیان جمعیت خاطری +	۱۳۱ تا ۱۳۲
۶۷	۱۹	دربیان مایا و برہم و تدبیر ضبط خیال +	۱۳۲ تا ۱۳۴
۶۸	۲۰	دربیان آنکہ وساوس قلبی کے ٹوٹنے سے سرور سرمدی حاصل ہوتا ہے +	۱۳۴ تا ۱۳۶
۶۹	۲۱	قواعد حصول جمعیت خاطری و گزران زندگی +	۱۳۶ تا ۱۳۷
۷۰	۲۲	دربیان طریق قطع تعلق خیال از اشیائے فانی و محویت ذات حق +	۱۳۷ تا ۱۴۱
۷۱	۲۳	دربیان یکتائی برتی و برہم و قواعد حصول برہمانند +	۱۴۱ تا ۱۴۴
۷۲	۲۴	دربیان عشق و جستجوئے وحدت حق +	۱۴۴ تا ۱۴۶
۷۳	۲۵	دربیان توحید حق و نظر وحدت +	۱۴۶ تا ۱۴۷
۷۴	۲۶	دربیان فضلیت خیال و اقسام خیال یعنی من +	۱۴۷ تا ۱۴۹

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۷۵	۲۷	دربیان اقسام گیان +	۱۴۹ تا ۱۵۲
۷۶	۲۸	دربیان مشاہدہ ذات برنگہائے گوناگون و غزلیات درباب توحید +	۱۵۲ تا ۱۵۴
۷۷	۲۹	دربیان حقیقت خدا اور روح یا آتما اور بعد فنا ہونے جسم کے آتما نظر نہیں آتا اس کی تردید و موجودگی آتما کا ثبوت +	۱۵۴ تا ۱۵۶
۷۸	۳۰	طریق جستجوئے آتما سلسلہ محویت جیو بہ برہم و تدبیر استحکام بہ سمادھ	۱۵۷ تا ۱۶۱
۷۹	۳۱	دربیان فرق درمیان جیو و برہم و علاج رفعگی آں +	۱۶۱ تا ۱۶۴
۸۰	۳۲	دربیان مکت و وسیلہ مکت +	۱۶۴ تا ۱۶۶
۸۱	۳۳	دربیان پرار بدھ و پرکھارتھ +	۱۶۶
۸۲	۳۴	اس امر کا ثبوت کہ جسم کے فنا ہونے پر آتما کہیں آتا جاتا نہیں	۱۶۶ تا ۱۷۰
۸۳	۳۵	ثبوت اس امر کا کہ ہماری عبادت یا معرفت اپنے فایدہ کیواسطے ہے خدا کو اس سے کچھ غرض نہیں ہے +	۱۷۰ تا ۱۷۳
۸۴	۳۶	دربیان طریق خودشناسی +	۱۷۳ تا ۱۷۵
۸۵	۳۷	دوہرا دربیان یکتائی ذات پرماتما و ظہور کثرت و معانی وحدت۔	۱۷۵ تا ۱۸۰
۸۶	۳۸	دربیان فضیلت گیان و تشبیہ جہان بہ کتاب عظیم و شیونات حق	۱۸۰ تا ۱۸۲
۸۷	۳۹	دربیان نسبت جہان بذات حق۔ فرق درمیان جہالت معرفت ذکر اشغال برائے استحکام سرور ابدی +	۱۸۲ تا ۱۸۴
۸۸	۴۰	دربیان اس امر کے کہ برہمنڈ یعنی جہان برہم روپ ہے +	۱۸۴ تا ۱۸۶
۸۹	۴۱	دربیان معانی برہم و یکتائی کل بہ یک و یک کل و تعریف اتفاق	۱۸۶ تا ۱۸۸

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۹۰	۴۲	در تحقیق لفظ من بیان منازل حقیقت ویکتائی بندہ وخدا +	۱۸۸ تا ۱۹۰
۹۱	۴۳	دربیان ثبوت یکساں حالی ویکتائی ذات وفضیلت معرفت	
۹۲	۴۴	دربیان معرفت وحقیقت ذات کہ پیشتر ازاں دانستن نماند وغزلیات درباب نزول وخروج +	

اندکس چمن چہارم درباب حالات عارف

نمبر شمار	نمبر گل	مضمون گل	نمبر صفحہ
۹۳	۱	اس امر کا بیان کہ کرم گیان سنیاسن ہو جاتی ہیں او آگیانوان کرموں سے فارغ ہوتا ہے	۱۹۵ تا ۱۹۷
۹۴	۲	عارف کی حالت کا مختصر سا بیان اور غزل درباب حالات عارف +	۱۹۷
۹۵	۳	تعریف یکساں نظری عارفان و طریق بسر کردن بیاں زندگی عارفان	۱۹۷ تا ۱۹۸
۹۶	۴	جیون مکت یعنی عارف کامل کے امورات دنیاوی کسطرح ہوتے ہیں اس کی نسبت مفصل بیان بطور سوال وجواب +	۱۹۸ تا ۲۰۲
۹۷	۵	عارف کس کی تحریک تحریص سے فاعل مختلف افعال کا ہے اس کی نسبت مفصل بحث بصورت سوال وجواب +	۲۰۲ تا ۲۰۶
۹۸	۶	دربیان نشست وگشت عارف +	۲۰۶ تا ۲۰۸
۹۹	۷	درصفت عالم آزادگی و باشندگان ایں عالم بتعریف سادگی کی اور ان آدمیوں کی جو سادہ ہیں اور بیمار بدھ پرشا کرہیں +	۲۰۸ تا ۲۱۰
۱۰۰	۸	دربیان نظر و حالت عارف - ابیات +	۲۱۱ تا ۲۱۲
۱۰۱	۹	دربیان نشان آزادگان وتدبیر حصول آزادی +	۲۱۲ تا ۲۱۴
۱۰۲	۱۰	نشان ومعنی فقیر بصورت معنی ہر چہار حروف لفظ فقیر بہفت طریق	۲۱۴ تا ۲۱۵
۱۰۳	۱۱	دربیان اندرونی حالت وقیام عارف - غزل بہ لباس عشق در اظہار یکتائی عاشق ومعشوق +	۲۱۵ تا ۲۱۶

تمام شد



اوم تت ست برہم اج شدھ اجنم انوپ — نروکار کیول اچل ست چت آنند روپ
سوینگ پرکاسی سواستھ نج نام روپ آدہار — ساکھی بدھ کو بدھ پرے نمو آتما سار
سوہنگ ہنگ سمے ست سم بندھ مکت نہیں بھید — جگ میں ہو جگت ہیں پن پاپ نہیں کھید

ٹیکا یعنی شرح

اوم یعنی اکار۔ اوکار۔ مکار۔ اماتر + اکار معنی تمام عالم و بدن کثیف و برھما و عالم جاگرت و رجوگن۔ آوکار معنی تمام عالم و بدن لطیف و بشن و عالم سپن و ستوگن۔ مکار بمعنی تمام عالم نادانی کل و نادانی جزو و رودر و عالم سکھوپت و تموگن۔ اماتر یا اردھ بندی یعنی نیم ماترا ساکھی پرکاس سروپ و گیان سروپ۔ آکار یعنی عالم و بدن کثیف و برھما و جاگرت و رجوگن اوکار میں لین ہو جاتے ہیں اور آوکار یعنی عالم و بدن لطیف و بشن و سپن و ستوگن مکار میں لین ہو جاتے ہیں۔ اور مکار یعنی عالم نادانی

نوٹ۔ یہاں گنوں کی ترتیب بلحاظ ترتیب دیوتاں ہے +

کُل وجزو ورودروسکھوپت وتموگن اردھ بندی ہیں جو عین علم وروشن ہے لین ہو جاتے ہیں اور یہ اردھ بند آتما ہے۔ تت روپ یعنی اصل ہمہ۔ اورسَت یعنی قید زمانہ سے فارغ ہمیشہ اپنی ہستی میں ہست ہے۔ برھم یعنی محیط کُل عالم ہے آج ہے یعنی سدا ہے۔ سُدھ ہے۔ یعنی اودّیا مل سے فارغ ہے۔ اجنم ہے یعنی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ فنا ہوتا ہے انوپ کہئے لاثانی ہے۔ نرِوکار ہے یعنی چھ وکار جو سریر کے ہیں ان سے فارغ ہے۔ پیدا ہونا۔ بڑھنا۔ کم ہونا۔ تبدیل پانا۔ مرجانا۔ معدوم ہو جانا۔ اِن چھ عیوب سے مُبرّا و بے عیب ہے کیول ہے یعنی صرف ہے۔ اچل ہے یعنی قائم بذات خود ہے۔ ست ہے یعنی ہمیشہ ہے۔ چت یعنی گیان سروپ ہے اور آنند روپ یعنی محض سرور ہے کہ جس سے تمام اشیاء میں آنند ہے۔ سوئینگ پرکاشی ہے یعنی اپنی روشنی سے روشن دوسرے کی احتیاج نہیں ہے۔ سواستھ رنج ہے یعنی خود بخود قائم ہے اور نام روپ کا آدھار ہے یعنی تمام اسماء وصفات اسُی سے ظاہر ہوئے ہیں اور اسُی کے آسرے ہیں اور اسُی میں لین ہوتے ہیں۔ بُدھ کا ساکھی ہے یعنی عقل و فکر وغیرہ اسُ کو دریافت نہیں کرسکتے۔ بلکہ ان سب کا روشن کنندہ اور سب کا شاہد ہے اور بُدھ سے پرے ہے یعنی جہاں سے عقل و فکر و قیاس ماندہ ہوکر گُم ہو جاتے ہیں۔ اور اسُ لطیف ذات کی حقیقت کو نہ سمجھکر اپنی ہستی سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ایسا جو آتما ہے سب کی اصل اور سب کا اپنا آپ اور من چت بُدھ اہنکار سے فارغ۔ تس کو نمسکار ہے نمسکار ہے۔ سوہنگ ہنگ سو یعنی سو آتما میں ہوں اور میں سو آتما ہوں۔ کیونکہ سہ حالات جاگرت سُپن وسکھوپت کا میں ہی شاہد ہوں اور میں ہی روشن کنندہ ہوں اس واسطے

سو آتما جو اردھ ماترا روپ ہے اور تمام عیوب سے مُنزا ہے میں ہوں - پھر
کیسا ہوں ست ہوں یعنی قید ازمنہ ثلاثہ سے فارغ ہوں - نہ میرے میں
ماضی ہے نہ حال اور نہ استقبال ہے - ہمیشہ ہوں سم ہوں یعنی یکساں ہوں
مجھ میں بندھ مُکت یعنے گرفتاری و رُستگاری کا کوئی نشان نہیں - ان سے
فارغ ہوں اور تمام جگت میرے میں ہے اور میں تمام جگت میں ہوں -
یعنی میں برھم ہوں - دُوسرا نہ کچھ ہُوا ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے اور نہ کچھ ہوگا - ایسا
جو میں ہوں میرے میں پُن و پاپ کا کھید کہئے راگ اور دویکھ یعنے راحت و
رنج نہیں ہے میں سدا مُکت آپنے آپ میں قائم - نت ترپتؔ جنم مرن سے رہت
بندھ مُکت سے فارغ کیول سُدھ چیتن ماتر ہُوں ایسا جو میں ہُوں - میری مجھ
کو نمسکار ہے ؎

ؔ سیر دائمہ



سبب تصنیف کتاب

من جانب بھائی صاحب معرفت امتزاج بھائی میگھراج جیو

سُبحان اللہ! یہ کیا گلزار معانی ہے جس کے ہر ایک چمن میں مختلف رنگ کار راز نہانی ہے ہر گل اپنی خوشبو سے دماغ آسائے سالکان خود شناسی و خدادانی ہے ہر ایک غنچہ خیال عطر مغز جویائے اسرار پنہانی ہے۔ اس کے کلمات بیراگ انگیز کے خار پیراہن پندار ہستی موہومی کو چاک کرتے ہیں۔ اس کے اُپدیش کے فوارے جو سطور کی نہروں میں جاری ہیں۔ وہاں نفس کو لنائذ جہان فانی کی آلائش سے پاک کرتے ہیں۔ ہر ایک سطر رہنمائے منزل مقصود ہے اُس کا لفظ لفظ برہم شکن ہنگامہ نمود بے بود ہے اور کیوں نہ ہو کہ جس کی تصنیف نتائج افکار بحر زخار معرفت کردگار۔ سرخوش نشۂ توحید وحید برحق سرمست بادۂ الوہیت واحد مطلق۔ بلبل شاخسار جادو بیانی۔ عندلیب ہزار داستان گلشن معانی۔ واقف مواقف غوامض جزویت و کلیت۔ عارف معارف سرائر حقیقت درہم گسل پردۂ ما و من جسمانی۔ آگاہ رموز نہانی۔ فارغ از نفسانی احتیاج مہاتما سری مہاراج ہیمراج جیو ہے۔ مخفی نہ رہے۔ کہ یہ رنگ برنگ کے پھول گلزار ہمیشہ بہار طبع فیض مجمع سے مختلف اوقات میں علیحدہ ہو کر بلبلان معنی دوست ...... کے دماغوں میں نکہت فیض پہنچاتے رہے۔ اور بہت سے شائقان اور جگیاسیوں کی طبع نے اس کی وساطت سے۔ سنت وِبرجے کی گلخن سے باہر آ

گلشن آنند سرمدی میں آرام و استقرار پایا - لیکن جس نے اُن کے مدعا کو سواد
چشم بنایا - اُس نے اپنے ہی دل کا خال سویدا سمجھا - یعنی جس کے پاس یہ گل پہنچا
اُس نے اپنے دستار کا زیب یا تعویذ گلو تصور کیا - اِس لئے علی العموم سالکان
کے دل اُن کی شمیم فیض و ہدایت سے محروم تھے - بنا براں بعض شائقین صداقت
آئین نے بقولیکہ خوردہ ہماں بہ کہ بہ تن ہا خوری، اِس دولت بے بہا و نعمت عظمے
کو اکیلا ہی لوٹنا اور اپنے آپ خوش رہنا نامناسب خیال کر کے اُن عبارات
دلکش کو جو خطوط کے لباس میں ملبوس اور مثل گلہائے بازاری متفرق
مکتوب الیہم کے ہاتھ میں تھے - سعی بلیغ سے جمع کیا اور ہم مضمونی کے رشتہ
میں لا اپنے اپنے موقعوں پر گلدستوں کی مانند اُن پھولوں کو کاغذی پھولدانوں
میں سجایا - اور پھر چار چمن میں اُن کو ترتیب کیا اِن ایام میں برگزیدہ صادقان توحید
پسند - سرآمد معنی پژوہان حقیقت پیوند - فراست و کیاست اِرتسام ملک چاند رام
نے فیض رسانی خاص کو پیش نظر رکھ کر منطبع کرانے سے مطبوع طبائع عام
فرمایا - تاریخ تالیف بے اختیار اِن اشعار میں حسب ذیل برآمد ہوئی - اشعار

جب یہ آراستہ ہوا گلزار
نہیں جاتی خزاں میں اُن کی بہار
گل کاغذ سے بو نہیں آتی
دل کی آنکھوں سے جب کرو تم سیر
سال تالیف یوں لکھی ہے غریب

جس کے چمنوں میں ہے طریقتِ حق
رنگ فیض اُن میں ہے ولفتِ حق
پر یہ دیتے ہیں دل کو نکہتِ حق
تب نظر آئے نورِ طلعتِ حق
کہ ہوا مظہر حقیقتِ حق
۱۸۸۳ء

اُن لوگوں کے زہے نصیب کہ موجودات جہان فانی کو محض سراب کا
پانی یقین کر کے امید سیرابی سے ہاتھ دھو خارستان ہوا و ہوس نفسانی

سے دامن دل کو بیراگ کے ہاتھوں سے چھڑا کر اس گلزار معانی کی گلگشت میں اپنی بے بہا زندگانی کو بسر کریں اور اپنے مَن کے غزال کو خیالات پراگندہ کی دھوپ سے بچا کر اس کے سخنان دلکش کے درختوں کے سایہ کے نیچے آرام دیویں۔ اور اس کی ترشنا و ابھلاکھا کی نفسیدہ وہانی کا سنتوکھ اور شانت کے آبِ حیات سے علاج کریں۔ اور ان پھولوں کے مضامین عبرت انگیز کے برگوں کو البان بادِ نسیم بپائے چشم باربار سیر کر کے اور سدھانت کی بُو کے ذخیرہ کو اپنے دل کے دماغ میں استھتی دیکر نشۂ ابدی سے کہ جسے پرمانند کی پراپتی اور سرب دُکھ کی نبرتی کہتے ہیں۔ سرخوش رہیں ۔

فرد

ہزار گونہ تماشا بزیر ہر برگ است
نسیم تا نشوی سیر باغ نتواں کرد



ف ہزاروں طرح کے تماشے ہر اک پتے کے نیچے ہیں مگر جبتک نسیم نہ ہوگا۔ تو سیر نہیں کر سکیگا۔ مطلب کیا اگرچہ ہر اک میں ہزارہا قسم کے رموز پوشیدہ ہیں۔ مگر جب تک نسیم کی طرح نازک خیال اور نکتہ رس تیری عقل و فہم نہ ہو سکے باغ کی سیر نہیں کر سکتا۔

چمن اوّل در باب تہذیب اخلاق

گُل اوّل

سوال - اِس پُستک کا ادھکاری کون ہے؟

جواب - جو سادھنوں سہت ہے - یعنی جس نے سادھنوں کا عمل کیا ہے ؛

سوال - سادھن کتنے ہیں - اور اُن کی تفصیل کس طرح ہے؟

جواب - سادھن چار ہیں - وویک - ویراگ - کھٹ سنپت - موکھ اِچھا - نِت اور اِنت کو جاننا یعنی یہ سوچنا کہ دیہہ اِنت ہے - اور آتما نِت ہے - اُس کو وویک کہتے ہیں ؛

اس لوک اور برھما کے لوگ کے سُکھ کا ک وِشٹا یعنی نجاست زاغ کے برابر جان کر دل سے فراموش کرنے - ہر طرف سے طبیعت کو روکنا - دیہہ کو اِنت جاننا اِس کو ویراگ کہتے ہیں - کھٹ سنپت میں چھ اشیا شامل ہیں شم - دم - تتکھیا - اُپرام - سردھا - سمادھانتا - مَن کو سنکلپ وکلپ اور وشیوں کی واسنا سے روکنا سم کہلاتا ہے - اندریوں کو اپنے وِشوں سے باہر رکھنا دم کہلاتا ہے - دُکھ سُکھ - سردی - گرمی - بھوک پیاس - عزت بےعزتی کو برداشت کرنا تتکھیا ہے - لوکک کرم اور اگیانی پُرشوں کے سنگ سے اوپرت رہنا یعنی دُور رہنا اُپرام کہلاتا ہے - ست گُرو اور ست شاستر کے

سلے قابل یا طالب علم
سلے سہن اور فائدہ اٹھانے والے
سلے تمیز یا بین حق و باطل
سلے ترک لذات دنیا و عقبیٰ
سلے ضبط نفس امارہ و حواس از محسوسات
سلے آرزوئے نجات

وچن پرست پرتیت کرنی سردھا کہلاتی ہے۔ آلس یعنی سستی اور پریشانی خاطر سے پاک ہوکر سخن عارف کو گوش ہوش سے سننا اور ہوشیار رہنا سمادھانتا ہے۔ ہر وہ ہیں اچھا ہونی کہ کب مجھ کو سرو دکھ کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی روپ موکھ نسیجے ہوکر جنم مرن کی بھرانت سے خلاصی ہوگی۔ اس کو موکھ اچھا کہتے ہیں +

سوال۔ کرم اور اپاسنا سے بھی حصول گیان میں کچھ امداد ملتی ہے یا نہ؟

جواب۔ ہاں ملتی ہے! کیونکہ انتھکرن میں تین دوکھ یعنی مل۔ وکھیپ۔ آورن ہوتے ہیں۔ مل دوکھ نسکام کرم سے دور ہوتا ہے۔ وکھیپ اپاسنا سے نورت ہوتا ہے۔ اور آورن گیان سے زائل ہوتا ہے۔ جب تک مل اور وکھیپ دوکھ سے انتھکرن پاک نہ ہو۔ تب تک گیان کا پرکاش اس میں نہیں ہوتا اس صورت سے کرم اور اپاسنا گیان کے سادھن ہیں +

سوال۔ جگیاسی کو کون کرم مل دوکھ کے نورت کرنے کے واسطے کرنے چاہئیں؟

جواب۔ (۱) دیا یعنی سرو جیووں کو تن من دھن اور وچن کر کے سکھ دینا +

(۲) ست وچن یعنی جو کچھ سنا ہو یا دیکھا ہو یا جس قدر معلوم ہو اتنا کہنا +

(۳) آستے یعنی دوسرے کے سخن کو باحوصلہ سن کر تسلیم کرنا۔ یا چوری نہ کرنا +

(۴) برہم چرج یعنی اشٹ پرکار کے میتھن سے اپرت رہنا اگر گرھستی ہے تو اپنی استری کو رتو کے سمے ویرج دان کرنا۔ اور پر استری کو ماتا انھوا بہن کے سمان جانکر اشٹ پرکار کے میتھن سے پاک رہنا اور اگر ورگتی ہے۔ تو بالکل برھم چاری ہونا۔ اشٹ پرکار کے میتھن یہ ہیں +

سرون۔ سمرن۔ کیرتن۔ چتون۔ ایکانت ہوکر بات کرنا۔ ورڑ سنکلپ۔ جتن۔ پراپت +

(۵) سنتوکھ یعنے جو کچھ سر پرکی پرار بدھ (قسمت) سے حاصل ہو اُس پر شاکر اور صابر رہنا۔ کمی سے نفرت اور بیشی سے اُلفت نہ کرنی موجودہ پر نارضامندی اور ناغیر موجودہ کے لئے تدارک نہ کرنا۔

(۶) اہنسا یعنے جیو کی رکھیا کرنی۔ مراد یہ ہے۔ کہ نہ جیو کو سریر سے دُکھ دینا۔ اور نہ زبان سے ایسا کلمہ اُس کی نسبت بولنا کہ جس کے سُننے سے غنچۂ دل کملاوے اور نہ اپنے من سے دوسرے کی نسبت خیال بد کرنا +

(۷) تپ یعنے اندریوں کو جتن کرکے وشوں کی طرف سے ہٹانا +

(۸) مانسی پُوجا یعنے من کو سدا دیہہ (تن) کی طرف سے ہٹاکر پرماتما کی طرف لگانا +

(۹) اشنان اس کی دو قسم ہیں۔ ایک بیرُونی دُوسرا اندرُونی۔ بیرُونی یہ ہے۔ کہ جسم کو غلاظت اور آلُودگی سے بذریعہ آب پاک رکھنا۔ اور اندرُونی یہ ہے کہ انتھکرن (قلب) کو خواہش لذاتِ نفسانی۔ طمع۔ شہوت۔ حسد۔ کینہ۔ بُغض۔ ریا۔ کبر۔ نخوت۔ چُغل خوری۔ بدنیتی سے پاک رکھنا۔ اور کبھی جسم کی خوبصُورتی یا زور بازو یا اقبال یا اولاد یا دولت پر نازاں ہو کر دل میں فخر نہ کرنا +

(۱۰) دان اس کے دو قسم ہیں۔ ایک خارج دوم داخل۔ خارج دان وہ ہے کہ اُن اشیاء کو جن کا تعلق صرف نام سے ہے۔ بخواہش نتیجہ یا نیک نامی دینا۔ اور داخل وہ ہے۔ کہ اپنے نام اور دیہہ ابھمان کو ایشور ارپن کرنا یعنے یہ سمجھنا کہ نام مفروضہ ہے اور میں دیہہ سے فارغ ہوں۔ اِس صُورت سے دیہہ (فخر جسمانی) کے ابھمان کو تیاگ (ترک) کرنا یہ سب سے اُوتم (اعلیٰ) دان (خیرات) ہے +

(۱۱) برت (روزہ) یہ بھی تین قسم کا ہے۔ ایک برت (روزہ) جسمانی (دیہہ) دوم برت حواس (اندری) سیوم برت من (دل)۔ غذا وغیرہ سے عرصہ معہود کے لئے برت رکھنا برت جسم ہے حواس

کو اپنی لذات سے باز رکھنا برت حواس ہے۔ جیو کو دو بینی اور دو دانی سے پاک رکھنا یہ برت من کا ہے +

(۱۲) دھیرج یعنے تبدیل حالات میں مستقیم المزاج رہنا +

(۱۳) آرجو یعنے گفتار رفتار و بیوہار سوو یا در رکھنا۔ اور ہمیشہ حسب ارشاد شاستر برتنا +

(۱۴) ست سنگ اس کی دو قسم ہیں۔ ایک بیرونی۔ دوسرا اندرونی۔ بیرونی وہ ہے کہ برہم گیانی مہاتما کی خدمت میں حاضر ہو کر سردھا سے اُن کے سخنان کو سننا۔ اندرونی یہ ہے۔ کہ شنیدہ سخنان کو تنہا بیٹھ کر سُدھ بُدھ سے وچارنا اور اُس کے تات پرج یعنے معنے کو نشچے کرنا۔ اِن کرموں کے کرنے سے انتھکرن شُدھ ہوتا ہے۔ چاہیے۔ کہ ہر وقت نِسکام ہو کر اِن کرموں کو کریں۔ تاکہ انتھکرن کی شُدھتا یعنے صفائی حاصل ہو کر گیان کا ادھکار ہو +

سوال۔ کب تک یہ کرم کرنے جوگ ہیں +

جواب۔ جب انتھکرن میں وشیوں کی واسنا اور مان اور موہ اور وِنبھ کا خیال تک نہ اُٹھے۔ اُس وقت کرموں کا پھل حاصل سمجھنا مگر اُس وقت بھی اِن کرموں کا تیاگ نہ کرنا بلکہ استحکام طبیعت کے لئے اُن کو اپنے عادات سبھاؤ بنا لینا۔

سوال۔ اُپاسنا کا کیا روپ ہے +

جواب۔ سب اندریوں سے برتی کو ہٹا کر اونکار کے دھیان میں لگانا۔ یہانتک کہ من اور اونکار ایک روپ ہو جائیں۔ جیو۔ من اور اونکار اِن تینوں کا ایک کرنا اُپاء اعظم ہے۔ من کو پتھر اور اونکار کو چقمک جانکر اِن کو آپس میں مِلانا جس سے آتم گیان کی اگن پیدا ہوتی ہے۔ جو تمام اگیان رچت کرموں کو جلا کر باقی شُدھ آتما

ہی رکھتی ہے +

دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ اونکار کو پرانوں کی رفتار میں دھیان رکھنا یعنے اونکار سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ جس کو سوہنگ کہتے ہیں۔ اس کو پرانوں کی آمد و رفت میں سُننا۔ جب دم باہر سے اندر کی طرف آوے تب سو کا دھیان کرنا یعنے اوچارن کرنا اور جب اندر سے باہر کیطرف جاوے۔ ہنگ کا دھیان کرنا غرض کہ من پران اور سوہنگ ان تینوں کو ایک کرنا اس کو سُرت اور شبد کا میل کہتے ہیں +

مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی پر عمل کرنا وکھیپتا کو دُور کر کے چت کو ایکاگر کرتا ہے۔ اور آخر کار گیان کی حصول میں بہت ہی مدد ملتی ہے +

گُل دوم

یہ جہان مثل راہ گذر ہے۔ ہر کہ و مہ کو گذر در پیش ہے۔ ایک دِن اور ایک رات کا گذارہ ہے۔ کیونکہ جو کارروائی اول روز اور اول رات کو ہوئی ہے۔ وہی اخیر تک جاری رہتی ہے۔ اس مختصر راہ کے طے کرنے میں صدہا طرح کے تماشائے و نعمائے و اشیائے دلفریب و واہمات و رنج و راحت و افلاس و دولتمندی وغیرہ سدراہ ہیں جسکے باعث سے یہ راہ نہایت دُور و دراز و طویل ہو گیا ہے۔ اس میں ایک سڑک تجویز کی گئی ہے کیسی سڑک ہے۔ کہ جس کے دو رویہ اشجار مُثمر و سایہ وار لگے ہوئے ہیں۔ اور جس میں مناسب فاصلہ پر فرودگاہ یعنے منزل گاہ و چاہ وغیرہ آب سرد موجود ہیں۔ اور جو لوگ اُس راہ سے اس سفر کو طے کرتے ہیں۔ وہ بآرام منزل مقصود پر پہنچتے ہیں اب اس کا نتیجہ دکھایا جاتا ہے۔ یعنے یہ کہ۔ وہ سڑک گیان ہے اور اشجار دو رویہ سنتوکھ (قناعت) اور ویراگ ہیں۔ جن کا ثمر ترپت یعنے سیری اور سُکھ (علم حق) یعنے راحت ہے۔ اور جن اشجار

کے زیر سایۂ خواہش والفت کی دھوپ وتپش سے امن حاصل ہوتا ہے اور اس سڑک پر سات منازل بفاصلہ مناسب مہیا بہ سامان آرام موجود ہیں اور وے یہ ہیں ؛

(۱) شبھ اچھیا یعنے نیک ارادہ (۲) سووچارنا یعنے راست و دروغ کو جاننا۔ وچار کرنا کہ میں کون ہوں اور جگت کیا ہے۔ (۳) تن مانسا یعنے وائما خیال کو یکسو رکھنا جگت کی طرف سے کھینچکر ست آتما میں محو کرنا (۴) ستواپت یعنے حق الیقین کرنا۔ کہ میں شدھ۔ چیتن آتما ہوں۔ اور جگت مثل امواج وحباب کے مجھ میں ہے۔ اور دائماً سوائے آتما کے اور کچھ نہ دیکھنا (۵) اسنسکتا یعنے بے اختیاری۔ انانیت جسمانی کو بالکل دل سے دور کرنا۔ سریر کے دکھ سکھ۔ عزت و بے عزتی۔ مرگ وحیات سے آپ کو فارغ جان کر سدا آنند رہنا۔ (۶) پدارتھ ابھاؤنی یعنے تمام اشیاء کو نیست و نابود یقین کرنا۔ کہ بدھ تک و تمام اسماء وصفات تک خواہ نیک ہوں خواہ بد ہوں سب کو دل سے فراموش کرنا۔ اور باقی صرف گیان ماتر (علم صرف) آتما میں قائم رہنا (۷) تریا یعنے ذات حق کہ جس میں کچھ کہنا و سننا نہیں۔ آپ میں آپ قائم نہ کچھ ست نہ اسِت نہ ہے نہ نہیں نہ میں نہ توں نہ یہ نہ وہ۔ سب سے فارغ صرف ذات ہی ذات ہونا

یہ سات منازل اس سڑک کی تدریجاً ابھیاس یعنے ست سنگ اور ست شاستروں کے وچار۔ ویراگ۔ سم۔ (یعنے خیال کا روکنا) سنتوکھ (یعنے قناعت وصبر) اس رفتار سے عبور ہوتے ہیں۔ اور آخرکار منزل مقصود یعنے بیغم آباد یا آنند پور میں پہنچاتے ہیں۔ پس اس زندگی کے بسر کرنے کے لئے اس سڑک کو آراستہ کرنا اور اس پر سفر طے کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سوائے دکھ اور غم کے کچھ حاصل نہیں اس لئے دانایان دور اندیش تمام تکالیف برداشت کر کے اس راہ پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں ؎ اگر زمانہ ایک حالت پر رہتا اور ہمیشہ صحت بدنی و دولتمندی وحصول لذات

نفسانی رہتی تو کون صبر و قناعت و فقر کو اختیار کرتا۔ سو جو شخص اپنے کردار کا منصف ہے۔ وہ تو اپنی بہبودی کے واسطے تدارک کرتا ہے۔ اور جو شخص کبھی اپنے اعمالنامہ کو الٹ کر نہیں دیکھتا۔ صرف کاروبار دُنیا کو فرض عظیم سمجھ کر اِس میں شاغل رہتا ہے۔ وُہ اِس نعمت عظمےٰ سے محروم رہکر ابد تک رنج و الم برداشت کرتا رہیگا۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے زیرک اور دانا۔ حاکم و دولتمند اہل علم و فقیر اِس غفلت آباد دُنیا میں ایسے گرفتار ہیں۔ کہ اگر اُن کو چارپایہ یا وحشی سے نسبت دی جاوے تو مناسب آتی ہے۔ ورنہ صرف دیکھنے کے انسان ہیں اور کوئی وصف انسانیت کا نہیں رکھتے

گُل سیوم

مُخمس۔ سرائے دُنیا ہے کوُچ کی جا ہر ایک کو خوف دمبدم ہے۔

رہا سکندر یہاں نہ دارا رہا فریدُوں یہاں نہ جم ہے

مسافرانہ ٹِکے ہو اُٹھو مقام فردوس ہے ارم ہے۔

سفر ہے دُشوار خواب کب تک بہت بڑی منزلِ عدم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے۔

دُنیا عجب مقام ہے مگر افسوس کہ مدام نہیں ہے۔ کوئی گُل آج تک ایسا نہیں ہُوا کہ بادِ خزاں سے پریشان ہو کر خاکستر نہ ہُوا ہو۔ حسب قول سعدی فرد

اگر تو در چمنِ روزگار ہیچ گُلے دمیدہ بر سرِ خاک تو خار خواہد بُود

اِس دُنیا میں آمدن نشان رفتن و زیستن نشان مُردن ہے۔ عُمر کی خوش روانی

لہ اگر تو زمانے کے باغ میں مانند پھول کے ہے تیری خاک پر کانٹے اُگیں گے۔ کیا مطلب۔ اگرچہ تو اس وقت دُنیا میں پھُولوں کی مانند نازک اندام یا پھول کی طرح نسیم کے دلوں کو گلشن کرنے والا ہے۔ مگر آخرکار تیرے مزار پر کانٹے اُگیں گے۔ جن سے ہر ایک کو نفرت ہوتی ہے۔

پر بھولے ہوئے اس دار فنا کو بقا سے منسوب کر کے خواب خرگوش بنے ہوئے ہیں۔ بھلا کہاں تک۔ ابھی نقارہ کوچ کا بجا اور تمہاری الوداع نہ نام نہ نشان۔ اے حباب تو کیوں اپنی سرفرازی پر پھولتا ہے۔ یہی تیری سرفرازی باعث زوال ہے اُدھر تیرا سر کا اُٹھانا اور اِدھر ہوا کے جھونکے سے پامال ہو کر گمنام ہونا۔ عمر کا اعتماد کب تک۔ جس کی بنیاد ہوا اور جس کا مقام آمد و رفت ہو اُس پر اعتماد کرنا گویا موج پر سوار ہو کر دریا کو عبور کرنا ہے۔ دم قدم ہے۔ عمر کا۔ اسی قدم سے اُس کی رفتار ہے۔ رفتار کیا منزل عدم کی طرف ترقی ہے۔ تاوقتیکہ مرگ کی حالت جو آخری منزل اس سفر مستعار کی ہے۔ نہ آوے تب تک کسی فعل کا اتمام نہیں ہوتا۔ اور کوئی کام درجہ اختتام پر پہنچکر ہمیں آزادگی بخش نہیں ہوتا۔ وجود کی ضد سے عدم ثابت ہے ورنہ ہم سب کا اول بھی عدم تھا۔ اور آخر بھی عدم ہوگا۔ صرف درمیان میں چشم زدن کے لئے وجود کو اختیار کر کے آب سراب میں غوطہ کھا کھا ڈوبتے ہیں۔ جس کی اصل عدم ہو۔ اُس کو اُس کے مخالف کلمہ سے اظہار کرنا گویا اصلیت سے آپ کو بے علم ثابت کرنا ہے۔ جس کو وجود کہتے ہیں۔ یہی عدم ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ سے عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور ہماری نجات کا باعث ہو کر ہم کو اپنی طرف کشش کرتا ہے۔ پس وجود ایک جزو عدم کی ہے۔ اور ہم سب لوگ دریائے عدم کی امواج ہیں۔ باوجود موجودگی کے معدوم ہیں۔ ہمارے افعال کل عدم سے ہو کر عدم میں محو ہوتے ہیں۔ گویا ہمارا اصل عدم ہے۔ پس ہم کیوں عدم کے آنے سے ملول ہوتے ہیں۔ عدم تو ہمارا دارالقرار اور دارالامن ہے جب تک پھر اپنی اصلی حالت کو نہ پہنچیں۔ تب تک کشاکش خیالی سے جو دُنیا کے نام سے موسوم ہے رہائی نہیں پاسکتے۔ پس ہم کو مناسب ہے۔ کہ موجودگی وجود میں بھی

عدم کا تصور کرکے ایسے معدوم ہو جائیں کہ پھر عدم کا خوف دل میں نہ رہے +
تعین نے بے نام کو نامدار بے نشان کو بانشان بے تعلق کو باتعلق بنایا ہوا ہے
اگر ایک لحظہ پردۂ تعین کو دریچہ یقین سے اُٹھا کر دیکھیں تو صرف ایک ذات ہے۔ کہ
جس میں سوائے سکوت کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ جو چیز خیال سے ظاہر ہوتی ہے
اُس کی تائید اُس وقت تک ہے۔ کہ جب تک اُس کا خیال مثل شعلہ مجمر سینہ میں جوش
آور رہتا ہے۔ جب خیال فرو ہووے تو اُس شے کی ہستی جو ہم نے پہلے مانی ہوئی
ہے۔ زائل ہو کر باقی ہستی حقیقی رہ جاتی ہے۔ کہ جس کو زوال کبھی بھی نہیں۔ اب جو
لوگ کسی کو زندہ اور کسی کو مُردہ مان رہے ہیں۔ سو باعث یہ ہے۔ کہ اُن کو اصلیت
کی کچھ خبر نہیں۔ قفس جزو بینہ میں گرفتار ہو کر ٹیں ٹیں پڑے کرتے ہیں۔ ورنہ نہ کچھ ہوتا
ہے۔ نہ کچھ ہوگا۔ اور نہ کچھ ہُوا تھا۔ یہ کل ایک ذات باہمہ ہے ہمہ خود بخود قائم ہے اور
اپنی عادت حقیقی میں مصروف ہے۔ بقول عارف۔ **فرد**

چندیں[1] ہزار جامہ بدل کرد ہر حباب
دریائے بیکران حقیقت ہماں کہ ہست

دیگر **فرد**

باور[2] چہ مے کند کہ زیک بحر بے کنار
موج سراب و آب بقا جلوہ مے زند

عمر کا گذرنا نہایت خوش ہے گویا یہی باعث ہے۔ جو ہم کو فرحت وہ اس وار کہنہ
میں ہے۔ اگر عمر قائم ہوتی اور ہمیشہ انسان پر ایک حالت وارد رہتی تو نہایت ہی تنگ
آ جاتا۔ اس لئے بازار کثرت جو شوق تماشا بینی سے ظہور میں آیا۔ مثل شاہراہ کے بنایا
ہے۔ کہ وہ ذات جو دائما اپنی وحدت میں مستغرق معدن آرام و سکوت۔ پریشانی و

---

[1] ہر اک حباب نے کئی ہزار جامے بدلے ہیں۔ یعنے بار بار پیدا ہوئے اور نیست ہو جاتے ہیں مگر دریا جس میں یہ پیدا اور فنا ہو رہے ہیں۔ اسی طرح جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ [2] کون یقین کر سکتا ہے۔ کہ ایک ہی بحر نا پیدا کنار سے سراب کی لہر اور آب حیات کی لہر اُٹھتے ہیں یعنے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضدیں ہیں۔ اور نمودار ہو رہی ہیں۔

حرکت سے مُبرا ہے۔ اِس آشوبگاہ کثرت میں جو پُر از پریشانی و تکان ہے۔ ماندہ ہوکر پھر اپنے حُجرۂ توحید میں داخل ہوکر آرام پاوے۔ پس عُمر کا مُستعار ہونا اور ہمیشہ گذرتے رہنا قابل تعریف ہے۔ بقول مُحقق۔ **فرد**

شکوہ کردن از شتاب عُمر کافر نعمتی ست ۔۔۔ عُمر چوں آب ست باشد آب شیریں در گذار

جامۂ تن حجاب اکبر ہے کُل آفات کا مورد ہے۔ واہمات۔ تعلقات۔ رسُومات۔ اضافات رنج و راحت کا معدن۔ دوئی کا سرچشمہ ہے۔ شہوت۔ غُصہ۔ طمع۔ اُلفت و انانیّت کا گھر ہے۔ حرص۔ امل۔ حسد اور خواہش کی مادر ہے۔ محدُودیت۔ سُبکی۔ بے توقیری خوف اور امید ہمیشہ اِس کے درمیان رہتے ہیں۔ اِس کا چاک ہونا۔ کُل مُصائب و آفات مذکورہ سے پاک ہونا ہے۔ پس جب یہ چاک ہو یا کوئی ذریعہ اِس کے چاک کا آگو ہنے۔ تو مقام شُکر ہے۔ طرفہ دیکھو کہ دُور اندیش موجودگی جامہ تن میں اسباب اِس کے چاک کا مہیا کرتے ہیں۔ گویا جو جو اِس کے لوازمات ہیں اُن سے مُنہ موڑ کر اِس کے دافعہ سے محبت جوڑتے ہیں۔ مُراد یہ ہے۔ کہ عین حیات میں حالت مرگ اختیار کرتے ہیں۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ جہان گورستان ہے۔ اور جامۂ تن کفن ہے۔ پس جسقدر یہاں موجود ہیں۔ مُردہ ہیں۔ اور اُن کی حرکات رقص مُردہ ہیں صرف نام کے لئے سکندر اور دارا بڑے بادشاہ۔ رُستم و زال بڑے پہلوان۔ سُقراط اور افلاطون بڑے حکیم مجنوں و فرہاد بڑے عاشق محمدؐ و عیسےٰؑ بڑے پیغمبر۔ رام و کرشن بڑے اوتار نانک اور کبیر بڑے سنت مشہور ہیں۔ ورنہ دریائے نیستی کی لہریں نیستی میں غرق ہو کر صرف اسماء سے مشہور ہیں۔ سو کیا ہیں۔ کچھ ہی نہیں۔ صرف ابجد کے حروف مشہور ہیں۔ پس اِس دُنیا کی شہرت کا انجام دیکھ کر محقق اس سے پہلو تہی کر کے اُس ذات میں

لہ اِس بات کی شکایت کرنی کہ عمر جلدی جلدی گذری جا رہی ہے۔ کافر نعمتی یعنے ناشکری ہے۔ کیونکہ عمر پانی کی طرح ہے۔ اور پانی بہتا ہوا ہی شیریں رہتا ہے۔

جو نام سے مُبّرا اور نشان سے مُعرّا صرف ہے محو ہو کر ذات میں ذات ہو گئے ہیں۔ موت ہماری دائیہ ہے ہمیشہ ہم اُس کی گود میں پرورش پا رہے ہیں۔ زندگی گویا اُس کا اُنگشت سے پکڑ کر بازار اور گلی میں سیر کرانا ہے۔ اور حالت مرگ گویا اپنی گود میں لوری دیکر سُلانا ہے۔ موت وہ طاقت ہے۔ کہ جس کے آگے بڑے بڑے شہ زور پشہ کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتے۔ اور بڑے بڑے حکیم اس کے دریافت کرنے میں طفلِ ناداں سے بھی کم درجہ رکھتے ہیں اور بڑے بڑے صاحب کشف اور کرامات اس کا بھید کھولنے میں بے زبان ہیں۔ یہ وہ طاقت ہے۔ کہ جس کے ذریعے سے ذات باری تعالےٰ اپنے بوقلموں خزانہ مخلوقات کو پھر اپنے صندوق گمنامی اور محویت میں کھینچی اور ڈالتی ہے۔ پس یہ موت نہیں۔ بلکہ ذریعہ وصال اور دفعیہ ملال ہے۔ اس کا آنا ہمارے کُل امور کا انجام پانا ہے۔ اے موت تو عین راحت ہے۔ تیری یادگاری اور دوستی ہمیں آلام و تشویش سے بچا کر گوشہ عافیت میں قرار دیتی ہیں۔ اے موت تیری گود میں سوئے ہوئے کو کسی کا مقدور نہیں جو جگا سکے۔ اے موت تیرے چنگل میں گرفتار شدہ کو کوئی اور مصیبت اس جہان کی دُکھ نہیں دے سکتی۔ گویا تو دُکھوں کا علاج اور خاتمہ ہے۔ اے موت تیری امداد کے سوائے وصال رحانی حاصل نہیں ہو سکتا تیری ارادی لباس سے ملبوس ہو کر فقرا و اولیا داخل بذات حق ہوئے ہیں۔

اے موت تو وہ بھید الٰہی ہے۔ کہ جس کو آج تک نہ کسی نے کھولا ہے اور نہ کوئی کھولے گا۔ تیرا آنا ہی تیرا ستر ہے۔ گویائی تو بجائے خود رہی۔ خاموشی بھی تجھ کو نہیں جان سکتی۔ گویا ذات باریتعالےٰ کی تو خاص خواص ہے۔ تیرے محبان اس دار سے رہائی پا کر گم درگم ہوتے ہیں۔ اے موت تیرے سوائے۔ شہوت۔ غفلت۔ حسد۔ کینہ ظلم۔ طمع۔ فخر سے نجات نہیں ہو سکتی۔ جب تیرا تصور کیا جاتا ہے۔ اُس وقت ان

کا نشان بھی نہیں ملتا۔ طبیعت سرد ہو جاتی ہے۔ آرام در آرام ہوتا ہے۔ پس تو اِس
درد کہن سے خلاصی کا عجیب نسخہ ہے۔ تیرا اور میرا آپس میں ہمیشہ اتفاق ہے۔ صرف
درمیان میں پردۂ تن سے قدرے جُدائی صورت زندگی میں ہو گئی ہے۔ سو کچھ مضائقہ
نہیں۔ تیری عمدہ اور لطیف صورت جو ارادی موت کے نام سے مشہور یا موسوم
میں نے اختیار کر کے تیرا اتفاق بحال رکھا ہوا ہے۔ سو عجب مونس ہے۔ کہ جس کا ہجر
کسی وقت میں نہیں۔ ایسی موت سے کیوں آدمی ڈرتے ہیں یہ تو عین راحت ہے
زندگی دریائے موت کا حُباب ہے۔ حُباب کا اثبات کب تک۔ ضرور آخر کو اپنے بحر
عمیق میں داخل ہو کر گم ہو جائیگا۔ پس کمر بستہ ہو کر دریائے نیستی میں مستغرق ہو کر
عدم کی سیر کرو۔ کہ وجود جس کا بیرونی تماشا ہے۔ خیالی محبت میں گرفتار ہو کر کیوں
خوار ہو رہے ہو؟

گُل چہارم

سوال۔ ظاہر ہے۔ کہ کُل چیزیں لفظ کُن کے کہنے سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور کُن
فرمودۂ خدا ہے۔ معلوم ہوا کہ مَن وغیرہ بھی اُسی سے ہیں۔ تو یہ کیا سبب ہے کہ
مَن بُرے کام کرتا ہے؟

جواب۔ ہر ایک چیز مختلف کام کے لئے مختلف تاثیر اور مختلف صورت والی بنی
ہوئی ہے۔ ایک کا فعل دُوسرے سے نہیں ملتا۔ آتش کو سوائے جلانے کے کوئی
کام نہیں۔ پانی کو سوائے سردی پہنچانے کے اور تشنگی رفع کرنے کے اور کوئی
کام نہیں۔ سانپ۔ کژدم وغیرہ زہردار ظاہر کئے ہیں۔ وہ اپنی تاثیر لوگوں پر ظاہر
کرتے ہیں۔ مادہ گاؤ گھاس کھا کر دُودھ لوگوں کو بخشتی ہے۔ اسی طرح بخاطر

انتظام کثرت بیشمار اشیاء بیشمار افعال کے لئے حکمت ازلی سے قایم ہوئی ہیں منجملہ اُن کے ایک لطیف طاقت جس کو مَن یا دل کہتے ہیں۔ انسان کے وجود میں داخل کی گئی۔ کہ جس سے کل امورات دُنیاوی و جسمانی سرانجام ہوتے ہیں۔ گویا یہ آلہ برائے تکمیل کاروبار دُنیا خدا نے انسان کو بخشا ہے۔ اور اس میں دو صفتیں موجود ہیں۔ ایک نیک۔ دوسری بد۔ جس طرف زیادہ مشق ہوتی ہے۔ وہی کام اس سے نمودار ہوتے ہیں۔ لیکن ہر دو اوصاف یعنے نیک جس کے فروعات۔ دانش۔ معرفت۔ ترک آزادی۔ تواضع۔ خوش خلقی۔ قناعت۔ صبر۔ شکر۔ حلم۔ حوصلہ۔ تسلیم۔ رضا۔ خداپرستی خاکساری۔ سخاوت۔ علم۔ عمل۔ صفائی۔ وفائی۔ ضبط حواس۔ سرزنش نفس۔ محویت۔ محاسبہ ہیں اور بد جس کے فروعات بیدانشی۔ جہل۔ الفت۔ گرفتاری۔ خشم۔ طمع۔ شہوت انانیت۔ حسد۔ بُغض۔ کینہ۔ ریا۔ بُخل۔ خوشامد۔ کبر۔ نخوت۔ سیاہ دلی۔ بیوفائی کذب۔ میل بہ لذات۔ پیروی نفس۔ الفت جسمانی۔ تلخ گوئی۔ غیبت ہیں۔ ہر وقت اس میں رہتی ہیں۔ اور ہر دو اوصاف سے حسب موقع کام لیتا ہے۔ مگر جس طرف ایزادی مشق کی ہوتی ہے۔ وہی وصف غالب آکر اس مَن کو اُسی صفت سے موصوف کر دیتا ہے۔ اگر صحبت بد سے اوصاف بد اس کے استعمال میں رہے تو بعد عرصہ کے مَن کو سوائے خیال بدی کے اور کچھ نہیں سوجھتا۔ اُسوقت خانہ زاد دشمن ہوکر وہ بلا ہائے و تکالیف نازل کرتا ہے۔ کہ جس کا علاج احاطۂ امکان سے بعید ہو جاتا ہے۔ گویا من معہ اوصاف بد دُشمن خونخوار کمین میں ہے + فرد

ہین دشمن جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا — سو حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالےٰ

اور جب صحبت نیک سے اوصاف نیک عمل میں لاتا ہے اُس وقت تمام بدی سے پاک ہوکر نیک ہو جاتا ہے۔ اور بعد عرصہ کے اِس مشق کے فیض سے اُس درجہ

پر پہنچتا ہے۔ کہ جہاں درجہ من سے گذر کر واصل بخدا ہو کر خود خدا ہو جاتا ہے۔ بیت

چوں شدہ دل پاک از کبر و ریا بیگماں اوہست ذاتِ کبریا

پس مناسب ہے۔ کہ اوصاف نیک جن کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔ عمل میں لاوے تاکہ من جو دشمن ہو کر برے کام کراتا ہے۔ دوست خیر اندیش ہو کر منزل حقیقت کی طرف راہنما ہو گا۔ کیونکہ یہ عادت جبلی حکیم ازلی نے اس من میں ڈالی ہے۔ کہ جس کے ساتھ اس کا اجتماع ہو گا۔ اُسی کی صورت بن جاویگا۔ تو اس میں کچھ مقام اعتراض نہیں کہ کیوں یہ من برے کام کراتا ہے۔ جو لوگ اس جہاں میں علم نیکی کھڑا کر کے شہرۂ آفاق ہو چکے ہیں۔ یا ہیں یا ہونگے وہ تمام بدولت اسی من کے ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ معدن نیکی من ہے۔ اور برائی بھی اسی سے ہوتی ہے۔ سو پروردگار نے اس کو یعنے انسان کو دانش بخشی ہے۔ کہ اس طاقت لطیف من کو ایسے طریقہ سے عمل میں لاوے۔ کہ جس سے بہبودی دارین متصور ہو۔ اس میں دونو صفتیں موجود ہیں کیونکہ کارروائی دُنیا سوائے ہر دو اوصاف یعنے اوصاف ذمیمہ و اوصاف حمیدہ کے پوری نہیں ہو سکتی۔ تقاضائے بشریت ایسا ہے۔ کہ اس میں ہر قسم کی عادات رہتی ہیں اور وقت پر اس کو کام دیتی ہیں۔ لیکن ایک عادت خدا نے اس کو ایسی بخشی ہے۔ کہ جس کے ذریعہ بشریت سے گذر کر درجہ ملائک پر پہنچتا ہے۔ وہ عادت دانش ہے۔ جب دانش سے درجہ ملائک تک پہنچا۔ کیا معنے کہ اوصاف نیک سے موصوف ہوا تو اس سے آگے درجہ خدا ہے۔ پس اس من کے ذریعہ سے اس درجہ تک رسائی ہوئی۔ اور اگر دانش کو پیش نظر رکھ کر عمل نہ کیا۔ تو تقاضائے بشریت سے من اوصاف ذمیمہ میں مشتغل ہو کر درجہ بہائم پر پہنچتا ہے۔ پس مناسب ہے۔ کہ اس من کو معدن نیکی و بدی جانکر بمراد

ف جب دل نخوت یعنے خودی اور ڈنبھ سے پاک وصاف ہو گیا تو بے شک وہ ذات پرماتما کی ہے۔ گویا جس دل سے خودی اور ڈنبھ جاتے رہے۔ تو بلاشبہ وہ ایشور روپ ہے۔

حصولی آرام وسعادت دارین بذریعہ دانش کامل نیکی کی طرف مائل کرے۔ تاکہ یہی تن معدن آرام ہو جاوے +

گُل پنجم

سوال۔ خواہش کس کے ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ کس کا پیدا شدہ ہے۔ غصہ چوری اور بُری عادات کس نے پیدا کیں اگر خدا نے بنائیں۔ تو کیوں؟

جواب۔ خواہش۔ غُصہ۔ چوری۔ شہوت وغیرہ عادات ذمیمہ اگیان یعنے غفلت کے ذریعہ ہوتی ہیں۔ اور نظر غفلت میں ان کی اصلیت معلوم ہوتی ہے۔ غفلت نام نظر محدودیت تعین جزویت۔ تقاضائے بشریت تعلق ملکیت کا ہے۔ اور یہی امور باعث ظہور عادات ذمیمہ ہیں۔ کیونکہ آپ کو جب محدود صرف ایک خاص نام سے موسوم اور محدود مکان یا اشیاء کا مالک جزویت میں غرق مانا۔ اسوقت دوسرے کی تلخ گوئی یا نامناسبت سے غصہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اپنے مال مملوکہ میں سے قدرے نقصان دیکھ کر خیال چوری دل میں آتا ہے۔ آپ کو محتاج جان کر دوسرے کی مملوکہ چیز کے چرانے پر مستعد ہوتا ہے اسی طرح حسب موقع دیگر عادات بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ پس یہی غفلت ہی ذریعہ ظہور خواہش۔ غصہ۔ دزدی وغیرہ ہے۔ اور ان عادات کو بھی خدا نے بنایا ہے۔ اسغرض سے کہ جو لوگ غافل ہو کر فخر جسمانی سے مال مشترکہ کو اپنا ملک جانتے ہیں۔ اور نظر محدود سے آپ کو کچھ اور کا اور یقین کر کے دوسروں پر دست تعدی دراز کرتے ہیں۔ اور دوئی کو درمیان میں لا کر خدا کی وحدت میں فرق ڈالتے ہیں۔ اور خدا کو حاضر و ناظر نہ جان کر ارتکاب فعل بد کا کرتے ہیں۔ ان عادات سے آپنے آپنے جرم کے لئے سزایاب ہوں اور تکالیف برداشت کر کے آپنے فخر جسمانی سے نفرت پذیر ہو کر راہ نجات کو ڈھونڈھیں

پس اِن عادات کے پیدا کرنے میں بھی خداوند کریم نے اپنی معدلت اور شفقت ظاہر کی ہے۔ یعنے اشارتاً اس جُرم کبیرہ کے لئے سزا دیکر ہم کو بیدار کیا ہے۔ یہ نظر جُزویت اور فخر جسمانی ایسے سخت جرم ہیں۔ کہ ہمیشہ انسان پر خواہ مخواہ بلائے شہوت۔ غصہ۔ طمع۔ اُلفت۔ حسد۔ کینہ۔ بُغض وغیرہ نازل رکھتے ہیں۔ اور جب اِن سے پاک ہوکر نظر کلیت اور محویت بذات اختیار کرتا ہے۔ اُس وقت غصہ۔ چوری۔ اُلفت۔ حسد۔ اِسی طرح مفقود ہو جاتے ہیں۔ کہ جس طرح سُورج کے نکلنے سے تاریکی جاتی رہتی ہے کیونکہ جس نے سب کو ذات حق دیکھا ہے۔ وہ کس پر غصہ کرے۔ اور جس نے اپنے مال کو مال مشترک یا مال خُدا سمجھا ہے۔ وہ کس پر کس وجہ سے الزام لگاوے۔ پس فخر جسمانی اور ملکیت اشیاء اور خیال اقبال دور کرنے سے سزائے غُصہ وچوری وشہوت وظلم سے بھی خلاصی پاتا ہے۔ سو مناسب ہے۔ کہ اپنی ذات کو پہچان کر قید جسمانی سے خلاص ہووے۔ تنگی جُزویت سے نکل فراخی کُلیت میں آوے۔ اور گوشہ محدودیت سے پرواز کر میدان بیحدی میں مقیم ہووے۔ تاکہ قہر خُدا سے جو بصورت شہوت وطمع وغضب واُلفت وانانیت وحسد وکینہ نازل ہوتا ہے۔ مامون اور محفوظ ہوکر گوشۂ عافیت وطمانیت میں سکونت پذیر ہووے + **بیت**

گلِ توحید[1] نروید ز زمینے کہ درو   خار شرک وحسد وکبر وریا وکین است

گلِ ششم

جسقدر جاہ وحشم ودولت ومتاع ظاہری ہے۔ یہ تمام فانی ہے وقت پر اِن کا حصر ہے۔ حالت خواب میں کوئی چیز عالم بیداری کی کام نہیں آتی اور کوئی چیز عالمِ خواب کی عالم بیداری میں کام نہیں آتی۔ اور حالت سکھوپت یعنے

[1] توحید یعنے معرفت کا پھُول اُس زمین میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ جہاں کانٹے شرک۔ حسد۔ تکبر۔ ڈنبھ اور کینے کے ہوں۔

خواب گراں میں تمام اسباب و علم اور خیالات گم ہو جاتے ہیں۔ جب جین حیات میں دُنیا کا یہ حال ہے۔ کہ شب و روز میں ایک حالت پر قایم نہیں رہتی۔ تو بعد مرگ یا بوقت مرگ ان کا کیا سُکھ ہوگا۔ اسلئے دانایان و عارفان اِن تمام اشیاء کو خیالی و بے بُنیاد سمجھ کر اپنی طبع لطیف کو آلودہ نہیں کرتے۔ بلکہ اِن کی شاہد و روشن کنندہ سے جو حجرۂ دلمیں بصُورت جان مُقیم ہے۔ دل واصل کرکے اور اُس کو اپنا آپ جان کر ہمیشہ پُرسرور و مُبرا از شادی و غم رہتے ہیں اور جو لوگ اس جہاں اور اس جہان کی اشیاء کا آغاز و انجام نہ سوچکر اِس کو راست جانتے ہیں۔ وہ ہمیشہ دام بلا میں گرفتار رہ کر مثل ہوبچہ چرخ چاہ پیدا ہوتے و مرتے رہتے ہیں +

گلِ ہفتم

خواہش نے اس جیو کو ایسا خراب کیا ہے کہ پرم برہم سے نزول دیکر اس درجہ خسیس پر جس کو جیو کہتے ہیں پہنچایا ہے۔ خواہشمند کو کبھی آرام دلی نہیں سدا اُس کا دل پریشان رہتا ہے۔ اگر تمام جہان کا بادشاہ ہے۔ اور ہوس رکھتا ہے۔ تو وہ مُفلس اور رزیل ہے۔ اور اگر مُفلس بے وسیلہ معاش ہے۔ اور ہوس سے مُعرّا ہے تو شاہنشاہ ہے۔ پس اس خواہش کو چھوڑنا ہی مُکت کا حاصل کرنا ہے۔

.... اور خواہش کو دل میں رکھنا گرفتاری ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی بندھن (گرفتاری) و مُکت (نجات) نہیں ہے۔ اور من ایسا خراب و بے عنان ہے۔ کہ جس کام میں اس کا رجوع بہت عرصہ رہے۔ اُس کا سروپ ہو جاتا ہے۔ پس اُس کے چھوڑنے میں یا اُس کی طرف سے نافر ہونے میں بہت سے دلایل پیش کرتا ہے۔ جو سدّراہ ہوتے ہیں۔ غرضکہ اُس کام کو بالکل نہیں چھوڑ سکتا۔

کیونکہ مَن مثل مُرغ کے ہے۔ توجّہ و لگاؤ اِس کے دو پر ہیں۔ راگ دویکھ یعنے شادی وغم اِس کی چونچ ہیں۔ جسم درخت پر اِس کا آشیانہ ہے۔ نیک وبدعمل اِس کی غذا ہے۔ جب ایسے مُرغ کو وچار رُوپی قفس میں ڈال کر ویراگ اور سنتوکھ کی مقراض سے اِس کے دو پر کاٹے جاویں۔ اور جگت کو متھیا یقین کرنے سے اُس کی چونچ شادی وغمی کی توڑی جاوے اور آپ کو جسم سے فارغ ست چت آنند رُوپ آتما جاننے سے غذا عمل نیک وبد کی دُور کی جاوے۔ تب وہی مَن پرماتما سے ایک ہوکر پرم آتما رُوپ ہوجاتا ہے۔ جسم کی صحبت نے چیتن تت کو نہایت تکالیف و تشاویش برداشت کرائی ہیں۔ اور کرا رہا ہے کہ اور جب آپ کو جسم سے فارغ سمجھے ۔۔۔ اُس وقت ہو جسم کے پیدا ہونے سے آتما پیدا نہیں ہوتا۔ اور جسم کے مرنے سے مرتا نہیں پس اس جسم کیساتھ ہمارا کیا تعلق ہے۔ میں اور آپ سب مخلوق آتما ہیں غلطی سے آپکو جسم ماننے لگ گئے ہیں۔ جب یہ نظر درمیان سے دور ہوجاوے تو ایک آتما ہی آتما ہی جب ایسے آتما کا درشن ہوتا ہے تو ہر طرف سے وہی نظر آتا ہے۔ مور چہ سے فیل تک ایک برہم آتما دیکھتا ہے۔ اِس یقین اور نظر کا نام وصال پرماتما ہے۔ اور ایسے شخص کو برہم گیانی کہتے ہیں۔ پس مناسب ہے۔ کہ آپ سدا آپ کو ست چت آنند آتما جانیں اور آپکو جسم سے منزّا اور فارغ سمجھیں۔ اور تمام اشیاء کو صرف خیال سے ظاہر ہوا جانکر آپنے آپ میں قایم رہیں۔ اور جگت کچھ چیز نہیں ہے۔ صرف مَن نقاش نے یہ تمام تقلیدی تصاویر کھینچی ہے۔ اگر تمام اشیاء کا نام رُوپ دُور کیا جاوے۔ تو باقی ست چت آنند آتما رہیگا۔ پس جہاں نام رُوپ ہے۔ اِس کے سوائے اور کچھ نہیں۔ ایک نرگُن نر نکار۔ اجونی۔ نردکار۔ انباشی۔ ادویت۔ اچل۔ اکرتے اکھنڈ۔ اناد۔ اسنگ۔ برہم پرم۔ آپنے آپ میں قایم ہے۔ سوائے ایسے پورن برہم کی شناخت کے غمہائے جہان اور اندیشہ ہائے پرلوک سے رستگاری نصیب نہیں

ہوتی - پس ہم کو اور کچھ نہیں کرنا ہے - آنکھوں سے سب جگت کو پرماتما روپ دیکھنا ہے
اور کانوں سے برہم گیان سُننا ہے - مُکھ سے پرماتما کا گیان یا گوبند گیت کا اوچارن کرنا ہے
ہاتھوں سے دان کرنا اور گورو سنت مہاتما پُرکھوں کی خدمت کرنی ہے - پاؤں سے ست
مارگ یعنے سنت کے پاس چلکر جانا ہے - اور من میں ہمیشہ آتم دھیان رکھنا ہے جب
اس صورت سے تمام اعضاء اور من کو عبادت میں شاغل کیا تو تھوڑے عرصہ میں پرم
پد حاصل ہو جاویگا - جہان کا کوئی کام قابل سوچنے کے نہیں ہے بلکہ تمام قابل فراموش
کرنے کے ہیں *

گُل ہشتم

آزادگی وہ نعمت ہے - جو تمام لذات نفسانی سے سیری بخشتی ہے - اور تمام سر دردہائے
زمانہ سے فراغت دیتی ہے - بدوں آزادگی کے سر مو آرام زیر گنبد نیلگوں نہیں ہے * فرد

غلام ہمتِ رندان بے سر و پائم[1] که ہر دو کون نیرزد بہ پیش شانِ یک کاہ

دیگر

مُلک آزادگی و کنجِ قناعت گنجیست[2] کہ بہ شمشیر میسّر نشود سلطان را

دیگر

غلامِ ہمتِ آنم که زیر چرخ کبود[3] ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

آزاد طبع کو ہر جا و ہر کام میں آزادی ہے - تعلق سے فارغ کو کوئی شئے گرفتار نہیں
کر سکتی - غفلت سے انسان اس پوچ میں پابند ہے - کیونکہ جہان صرف اسم وصفت ہے

---

[1] اُن رندان بے سر و سامان کی ہمت کا غلام ہوں جن کے سامنے دونوں جہاں ایک تنکے کے برابر قیمت نہیں رکھتے یعنے دونو جہاں کی پرواہ نہیں رکھتے۔ [2] آزادگی والا ملک اور گوشہ قناعت ایک خزانہ ہے۔ جو بزور شمشیر بادشاہوں کو میسر نہیں ہے۔ [3] اُس شخص کی ہمت کا غلام ہوں۔ کہ اس نیلے آسمان کے نیچے جو رنگ تعلق آئے اُس میں آزاد ہے۔ یعنے زمانہ میں جو تعلقات ہیں اور ان میں پھنسا ہوا بھی نظر آوے مگر سب سے آزاد یعنے نرلیپ ہے۔

اسم وصفت خیال سے پیدا ہوتا ہے۔ خیال خود لغزش پذیر ہے۔ لغزش پذیر پر اعتماد
کرنا دانائی سے دُور ہے۔ آرام دلا رام میں ہے۔ کیونکہ مُکت نام فراغت ازا و ہام
ظاہری و باطنی وحصولی جمعیت خاطری وطمانیت ہے۔ ست سنگ نام رجوع دِل
بطرف حق ہے۔ ست آتماسب کا آپنا آپ ہے۔ آزادگی کا حصر اپنی طبعیت کے رجوع
پر موقوف ہے۔ کیونکہ جس طرف خیال مُصمّم کیا جاوے اور ہمیشہ اُس کے پُورا کرنے کی
آرزو رکھی جاوے تو اُمید ہے ...... کہ ایک روز اُمید بر آوے گی اور اگر دل
سے نہ چاہے تو کوئی ذریعہ اُس کی تکمیل میں کارگر نہیں ہوتا۔ دنیاوی امورات صرف
مثل چاہ تاریک کے ہیں۔ اِن میں افتادہ انسان کو بالائی حالات کی یعنے شناخت الٰہی
کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ جب ترک و آزادگی و دانش کاملہ کی رسن کو گلے میں ڈال کر
اوپر کی طرف مائل ہو تو ضرور ہے۔ کہ وہ نکلیگا۔ اگر نکلنے کا ارادہ ہی نہ کرے، تو دُنیا
میں کوئی اُس کے نکالنے میں لائق نہیں ہے۔ خواہش بجُز قناعت کے سیر نہیں ہوتی۔
پس صابر اور قانع ہونا مناسب ہے +

گُلِ نہم

غفلت کے باعث سے انسان کو مرگ جو ہمیشہ اُس کے سر پر موجود ہے۔ فراموش
ہو رہی ہے۔ ورنہ تمام مخلوقات لقمہ مرگ ہے۔ یا مرگ مثل آتش سوزاں مخلوقات
کو جو مانندِ برگِ کاہ ہیں۔ جلاتی ہے۔ اِس دُنیا میں امید زندگی کی باندھنی محض نادانی
وحماقت ہے۔ ہستی کی بُنیاد صرف رفتار نفس پر قایم ہے۔ جو مثل ارّہ دودم زندگی
کو قطع کر رہا ہے۔ پس ایسی بے بُنیاد ہستی پر نازاں ہو کر سامان جاہ وحشم میں مست
رہنا کونسی دانائی ہے۔ صرف غفلت میں کاروبار ناپائدار مزہ دار یقین ہو رہے ہیں

اگر تھوڑی دیر غفلت کو دور کر کے سخنان کاملان کو تہ دل سے فکر کرے یا آنکہ اپنی دانش کاملہ کے ذریعہ سے حالات نیرنگی زمانہ کو سوچے۔ تو ضرور ہے۔ کہ اس کو اپنی گذشتہ زندگی پر پشیمانی پیدا ہوگی۔ اور آئندہ کے لئے اپنی بہبودی کی طرف مائل ہو کر صحبت عارفان وعمل بر سخن ایشاں ونفرت از لذات دنیا وقناعت از آرزوئے ترقی مال وحشم اختیار کریگا۔ ورنہ مثل نرگاؤ کے چشم بند چہار اطراف چاہ عیالداری کی گشت کرتا رہے گا۔ تمام اشیاء دنیا خیالی ہیں۔ ان کی حصولی سے جاہل کو خوشی ہوتی ہے۔ عارف کو یہ تمام اشیاء اپنی طرف کھینچ نہیں سکتیں۔ کیونکہ اس کی نگاہ میں یہ تمام ہنگامہ خیال وخواب کا ہے۔ یا صرف آب سراب کی طرح دھوکا ہے۔ جسم کی الفت وانانیت سے اس جیو پر صدہا صدمہ نازل ہوتے ہیں۔ آپ کو پہچاننے سے تمام طلسمات جہان کا پردہ ایک لحظہ میں کھلجاتا ہے۔ جسم عناصر اربعہ سے مرکب ہے۔ اور اس میں رہنے والا آتما پاک اور عین علم ونور ہے۔ اپنی بے علمی سے آپ کو جسم ماننے لگا ہے اور تمام تکلیفات اس جہان اور آئندہ جہان کی اس کے واسطے مقرر ہوئی ہیں۔ اگر انسان آپ کو بند ریسم وچار اور ست سنگ جسم سے جدا جانکر صرف ست چت آنند آتما جانے تو مکت ہو کر پرماتما روپ ہوجاتا ہے۔ دنیا میں سوائے سردردی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اپنے سروپ میں مگن رہنا ہی آنند ہے +

گل دہم

ان لوگوں کی سعادتمندی قابل تعریف ہے۔ جو اپنے وقت کی ترقی میں ہرگز غفلت نہیں کرتے۔ لذات دنیا میں گرفتار نہیں ہوتے بلکہ ان کو ہمیشہ زہر کے برابر سمجھ کر من کو قابو میں رکھتے ہیں۔ اور ابھیاس کرنے میں ایک دن بھی تغافل نہیں

کرتے۔ کیونکہ ایک دن کے ناغہ سے بہت کمی ہو جاتی ہے۔ گوشہ میں یکجا بیٹھ کر اور تمام اطراف سے خیال کو روک کر آتما میں مگن ہوتے ہیں۔ یہ جہاں مثل گرم دھوپ کے تپا ہوا ہے اور آتما شانتی سرو ور یعنے چشمۂ آرام و سردی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ ابھی تم نوعمر ہو بلکہ اس عمر کو غنیمت سمجھ کر خوب طور پر اپنے نفس امارہ کو مغلوب رکھو۔ دا ئما شاداں وآنند رُوپ رہو۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ ہے نہ ہوگا۔ یہ بیقین واثق سمجھو اگرچہ انسان کو دائما ست سنگ سے اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن تاہم احتیاط واجب ہے۔ کیونکہ من ایسی متحرک طاقت ہے۔ کہ ایک لحظہ میں یہ راغب بہ آزادی ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے لحظہ میں اس جیسا گرفتار کوئی نہیں ہوتا۔ لحظہ میں عرش معلےٰ پر پرواز کر کے لاہوت کے باغ میں مقیم ہوتا ہے۔ اور دوسرے لحظہ میں فرش صورت پر نزول پا کر آشیانہ یا قفس ناسوت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ پس مناسب ہے۔ کہ ہر وقت و ہر لحظہ و ہر فعل میں اپنی برتی کو سرُوپ آکار یعنے ذات حق میں محو رکھو۔ نام رُوپ یعنے اسم و صفت پر بالکل نگاہ نہ کرو۔ اور نہ دل کو باندھو۔ تمام اشیاء کو اسّت۔ بھانت۔ پر یے یعنے ہستی علم۔ سرُور دیکھو دل میں ہمیشہ خواہش قطع تعلق کی رکھا کرو۔ کیونکہ جو آرزو دل میں پختہ ہوتی ہے۔ اُس کا ثمرہ ضرور ایک روز ملتا ہے۔ رشتہ داروں کی مرضی کے پابند اس قدر نہ رہو۔ کہ تم کو مثل خر کے بار تعلق سے لاد کر جس راہ سے چاہیں لے جاویں۔ بلکہ مثل شیر ژیاں آپ کو سنبھالو۔ اور قفس آہنی تعلق کو پنجہ ابھیاس و ویراگ سے توڑو۔ دُنیا میں کسی کو قیام نہیں۔ پس جو وقت دشت آزادگی کی سیر میں گذرے وہ غنیمت ہے۔ صحبت عارفاں میں اپنے وقت کو خوش رکھو۔ بیت

ناسخ نہ ہو جیو مگس خوانِ اغنیا ۔۔۔ یاد آیا یہ مجھے لب نانِ جوین سے

دیگر

عیشِ[1] دُنیا را بقائے نیست دیدی غُنچہ را
یک تبسّم کرد عمرے در پریشانی گُذشت

دیگر

جاں[2] بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں نکو یا آں نکو

گُل یازدہم

ضرور اِس مَن کا ایسا حال ہے۔ کہ ہمیشہ ایک صورت پر نہیں رہتا۔ لیکن یادگاری سُخنانِ عارفان اِس کو اپنی عادت شیطانی سے باز رکھکر راہ راست کی طرف روانہ کرتی ہے۔ مَن مثل بچھیرے کے ہے۔ جو اپنی مادر کے پیچھے اور آگے کُودتا پھاندتا رہتا ہے۔ مادر کون ہے۔ اوِدیا یعنے غفلت۔ کُودنا کیا ہے۔ کبھی کسی لذّت کی طرف مائل ہونا اور کبھی کسی طرف۔ جب اِس مَن کو مرضی موافق اسباب لذات نفسانی وعیش جسمانی حاصل ہوتے ہیں۔ اُس وقت شاداں ہوکر پھُولتا ہے۔ اور جب برخلاف مرضی ہوتے ہیں۔ تو رنجیدہ ہوکر سکُڑ جاتا ہے۔ لیکن یہ حالت مَن کی بباعث نادانی از علم توحید وبلا تمیز حق وباطل ہوتی ہے۔ جب اِس میں تمیز حق وباطل آتی ہے۔ اُسوقت اُسکو اپنی کردنی سے پشیمانی ہوتی ہے۔ جو اُسکی روکاوٹ کا باعث ہوتی ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ جب مَن میں اضطراب ہوتا ہے۔ اُس وقت تمام لذات گُم ہو جاتی ہیں۔ اور نہایت بیقراری رُونما ہوتی ہے۔ اندھیری سی چھا جاتی ہے۔ لیکن یکجا کرنے کا چارہ صرف یہی ہے کہ جب یہ پریشان ہونے لگے۔ اُس وقت اِس کو روکے۔ وچار کرے۔ جس چیز کی

---

[1] دنیا کی خوشی کو ثبات نہیں ہے۔ تونے پھول کی کلی کو دیکھا ہوگا۔ کہ ایکدفعہ ہنسی اور تمام عمر پریشانی میں گذری [2] اپنی جان اپنے معشوق (پرماتما) کے حوالہ کر ورنہ ملک الموت تجھسے چھین لیگا۔ اب تو آپ انصاف کرکے کہ اپنی چیز اپنے ہاتھ سے اپنے یار کو دینی اچھی ہے۔ یا دشمن زبردستی چھین لے جاوے۔ یہ اچھا ہے۔

طرف مائل ہو۔ اُس کے عیوب کو سوچکر اُس طرف سے اِس کو روک رکھے۔ گذشتہ کا
خیال نہ کرے۔ آئندہ کا فکر نہ کرے صرف حال میں شادی و غمی سے فارغ ہو کر گذران
کرتا رہے۔ فرصت یا بیکاری کے وقت مَن کو ہرگز اختیار نہ دیوے۔ کہ اپنے کردار
ظاہر کرے۔ بلکہ اِس پر ایسا نگران رہے۔ کہ اِس کو سوائے یادگاری سُروپ سخنان
عارفان کے اور کوئی خیال نہ ہو۔ کیونکہ جہاں کوئی چیز نہیں صرف خیال کا نام
جہان ہے۔ جب تک کثرت یعنے انیکتا کی طرف خیال مائل ہوتا ہے۔ اُسوقت تک
بے قراری و بے آرامی ہوتی ہے۔ اور جب وحدت میں مستغرق ہوتا ہے۔ اُسوقت قرار
و آرام ہوتا ہے۔ پس مُناسب ہے۔ کہ ہرگز اِس مَن پر کہ جس کا سُروپ سنکلپ
یعنے خیال ہے۔ اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ ایک اور علاج اِس کے روکنے کا یہ ہے۔
کہ جہاں مَن جاوے وہیں برہم دیکھے جو کچھ نظر میں آوے یا جو آواز سنائی دیوے
یا جو حالات فکر میں آوے سب کو ادوئیت۔ نرو کار۔ ست۔ چت۔ آنند آتما دیکھے
نہ آپ کو دیکھے نہ غیر کو دیکھے نہ خیال کو نہ کسی دوسری چیز کو۔ جب اِس صورت سے
نظر قائم ہو گئی تب ہمیشہ آنند رہیگا۔ آپ کو جسم سے فارغ جاننا بھی ایک عمدہ علاج گرفتاری
مَن کا ہے۔ اخلاق ذمیمہ سے اجتناب بھی نفس امّارہ کو سرزنش ہے۔ صحبت کا قدر مہجوری
میں معلوم ہوتا ہے۔ موجودگی میں تھوڑا قدر ہوتا ہے۔ مُنصف مزاج کو ہر وقت ایک
جیسا ہے۔ حالات زمانہ سے چشم پوش رہنا گویا عافیت دارین حاصل کرنا ہے۔ آزادگی
نعمت عظیم ہے۔ بجز آزادگی سر مو آرام اِس دار ناپائدار میں نہیں ہے۔ سوائے قناعت کے
کسی کو سیری نہیں۔ قناعت دولت عظیم ہے +

گُل دوازدہم

معاملات دُنیاوی میں بڑی بڑی خرابیاں ہوتی ہیں۔ جس قدر خواہش اور غضب زیادہ ہوتے ہیں۔ اُسی قدر بے توقیر اور پریشان ہوتا ہے۔ بادشاہ لوگ حرص اور غصہ کے غلام ہیں۔ دائماً اُن کی متابعت میں صدہا طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہیں اب ظاہر حال اس جہان میں بادشاہ کے برابر کوئی آسودہ حال نہیں ہوتا۔ مگر باطن میں اس جیسا کوئی خراب نہیں ہوتا۔ جس قدر مال اُسی قدر وبال۔ اگرچہ اس جہان میں زر نہایت عزیز ہو رہی ہے۔ اور اُس کے لئے تمام لوگ خواہ کہ خواہ مہ سرگرداں ہیں۔ کردنی ناکردنی سب کرتے ہیں۔ مگر اس سے بجز کارروائی کے اور کوئی آرام نہیں ملتا۔ لیکن کارروائی کا خیال کسی کو نہیں سب کوئی اس کے جمع کرنے میں مصروف ہو رہا ہے سو یہ محض نادانی ہے۔ اس کے جمع کرنے سے سراسر سردردی اور غمخواری ہوتی ہے۔ کسی قسم کا آرام حاصل نہیں ہوتا اس واسطے گیانواں دُوراندیش اس کی حُب سے دِل کو پاک رکھتے ہیں۔ جسم کی کارروائی کو پراربدھ پر چھوڑ دیتے ہیں سو بخوبی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب تک پراربدھ ہے۔ تب تک سریر زندہ رہتا ہے۔ جب پراربدھ تمام ہو گئی۔ اُس وقت سریر ناس ہو جاویگا۔ جب یہ حال ہے تو کیا اندیشہ۔ صرف تھوڑا پُرکھارتھ جسم کی پرورش کے لئے واجب ہے۔ جو لوگ جسم کی کارروائی کو پراربدھ پر چھوڑتے ہیں اور آتم گیان کی طرف پُرکھارتھ کرتے ہیں وے قیدزادن ومُردن سے نجات پاتے ہیں۔ جو عمل تمام عمر دلنشیں ہوتا ہے۔ وُہی اخیر وقت پر یاد آتا ہے۔ بجز ابھیاس کے کوئی کام خواہ دینی ہو خواہ دُنیوی مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس مناسب ہے کہ خیال کو روکنے اور جگت کو جھوٹھا یقین کرنے اور آتما کا وچار کرنے کا ابھیاس کرتا رہے۔ تعلق کے رشتے قطع کرے۔ الُفت وخشم وطمع وشہوت وانانیت وخودستائی وکینہ وبُغض وحسد کو دل سے دُور کرے

پرماتما کو ہر جگہ دیکھے۔ کوئی کام بغیر وچار کے نہ کرے۔ گوشہ نشینی و آزادگی صحبت جہلا سے پرہیز۔ اوضاع زمانہ سے چشم پوشی۔ اِن کاموں سے انسان نہایت آرام میں رہتا ہے۔ سوائے آزادگی کے کسی صورت سے زندگی با آرام نہیں گذر سکتی +

گلِ سیزدہم

زہے نصیب اُن لوگوں کے ہیں۔ کہ جن کو اِس جسم خاکی میں جگت کیطرف سے ویراگ پیدا ہو کر ست پرماتما کیطرف میل ہوا ہے۔ یہ تمام کچھ صرف دیدنی ہے۔ گیان نام فہمید کا ہے۔ کوئی ظاہرا محنت اعضا یا قوا کی تحصیل معرفت کے لئے درکار نہیں۔ صرف خیال کو پھیرنا ہے۔ یعنے بجائے کام (شہوت) کے جت (ضبط) کو دل میں قایم کرنا ہے۔ و بجائے کرودھ (غصہ) کے دھیرج (توصد) و بجائے لوبھ (طمع) کے سنتوکھ (صبر) و بجائے موہ (الفت) کے ویراگ (ترک) و بجائے اہنکار (انانیت) کے وچار (عقل) پیدا کرنے ہیں۔ اور ہر وقت متوجہ ہو کر اُس کو خواہش ہائے الوان سے روکنا اور لذات نفسانی کی طرف مائل نہ ہونے دینا۔ مَن میں دائما یہی سوچ رکھنا کہ نہ میں سریر ہوں۔ اور نہ میرا سریر ہے نہ میں اندریاں ہوں اور نہ میری اِندریاں ہیں۔ بلکہ اِن سب کا شاہد اور سب کا روشن کنندہ میں پورن ست چت آنند ہوں یہ وچار ہر وقت اگر مَن میں قایم رہے۔ تو تمام آفات ارضی و سماوی سے مامون محفوظ رہ کر واصل بذاتِ حق ہوتا ہے۔ اور جہان میں گذارہ کے لئے خوش خلقی تواضع۔ راستگوئی۔ حوصلہ۔ کنارہ گیری۔ قناعت۔ صبر۔ حلم۔ خاموشی۔ و صحبت عارفاں اجتناب از جاہلاں اختیار کرے۔ مثل مسافر آپ کو سمجھ کر زندگی بسر کر کے جان بحق تسلیم کرے۔ زندگی مثل حباب ہے۔ لحظہ بہ لحظہ اِس کا رنگ کچھ اور کا اور ہی ہوتا جاتا ہے۔ حال کا دم غنیمت ہے۔ گذشتہ ہاتھ نہیں آتا۔ آئندہ کی کچھ خبر نہیں۔ ثابت ہوا

کہ ہمارا ایک ہی دم ہے حیف ہے کہ اس ایک دم کے لئے ہنگامہ برپا کر کے اپنی جان کو گرفتار کر کے خالی ہاتھوں مرجانا ایک تو یہ سر بسر آفت عظیم ہے۔ دوسرا خواہش کو بڑھا کر دائما اس کے پورا کرنے میں مبتلا رہنا آفت در آفت بلا در بلا ہے ؛

گل چہاردہم

کام (شہوت) - کرودھ (غصہ) - لوبھ (طمع) - موہ (الفت) - اہنکار (انانیت) - نہایت ہی زور آور ہیں۔ ہمیشہ جیو کو سرگردان و پامال رکھتے ہیں۔ ان پر غالب آنا نہایت ہی جوانمردی اور عالی ہمتی ہے وچار اور ست سنگ کے ذریعہ سے بہ آسانی مغلوب ہو جاتے ہیں۔ جب کام کا خیال دل میں جائے گیر ہو تو اُس وقت اس کے عیوب کو سوچ کر خیال کو اُسطرف سے باز رکھے اور جت میں جو اُس کے مخالف عادت ہے۔ قائم ہووے۔ اسی طرح کرودھ کے وقت دھیرج (تحمل) اور لوبھ کے وقت سنتوکھ (قناعت) اور موہ کے وقت ویراگ (ترک) اور اہنکار کے وقت وچار (دانش) کرے جب اُن کے بجائے یہ دلنشیں ہو گئے تو پھر ہر صورت سے آرام رہیگا۔ فی الحقیقت اِن تمام میں سے کام بہت زور آور ہے۔ جسم کی حالت پر بھی اس کا ہونا یا نہ ہونا بہت منحصر ہے۔ یعنے اگر جسم فربہ اور مقوی ہو تو غلبہ شہوت کا بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور اگر جسم لاغر اور ناتواں ہو تو غلبہ بھی کم ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی عموماً نہیں۔ خیال پر بھی بہت کچھ منحصر ہے۔ اگر خیال ایک طرف لگا رہے۔ اور دوسری طرف راغب ہونے کی اُس کو فرصت نہ ملے تو کیا مقدور ہے کہ کام (شہوت) اپنا زور دل میں پیدا کر سکے یہ صرف بیکاری یعنے بے وچاری سے ہے۔ کہ خیال اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے اگر اس پر پورا پورا ضبط وچار کا ڈالا جاوے تو اپنی عادت سے باز رہ کر آرام اختیار کرتا دوسرا ایام جوانی کے نہایت زور آور ہوتے ہیں۔ اس عمر میں نفس پر قابو ڈالنا تحسین ہے۔

گل پانزدہم

فرد

به پیری[1] ہر کس از خوفِ مرگ فکر کُند　　صد آفریں بر آں کس کہ مے کُند به شباب

دیگر

جوانی[2] بر سر کوچ است فرصت دان جوانی را　　دوبارہ کس نمے یابد متاعے رائیگانی را

اگر موسم شباب میں ویراگ اور وچار دلنشیں ہوں۔ تو نہایت ہی خوش نصیبی ہے۔ کیونکہ یہ عمر تمام لذات کا گھر ہے۔ اور تمام عیوب کی کان ہے ہر عضو شیطنت کی طرف مائل ہوتا ہے سالکان عامل و عارفان کامل نے اس عمر کی نسبت بہت کچھ لکھا ہے اور قسم قسم کی تدابیر اس عمر کے لئے قلمبند کئے ہیں۔ مگر سب سے عمدہ و آسان تجویز یہی ہے کہ بد صحبت سے پرہیز کرے عیاش و زانی و قمار باز و خلاف گو و ژاژ گو سے چار چشمی بھی نہ کرے اور نیک صحبت کیطرف مائل ہو کر دانایان کے سُخنان پر عمل کرے۔ بزرگ کا سخن ایسا اثر رکھتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص بے وقوفی کی شراب سے مدہوش ہو کر اُن کی تعمیل سے سرکش ہو تو کافی سزا پاتا ہے اور کئی روز تکالیف اُٹھاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پھر بھی عبرت نہیں آتی اور نہ اُس کام سے باز آتا ہے۔ غفلت نے انسان کو ایسا مغلوب کیا ہے۔ کہ تمیز حق و باطل اس سے جاتی رہی ہے یہ سمجھتا ہے۔ کہ ابھی میں لڑکا ہوں جوان ہوں ابھی تو لذات دُنیا و بازیہائے زمانہ کی خوشیاں حاصل کر لوں آئندہ دیکھا جاویگا یہ نہیں دیکھتا۔ کہ موت ایسی زور آور اور بے رحم ہے۔ کہ نہ وہ لڑکے کو چھوڑتی

---

[1] بڑھاپے میں ہر شخص موت کے خوف کا فکر کرتا ہے صد آفریں اُس شخص پر جو جوانی میں فکر کرتا ہے۔ [2] جوانی گذرنے والی ہے جوانی کو غنیمت جان کیونکہ گم شدہ مال کو دوبارہ کوئی حاصل نہیں کر سکتا یعنے جوانی پھر نہیں آویگی جو کچھ کرنا ہے سو اس جوانی میں کر لے

ہے اور نہ جوان کو۔ سب کو ناگہاں چوٹی سے پکڑ پائمال کرتی ہے۔ ایسی موت سے غافل ہو کر واہیات کاموں میں ایسی بے بہا عُمر کو ضائع کرنا۔ نہایت ہی بیدانشی و کوتہ اندیشی ہے افسوس صد افسوس ایسے نادان کے حال پر ہے۔ ہر وقت موت کو حاضر جاننے سے دل بازی زمانہ سے نافر و خیالات شہوت و غضب سے سرور رہتا ہے۔ جسم کیا چیز ہے۔ گویا شہوت و غضب و اُلفت و انانیت جو مثل وحوش ہیں۔ اُن کے رہنے کا جنگل ہے۔ ناپاک اشیا سے اس کی ترکیب ہے۔ دُکھوں اور بیماریوں کا گھر ہے۔ رنج و راحت اس کے دو مونس ہیں۔ ایسے ناقص وجود پر نازاں ہونا دانائی سے بعید ہے۔ ہمیشہ اپنے سروپ کو خیال رکھنا۔ کیا سُروپ ہے۔ سدا آنند روپ۔ قائم بذات خود۔ تبدیلات زمانہ سے مُبرّا۔ بصورت عین ہستی و علم و سرور۔ ہمیشہ واصل اور اپنا آپ اس سروپ میں قائم ہونے سے۔ تمام آفات زمانہ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ رُستگاری کا نہیں ہے۔

گُلِ شانزدہم

عین ہستی علم سرور میں دُعایا استدعا خیر و عافیت عقل طفلانہ سے ہے تندرستی و یکساں حالی جسم بعید از امکان ہے۔ ہر دو صورت میں فراغت حاصل ہے۔ ضرور صحبت کاملان میں اپنی اوقات بسر کرنا پُر از فوائد عظیم ہے۔ اور کسی طرح سے نقدی عمر سُود مند نہیں۔ صرف آزادگی و ہمدمی با صاحبدلان نقدی حیات کے صرف کرنے میں عمدہ طریقہ ہے۔ ہر صورت میں وقت در گذر رہے۔ وقت کے ضبط کرنے میں کوئی علاج کارگر نہیں۔ لیکن یہ وقت اگر استغراق ذات حق یا وچار کُتب ایزدی یا صحبتِ عارفان میں اپنی حرکت طے کرے تو اس کا لحظہ لحظہ قیمتی ہوتا ہے۔ ورنہ مثل سبُوچہ چرخ چاہ

بار بار حالات ناسُوت و ملکُوت و جبروت میں آمدورفت ہے۔ جہاں صرف تماشا گاہ ہے
جس میں چرخ آفتاب کے چکر روز و شب میں انسان و فرشتہ چرند و پرند مثل پُتلیوں
کے گردش پا رہے ہیں۔ گاہ زیر۔ گاہ بالا۔ گاہ بیداری۔ گاہ خواب۔ بار بار وہی کار۔
کبھی جیت۔ کبھی ہار۔ دائماً وہی ناچ۔ ایسی گردش میں پائمال ہوتے جاتے ہیں۔ دُنیا
کے کاروبار۔ نہ آگے پوُرے ہوئے ہیں۔ نہ اب ہوتے ہیں۔ اور نہ آئندہ ہونگے۔ یہ
ہمیشہ ایسے ہی ناتمام رہینگے۔ ابتدا و انتہا میں بجُز بیخبری کے آج تک کسی کو کچھ خبر
نہیں ہوُئی۔ صرف درمیانی حالت کا جھگڑا پڑا ہوُا ہے۔ سو اُس کے لئے عمدہ طریقہ یہی
ہے۔ کہ اپنے سرُوپ کو پہچان کر گوشہ آزادی میں ویراگ و وچار۔ دھیرج و سنتوکھ
سے اپنی عمر کو صرف کرے۔ صحبت دُنیا داراں سے کبھی فائدہ حقیقی حاصل نہیں ہوتا اُن
کی تقریر سے ہمیشہ زیادتی مال یا اولاد یا املاک کی بوُ آتی ہے۔ سو اُس بوُ سے دل پُر
ہو کر اپنے تو دہ طوفان اُٹھانے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی ایسے دام میں اُلجھا
کر پھنستا ہے۔ کہ جہاں سے نکلنا تادم مرگ دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ پس ان
لوگوں کی صحبت سے جس قدر اجتناب ہو۔ اُسی قدر دل میں ترقی آرام متصور ہے حرص
جمع کرنے مال کا بھی اس کا بھاری دُشمن ہے۔ ہر قسم کا ضبط رکھنا نفس پر درکار ہے
کیونکہ مَن جس کا نام ہے۔ وہ نہایت تیز رو طاقت ہے۔ کوئی چارہ اُس کے ضبط کرنے کا
سوائے دائما وچار کے معلوم نہیں ہوتا۔ جن کو ہمیشہ وچار سے کام ہے۔ اُن کو ہمیشہ مَن پر
ظفر ہوتی ہے۔ اور جنہوں نے وچار کو فراموش کیا ہے۔ سو اس مَن کے دام تزویر
میں اٹک کر بڑے خوار ہوتے ہیں • فرد

آں خصم بلیت نفس کز احساں شود مطیع[۱]　　　غافل مشو کہ تربیت شیر مے کُنی

[۱] نفس امارہ ایسا دشمن نہیں ہے۔ جو احسان کرنے سے مطیع ہو جاوے۔ بلکہ زیادہ سرکش ہو گا۔ اسواسطے غافل مت ہو۔ کہ تو شیر کو تربیت کرتا ہے یعنے ہر وقت بڑی احتیاط چاہیئے۔ اگر ایک دم غافل ہوا اور اس نے تجھے شکار کیا۔

گلِ ہفتدہم

جسم دائماً یکساں حال پر نہیں رہتا۔ گاہ دُکھ ۔ گاہ سُکھ۔ کبھی طفل۔ کبھی جوان۔ کبھی پیر اور کبھی مُردہ بن کر خاک میں مل جاتا ہے۔ دُکھوں کی کان ہے۔ تشاویش و آلام کا گھر ہے۔ کام و کرودھ و لوبھ و موہ و اہنکار کے رہنے کا مکان ہے۔ تمام قسم کے عیوب اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ شب و روز کی بھوک و پیاس اس کو ایسی بیماری ہے کہ جس سے جیو عاجز ہو گیا ہے۔ ایسے جسم کی کیا حالت بیان کی جاوے۔ اس کے تعلق سے صدہا طرح کے عیوب سے معیوب ہو رہا ہے۔ ورنہ آتما سدا سکھ سروپ۔ نرآکار نام و صورت سے فارغ ہے۔ اس کی صحبت سے دکھی۔ موٹا۔ پتلا۔ فلاں نام والا۔ کالا۔ لال۔ پیلا۔ فلانے کا بیٹا وغیرہ کہلاتا ہے۔ تمام آفات زمانہ صرف جسم کی صحبت سے جیو پر نازل ہیں۔ اور بباعث غفلت کے آپکو بھی جسم ماننے لگا ہے۔ اسواسطے اس کی ناتوانی پر غمگین ہوتا ہے۔ دائماً اس کے فربہ کرنے میں اور اس کو خور و نوش سے پُر کرنے میں مصروف ہے۔ اس کی بے وفائی پر نگاہ نہیں کرتا۔ کہ ساری عمر کا کھایا پیا ایک لحظہ میں حرام کر دیتا ہے۔ اور جس قدر یہ فربہ و توانا ہوتا ہے۔ اُسی قدر روح لاغر و ناتواں ہوتا ہے۔ حواس غالب ہو کر اُس کو نابینا کر دیتے ہیں۔ ہمیشہ دام زن و دولت میں گرفتار رکھتی ہیں۔ ضعیف ہو جاتا ہے مگر پھر بھی حرص رہتی ہے۔ کہ مجھ کو اچھی چیز کھانے اور خوبصورت عورت بغلگیری کرنے کو ملے۔ حیف صد حیف کہ بباعث غفلت کے تمام عمر پیشاب خانہ پر مائل رہتا ہے۔ اور اُس چیز کی ۔ ۔ ۔ ۔ خوشی حاصل کرنے میں اپنی نقدی عمر صرف کرتا ہے کہ جو ایک روز مثل لکڑی کے بیجان ہو جاویگی۔ اور نیست و نابود ہو کر سارا نشان

گنوائیگی اِس لئے گیا نواں اِس سریر سے آپ کو الگ جان کر اُلفت سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اِس کے دُکھ سُکھ میں یکساں رہتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اُس کی پراربدھ ہے۔ اُس نے بھوگنی ہے۔ پراربدھ سوائے بھوگنے کے نہیں ہٹتی۔ اِس لئے وہ جانے توانا رہے یا ناتواں۔ سُرخ رہے یا زرد۔ آتما اِس سے فارغ سدا آنند سروپ ہے۔

گُلہائے ہشتم

سوال۔ جہان میں جب اشخاص دولتمند و صاحب اولاد وغیرہ ہی آسودہ و سیر ہیں۔ تو آتم گیان کی کیا فضیلت ہے؟

جواب۔ درحقیقت ظاہرا اہل دول و صاحب اولاد و دیگر ذیشان سیر و آسودہ اور پُرسرور معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اُن کا سرور و سیری غیر چیز پر منحصر ہے۔ کہ جس کے گم ہو جانے کی کسی نہ کسی وقت میں اُمید واثق ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء از قسم دولت و اولاد و منزلت وقت سے موجود ہوئے ہیں۔ اور وقت میں معدوم ہو جاوینگی اِس لئے سیری و آسودگی و سرور جو اُن کے اتفاق سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ بھی وقت کی قید پر منحصر ہے۔ پس جو چیز وقت کی قید پر منحصر ہے اُس کو سرور سرمدی و فراغت از ہجوم الوم کی تشبیہ دینا بعید از دور اندیشی ہے۔ کیونکہ تمام چیزیں فانی اور زوال پذیر ہیں۔ جس طرح ایک وقت میں ظہور پاکر باعث سرور بیدائش انسان کا ہوئی ہیں اسی طرح دیگر وقت صورت معدومی میں مُبدّل ہو کر اُس کے غم و الم کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اور خصوصاً اُن کی تحصیل سے جو تسلّی اور خوشی انسان کو ہو رہی ہے۔ وہ صرف اِس کی کوتہ اندیشی ہے۔ کیونکہ ہر آن دہر لحظہ میں اُن کا تغیّر و تبدّل اور اُن سے

مجبوری ظاہر و ثابت ہے۔ دیکھئے۔ جاگرت یعنے عالم ناسوت میں جو سامان دبدبہ و شان کا انسان کو مہیا ہے۔ وہ تمام ہی سپنے یعنے عالم ملکوت میں اُس سے جُدا ہو کر بحرِ عدم میں غرق ہو جاتا ہے۔ اور قوت لطیفہ سے جو کچھ عالمِ ملکوت میں اپنے ساتھ شریک دیکھتا ہے۔ وہ تمام ہی سکھوپت یعنے عالمِ جبروت میں نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ کسی شے کا تعلق نام و نشان اور جسمانی تعلق کا اندیشہ نہیں رہتا۔ صرف حالت سرور ہوتی ہے۔ مگر عوام الناس اُس سرور کو بحالت بیدانشی گذارتے ہیں۔ چنانچہ مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

شب[1] ز زنداں بے خبر زندانیاں	شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
نے غم و اندیشۂ سود و زیاں	نے خیالِ ایں فلاں و آں فلاں

پس جب اِن حالات میں جو ہر آن و ہر لحظہ انسان پر وارد ہیں۔ یہ چیزیں برابر قایم نہ رہیں۔ تو کس حالت میں اِس کو سیری و آسودگی و سرور و فراغت دنیوالی ہونگی۔ ایسی بے ثبات حالت و دولت و اولاد و دبدبہ دُنیوی کی دریافت کر کے شائقین صادق نے اِن کی طرف سے اپنے خیال کو ہٹا کر قایم و یکساں ذات کیطرف مائل کیا ہے۔ کیونکہ آتم گیان سے جو سُرور حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہر حالت یعنے ناسُوت و مَلکُوت و جبروت میں یکساں و قائم رہتا ہے۔ اور کسی وقت کی قید اُس پر عائد ہو کر زائل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ آتما قید ازمنہ ثلاثہ سے مبرا ہے اور سب کا اپنا آپ ہے۔ اِس لئے اِس کے گیان سے جو سُرور و آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ وہ کسی غیر چیز پر مُنحصر نہیں اور نہ کسی حالت میں تغیر و تبدیل پذیر ہے بلکہ ہر حال میں یکساں و ثابت ہے۔ پس جہان کی دیگر نعمتوں سے آتم گیان برتر و

[1] رات کو یعنے خواب گراں میں قیدی اپنی قید سے بے خبر ہیں۔ اور خواب گراں کی حالت میں بادشاہ اپنی دولت سے بے خبر ہیں۔ نہ کسیکو غم فایدہ کا اور نہ اندیشہ نقصان کا اور نہ خیال اِس کا اور نہ اُسکا ہے۔

افضل ہے۔ اس کی ہجوری کا خوف کسی حالت کے آنے و جانے سے نہیں ہوتا۔ جسم رہے یا معدوم ہو جاوے یا دیگر کوئی عجیب وقوعہ آوے۔ ہر حال میں آتما قائم بذات خود ہے۔ اس لئے جو سرور و تسلّی آتم گیان سے مُیسّر ہوتی ہے وہ بھی دائما قائم و جائے گیر ہے۔ جس کی تحصیل سے تمام خواہش دُنیوی و دینی سیر ہو جاتی ہیں۔ کسی چیز کی طرف جو خیال سے موجود ہو کر صُورت تعیّن میں قائم ہو رہی ہے۔ میل نہیں ہوتا برخلاف اس کے دُنیا دار و صاحب اولاد کی خواہش و حرص و ہوا بجائے سیر ہونے کے دائما زیادتی کی طرف مائل و راجع رہتی ہے۔ جسقدر امور دُنیاوی یعنے دولت و اولاد و رتبہ کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ اُسیقدر خواہش تیز ہوتی جاتی ہے جسطرح کہ آتش میں جس قدر ہیزم سوختنی یا روغن وغیرہ ڈالا جاوے۔ اُسقدر شعلہ آور و سوزاں ہوتی ہے۔ ان اشیاء سے سیری اور سیری کی امید رکھنی محض نابینائی و ناعاقبت اندیشی میں داخل ہے۔ اسلئے عاشقان حقیقی نے تمام جہان و مافیہا کو بلکہ بہشت و عرش تک کو خیال سمجھ کر اس سے آئینہ دل کو صاف و پاک کر کے آتم گیان سے جو دائما حاصل ہے۔ مائل کیا ہے۔ اور اب بھی واجب ہے۔ کہ جس کو عشق حق میں شوق صادق ہو وہ ان امور کی موجودگی و ناموجودگی کو کما حقہٗ دریافت کر کے اُن سے دل اُٹھاوے کیونکہ اُن سے دل کو صاف و پاک کر کے آتم گیان کی طرف مائل کرنا اور اُس کو اپنے شوق و محنت و دانش سے درجہ حق الیقین پر پہنچانا سرور سرمدی کو حاصل کرنا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی وسیلہ سے انسان کو نجات و آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں آتما سب کا اپنا آپ ہے۔ اور دائما حاصل و موجود ہے۔ اُس کے حاصل کرنے میں سوائے وہم دوئی کے دُور کرنے کے اور کوئی محنت کرنی نہیں پڑتی اور دیگر اشیاء از قسم دولت و اولاد وغیرہ کے حاصل کرنے میں ہزار ہا طرح کے رنج و تردّدات برداشت کرنے پڑتے ہیں پس

ثابت ہوا۔ کہ اِن تمام اشیاء و مدارج پر آتم گیان کی خصوصیت و فضیلت ہے۔

گُل نوزدہم

موت دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک موت طبعی دوم موت ارادی۔ طبعی وہ ہے۔ جو وقت پر ہر کس پر نازل ہوتی ہے۔ اور ارادی وہ ہے۔ جو حین حیات میں اختیار کی جاوے۔ یعنے نفس کو خیال شہوت و غصہ و طمع و انانیت و تکبر و حسد و غیرت و بُخل و کینہ و بد خُلقی وغیرہ شیطانی عادات سے باز رکھکر شناخت الٰہی میں مائل کیا جاوے اور جو جو مصائب و مُشقتیں راہ حق میں درپیش ہوتی ہیں۔ اُن کو بخوشی برداشت کر کے واصل بحق ہووے جو شخص موت ارادی کو اختیار کرتا ہے۔ اُس کو موت طبعی سے سر مُو بھی خوف نہیں۔

بقول دانا۔ ؎

یابد ز اجل چاشنیٔ قند مکرر　　در زندگی آں کس کہ بمیرد بہ ارادہ

انسان وہ ہے۔ جو موت ارادی کو اختیار کر کے خود شناس ہو اور تعلق ظاہری سے دل کو صاف کر کے حق سے واصل ہو کر اپنی عمر کو بسر کرے۔ اُس کا جنم مفید مطلب ہے ورنہ تمام مخلوقات مثل کیڑوں کے پیدا ہو کر مرتے ہیں۔

گُل بستم

میری رائے میں تو تمام جہان کافر یعنے بے ایمان و خیانت دار ہو رہا ہے۔ کیونکہ سب کوئی کہتا ہے۔ کہ یہ میرا گھر ہے۔ یہ میرا اسباب ہے۔ یہ میری دولت ہے یہ میری جائداد ہے۔ ایشور جو سارے جگت کا مالک ہے۔ اُس کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ سارے

ؔ اسکو موت سے قند مکرر کی چاشنی حاصل ہوتی ہے۔ جو کہ حالت زیست میں ارادتاً مر جاوے۔ یعنے جو شخص زندگی کی حالت میں آپ کو مردہ وش بناوے۔ وہ موت طبعی سے قند مکرر کی طرح خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہو جاتا ہے۔

اپنے اپنے گھر میں ایشور بنے ہوئے ہیں۔ دیکھئے یہی باعث ہے۔ کہ جیو دُکھ پا رہے ہیں۔ کیونکہ امانت میں خیانت کر کے اصل مالک ایشور کو درمیان سے اٹھا کر خود مالک بن گئے ہیں۔ اور ہزارہا قسم کے تنازعہ وغیرہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جو چیز میری پیدائش سے اوّل تھی۔ اور مرگ کے بعد بھی رہیگی۔ میں اُس کی موجودگی میں پیدا ہوا ہوں اور پھر اُس کے ہوتے ہی چلا جاتا ہوں۔ پس میں اُس کا مالک کس طرح ہوں۔ اُس کا مالک وہ ہونا چاہیئے۔ جو اُس کے یعنے جہان کی پیدائش سے اوّل تھا۔ اور جہان کی فناہ کے بعد قایم رہیگا۔ سو ایشور ہے۔ ہم تمام لوگ مثل چرندوں و پرندوں کے اِس جہان میں عارضی صورت سے گذارہ کر کے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر ہمارے جیسے بیشمار ہوئے ہیں۔ اور ہونگے۔ ملکیت کس کی بن سکتی ہے۔ سو یہ غفلت انسان کو باعث گرفتاری ہے۔ کوئی شخص اگر خواب کا سامان دیکھ کر آپ کو اُس کا مالک مانے تو وہ مُورکھ ہے کیونکہ حالت بیداری میں اُس کی ملکیت اور سامان دُور ہو جاویگا۔ یہ تمام توہُّم طوفان و وہم باطل ہے۔ پرماتما کے اگیان سے یہ جہان یقین ہو رہا ہے۔ ورنہ نہ کوئی جہان ہے۔ اور نہ کوئی جہان کا سامان ہے۔ مُکت وُہی ہے۔ جو کسی چیز میں محبت یعنے مَیں۔ میری نہیں کرتا۔ بلکہ سریر تک بھی اپنا نہیں سمجھتا۔ آپ کو سب سے الگ اور سب کا شاہد ست چت آنند رُوپ جانتا ہے۔ اور کسی حال میں شاداں و غمگین نہیں ہوتا۔ نفع و نقصان کو برابر دوست و دشمن۔ اپنا و بیگانہ۔ زر و خاک زہر و آبحیات۔ بادشاہ و غریب کو یکساں جانتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ مدعا کی حصولی و غیر حصولی میں برابر رہتا ہے۔ پرا ربدہ کو اپنے سریر کی کارروائی کے واسطے ذریعہ رکھتا ہے۔ ایسا پُرکھ جیون مُکت گیا توان پر بیشر رُوپ ہے۔ ورنہ اپنے آپکو تمام اشخاص اچھا جانتے ہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ میں بُرا ہُوں۔ کیونکہ یہ مَیں انسان کو نہائت ہی خراب کر رہی

ہے۔ جب انسان الٹ کر اپنے اعمالنامہ کو دیکھتا ہے۔ اسوقت اس کو معلوم ہوتا ہے
کہ یہ حال ہے۔ ورنہ دوسروں کے عیب پر نگاہ کر سکتا ہے۔ اور اپنے عیب کو نہیں دیکھ
سکتا۔ اسلئے چاہ غفلت میں گرفتار ہو کر مثل سبوچہ چرخ چاہ بار بار پیدا ہوتا ہے
اور مرتا ہے۔ دیکھنے میں سارے انسان ہیں۔ لیکن انسانیت بہت دور ہے۔ انسان
میں چار قسم کی عادات ہوتی ہیں۔ تین عادات یعنے شہوت و طمع و غصہ شیر و سور و سگ
کی ہیں۔ اور ایک عادت دانش انسان کی ہے۔ سو دانش کو کوئی کوئی برتتا ہے۔
ورنہ حیوانوں کی عادات میں اپنی نقدی عمر کو برباد کر رہے ہیں۔

گل اکیس

جسم دائما مورد صحت و بیماری ہے۔ اور چھ اقسام کے عیوب سے معیوب ہے جنم
میں آنا۔ پیدا ہونا۔ لڑکپن۔ جوانی۔ پیری۔ ناش ہو جانا۔ پس ان سے ثابت ہوتا ہے
کہ یہ دائما تغیر و تبدیل پذیر ہے۔ جو چیز ایک حالت پر قائم نہ رہے۔ اس کو فانی کہتے
ہیں۔ پس اس نے ایک روز صورت ہستی سے صورت نیستی میں مبتدل ہونا ہے اور
آتما تمام عیوب سے مبرا یکساں ست چت آنند روپ ہے۔ اس کے دکھ سکھ سے آتما
میں کسی قسم کا خلل نہیں آتا۔ سریر کے چھ دھرم ہیں۔ دکھ۔ سکھ۔ گرسنگی تشنگی جنم
مرن۔ اور آتما ان تمام سے فارغ سب کا شاہد ہے۔ کیونکہ دکھ اور سکھ من کے
دھرم ہیں۔ گرسنگی و تشنگی پران کے دھرم ہیں اور جنم و مرن جسم کے دھرم ہیں۔ اور
آتما ان تینوں میں سے کوئی نہیں۔ بلکہ من و پران و سریر سے جدا گیان سروپ ساکھی شاہد
ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ آتما دائما ایک حالت پر رہنے سے باقی اور بے زوال ہے۔ اور
سب کا سروپ آتما ہے۔ لیکن اگیان سے آپ کو جسم مان کر دکھ میں دکھی سکھ میں سکھی

ہوتا ہے۔ ورنہ نہ کوئی دُکھ ہے۔ اور نہ کوئی سُکھ ہے۔ اِس گیان سے جو اُوپر بیان ہو چکا ہے اِس جیو کو مکت حاصل ہوتی ہے۔

گُل بائیس

عمر سے جو تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ وُہ انسان کے لئے ایک ایسا مُمِد ہوتا ہے کہ اوقات انقلاب میں اِس کو لغزش سے باز رکھ کر مُستقیم المزاج رکھتا ہے۔ اور خصوص سوائے حوصلہ کے کہ جس کا دوسرا لفظ صبر ہے۔ اور کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ جسم کی ترکیب ضدین سے ہے۔ ہمیشہ اُن کا آپس میں مقابلہ ہے۔ جبتک اُن کی صُلح ہے۔ تب تک زندگی ہے۔ اور جب ان میں سے کوئی سرکش ہوا۔ اُس وقت حالت مرگ ہوتی ہے۔ اور اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو ایک ایک نفس پر حیاتی اور مرگ آپس میں مقابلہ کرتی ہیں یعنے کہ جب دم باہر نکلتا ہے۔ یہ نشان موت ہے۔ اگر وہی دم اُلٹ کر اندر نہ آوے۔ تو کام تمام ہے۔ اور جب اندر آتا ہے۔ یہ نشان حیات ہے۔ پس جب ایسا نازک معاملہ ہے کہ ہوائی ترازو میں مرگ و حیات وزن ہوتے ہیں۔ تو جسم پر بھروسہ کرنا محض نادانی و غفلت ہے۔ حسب قول دانا۔ **فرد**

غافل ز احتیاطِ نفس یک نفس مباش ؎[1] شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

دوہرا

سواس سواس ہر نام جپ برتھا سواس نہ کھوئے ؎ کیا جانو جو انت کا یہی سواس مت ہوئے

جس حال میں گُذرے سو واہ واہ۔ اگرچہ مرگ کو اِس جہاں میں کوئی پسند نہیں کرتا۔ لیکن عارفان کی رائے میں یہ حالت ذریعہ وصال آلہی ہے۔ مگر ہر دو صورتوں میں گیانی کو فائدہ ہے۔ جیتے جی جیون مکت ہے۔ اور مرنے پر بدیہہ مکت ہو کر پرماتما

[1] نفس کی احتیاط سے ایک دم بھی غافل نہ ہو۔ شاید یہی دم آخر کا دم ہو۔

سروپ ہوتا ہے۔ دیکھئے جسم بھی گورو ہے۔ کیونکہ اس سے ہر وقت ہدائت ہوتی رہتی ہے۔ اس کی بیماری بھی عبادت عظیم ہے۔

گُلِ ششم

اُلفت رکھنے سے سوائے حسرت اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بیوفائی۔ مطلب پرستی۔ خود غرضی۔ خلاف گوئی۔ سیاہ دلی۔ غیریت وغیرہ۔ اس جہان میں ارکین سلطنت ہیں۔ اس پر امید وفا وصفار کھنی دیدہ و دانستہ اپنے لئے دُشمن خونخوار پیدا کرنا ہے۔ ہرگز دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے وفا اور امداد کی اُمید نہیں۔ چنانچہ۔ بیت

وفا طلب[1] بجہانِ فنا نبایدشد　　امیدوار باین بے وفا نبایدشد

مطلب پر اور حالت آسودگی وصحت میں چار اطراف گرد اگرد رہتے ہیں۔ لیکن جب مطلب ہوچکا تو پھر تو کہاں اور میں کہاں۔ فرد

آزمائش کی جو سب سے ہیں سبھی مطلب پرست　　غرض پر با چاپلوسی بنتے ہیں آ مہرباں
ہوچکا مطلب تو جاتے ہیں مثال گردباد　　پھر نہ پوچھیں کون تھا تو نام کیا تھا کیا نشاں

پس اپنا اور بیگانہ یکساں ہیں۔ بلکہ بیگانہ آشنا ہے۔ اور یگانہ دُشمن ہے۔ بیگانہ ہمارا وقت ضائع کرتا ہے۔ نہ خیال کو پریشان کرتا ہے۔ اور نہ دولت کا شریک ہوتا ہے۔ ہر طرح سے آسودگی بخش ہے برخلاف اس کے یگانہ ہمارے وقت عزیز و دل پاک اور دولت تینوں کو برباد کرتا ہے۔ پس دوست دُشمن ہے۔ اور دُشمن دوست ہے۔ غفلت سے انسان کو تمیز نہیں ہے۔ بگاڑنا اور سنوارنا ان لوگوں کے ساتھ یکساں ہے۔ آخرکار سب سے بگڑیگی۔ یہ خیال کچھ بھی نہیں محض فضول ہے۔ سب سے فارغ ہو کر اپنے سروپ میں مگن رہنا ہی افضل ہے۔

[1] وفا کا طلبگار اس جہان فانی سے نہ ہونا چاہئے۔ اور اس بے وفا پر وفائی امید نہ رکھنی چاہئے۔

گلِ چوبیس

ذات بری از صفات قائم بالذات محیط کل عالم میں خیال انتقال مقام واظہار طالع نافرجام ویقین تقلیدی اوہام وتصور موجودگی اجسام عدم فہمید ذات فارغ از آغاز وانجام سے ہے۔ دیدنی خواب ہے۔ نہ کوئی مائی ہے نہ باپ ہے تماشائے خواب سے بیندہ خواب کو آلائش کہاں۔ اگر ہو تو عدم واقفیت اصلیت ہے۔ بادشاہی کو پا جا بجا نقارہ حکومت بجا۔ خوشی میں آپھولا پھولا سماتا نہیں۔ آپ کو بھول دیدنی خواب پر پھول نابود کو بود مان رہا ہے۔ بیداری میں معلوم ہوگا۔ حسرت وافسوس سے ہاتھ مَل مَل روئے گا۔ نقدی حیات کو دیدہ دانستہ ضائع کرکے مثل دزد زدہ کے ہائے ہائے پکاریگا۔ لذّاتِ نفسانی معدنِ حسرت وپریشانی ہیں۔ ظاہر اشکر آلود باطن میں زہر آمود۔ کھاتے ہی جان کو بیجان کرکے مثل جسم کے مُردہ بنادیتی ہیں۔ یعنے سوائے لذات جسمانی وتکمیل خواہش نفسانی کے طاقت روحانی اور طرف شاغل نہیں ہوسکتی۔ افسوس صد افسوس کہ ایسی طاقت کو کہ جس کے ذریعہ چشم زدن میں فرش ناسوت سے عرش لاہوت پر پرواز ہو اور آلودگی خاک سے پاک ہو۔ حصولی اسباب فانی ولذایذ شیطانی میں صرف کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ خیال کے توسن کو عنان دانش دے۔ زین جمعیت خاطری ڈال۔ اور تنگ ضبط حواس سے کس۔ چابک شغل حق پشت پریشانی پر مار کر۔ راہ حق میں۔ رفتار یقین سے چلاوے۔ منازل علم الیقین، وعین الیقین کو طے کرکے حق الیقین پر استقامت پذیر ہو۔ موالغات سے پرہیز ....

اور دشمنوں سے گریز۔ خود غرضی میں آمیز۔ قطع مسافت میں تیز اس سفر کو پورا کرے۔ ہمیشہ اپنے عادات کو آئینہ محاسبہ میں دیکھکر اُس کو اصلاح کرے۔ صحبت جہلاء سے بالکل

اجتناب اختیار کرے۔ **فرد**

زاحمقاں بگریز چوں عیسےٰ گریخت　　صحبتِ احمق بسے خوں ہا بریخت

وحدت میں سکونت پذیر ہو۔ زبان وچشم وگوش کو بند کرکے آئینہ خود شناسی میں اپنا مشاہدہ آپ کرے۔ آنکھ کو دوبینی سے باندھے۔ گوش کو مدح وذم کی شنید سے پٹ دے۔ لب کو لغو گوئی دنیا سے بند کرے۔ جسم کے ظاہری حواس میں یہی تین آلہ عظیم ہیں۔ جب ان کی اس صورت سے آراستگی وترتیب ہوئی تو باطنی حواس وفکرو دل و قیاس وفہم وگمان بھی آراستہ ہو جاوینگے۔ گفتار مثل کردار ہو نہ کہ گفتار دیگرو کردار دیگر۔ **فرد**

توآں روز صائب زارباب حالی　　کہ سازی تو گفتار کردار خود را

دیگر

ہرکہ دستش بر زباں سبقت کند مرد است　　ورنہ ہر ناقص جوانمرد است در میدانِ لاف

مطلب حصول گیان زندگی کو خوشی سے گذارنے کا ہے۔ سو زندگی اوصاف حمیدہ وجمعیت باطنی سے بخوشی بہ انجام ہوتی ہے۔ حُبِ دولت وخویش واقربا دل سے دور ہو تو آرام ہے۔ **بیت**

فوت شد گراز تو دنیا دشمنے درخاک رفت

دست بر دست ازکفِ افسوس مالیدن چرا

گُل پچیس

سلہ احمقوں سے حضرت عیسےٰ کیطرح بھاگ یعنی پرہیز کر۔ کیونکہ احمقوں کی صحبت نے ہی بہت سی خونریزی کی ہے۔ سلہ صائب کہتا ہے یعنی اپنے من کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ تو اسوقت صاحب حال ہوگا جبکہ اپنے کردار کو اپنی گفتار کے مطابق کریگا۔ سلہ جس شخص کا ہاتھ زبان پر سبقت لیجاتا ہے یعنی کہتا کم ہے تھوڑا اور کرتا ہے وہ بہت ہی مرد ہے۔ ورنہ لاف زنی کے میدان میں ہر ناقص یعنی ناکارہ بھی جوانمرد بنا ہوا ہے سلہ اگر دنیا تجھ سے فوت ہوگئی۔ یعنی جاتی رہی تو تو یہ سمجھ کہ دشمن فنا ہو کر دفن ہو گیا۔ پس کس واسطے افسوس کے ہاتھ ملتا ہے۔

جس کام میں خواہش اور تدارک کیا جاوے۔ اُس کام میں ہرج اور سردردی ہوتی ہے۔ اور جو کام خود بخود بے خواہش اور بے تدارک ہو جاوے وہ باعث آرام ہوتا ہے۔ انسان کو اپنے خیالات نے پست ہمت کر رکھا ہے۔ ورنہ تمام صاحب قوت وہمت ہیں۔ خواہش کے زیر ہو کر اشیاء خیالی کی تحصیل میں اپنی طاقت جسمانی وہمت روحانی صرف کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ نقدی حیات کو ضائع کر کے دستِ افسوس ملتے ہیں۔ آجتک کوئی ایسا شخص نہیں ہوا۔ جو اپنی خواہش کی پیروی کر کے مسرور ہوا ہو یا اپنی ہوس کی تکمیل میں کامیاب ہوا ہو۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو محنت اور سردردی جو امورات دنیاوی کے لئے برداشت کی جاتی ہیں۔ محض بے سود ہے اور اگر غور سے دیکھیں تو کسی کام کے بگڑنے یا سنورنے سے مغموم یا مسرور ہونا نہیں بنتا۔ جب جسم جس کے لئے تمام سامان ہیا کیا گیا ہے۔ اپنی حالت میں قائم نہیں رہتا۔ تو اور اشیاء کی کیا کہنی ہے۔ انسان کو اہنکار یعنے فخر نے حقیر اور ذلیل کیا ہوا ہے۔ دیکھئے جو شخص آپ کو کچھ مانتا ہے۔ جب اُسکی مرضی موافق کوئی کام نہ ہو۔ تو اُس کو رنج پیدا ہوتا ہے۔ اور اُس رنج سے غصّہ نمودار ہوتا ہے جس کی نمود سے تمام عیوب باطنی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ سب کو اُس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی اُس کی صحبت پسند نہیں کرتا۔ اگر بزرگ ہے تو حقیر ہو جاتا ہے ؛

گُل چھبیس

غصّہ زہر سے بھی زیادہ تر قاتل ہے کیونکہ غصہ جس سینہ میں نمودار ہوتا ہے۔ اُس کو جلاتا ہے۔ اور زہر جہاں سے پیدا ہو۔ یا جس کے ہاتھ سے دی جاوے اُس کو اثر نہیں کرتی دوسرے پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔ پس ایسی دُکھ دینے والی اور حقیر کرنے

والی عادت کو دل سے دُور کرنا نہایت ہی انسب ہے۔

فرد

خشم[1] است خوردنِ من عیب است پوششم	این است از زمانہ لباس و غذا مرا

پردہ پوش اور بُردبار ہر کسی کو عزیز ہوتا ہے۔ خدا کو سب کوئی عزیز جانتا ہے۔ اور اپنا مُونس غمگسار جان کر اُس سے دلی مُراد کا مُستدعی ہوتا ہے۔ سو وجہ یہ ہے۔ کہ خدا پردہ پوش اور غفور و رحیم ہے۔ اگر بندوں کی خطا کی طرف خیال کر کے خطا چینی کرے۔ تو بندوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ بندہ اگر پردہ پوشی اور بردباری اختیار کرے۔ تو درجہ اعلےٰ پاوے۔ ایک دفعہ ایک سنیت فقیر نے خدا سے استدعا کی تھی کہ یا باریتعالےٰ مجھ کو فرشتوں کے ہمراہ اڑنے کی طاقت حاصل ہو۔ حُکم ہوا کہ پانچ خصائل تو اپنے میں پیدا کر۔ اُسوقت تیرا درجہ فرشتوں تک بلکہ اُن سے زیادہ ہوگا۔ اُسنے پُوچھا وہ کون عادات ہیں۔ ارشاد ہوا۔ اوّل تواضع مانند روئے زمین۔ دوم شفقت مانند آفتاب۔ سوم سخاوت مانند دریائے رواں۔ چہارم حلم مانند مُردہ۔ پنجم پردہ پوشی مانند شب۔ جس شخص میں یہ خصائل ہیں وہ فرشتہ ہے۔ فرشتہ کیا۔ وہ ذاتِ خدا ہے عادات سے انسان کو رزالت یعنے درجہ بندگی اور عادات سے اسکو درجہ شرافت یعنے درجہ خدائی حاصل ہوتا ہے۔ پس عادات کو آراستہ کرنا۔ کار دانشمنداں ہے۔ خُوش خلقی سے اگر برتاؤ رکھا جاوے۔ تو کیا اچھا ہے۔ نقصان تو ہوا لیکن دل کی شکست کا اختیار کرنا واجب ہے۔ اور سب کام درست ہو جاتا ہے دل ٹُوٹا ہوا پھر نہیں بن سکتا۔ اس لیئے خاطر آزاری سے پرہیز اور احتیاط کرنا چاہیئے کس چیز کے واسطے ہم غُصہ ہوتے ہیں۔ ایک روز ایسا ہوگا۔ کہ ہماری سب شے دوسروں کے تصرف میں آجاویگی جس طرح چاہینگے کرینگے۔ اُس وقت ہمارا غُصہ کہاں اور

---

[1] یعنے میں میری خوراک غُصہ کو کھانا یعنے ضبط کرنا اور میری پوشاک دوسروں کی عیب پوشی کرنا ہے۔

کس پر ہو گا۔ پس ہم کیوں چند روزہ عمر کو تلخ کر رہے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنی یادگار کو بگاڑ رہے ہیں۔ مناسب ہے۔ کہ جس وقت غصہ آوے۔ اُس وقت غور کرکے مآل اندیشی کرے۔ اور تامل کرے تو ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ایسی معلوم ہو جاویگی۔ جس سے ثابت ہو گا۔ کہ غصہ کرنا محض بے سود ہے۔ کام تے ایسا ہی ہونا تھا۔

گُل ستائیس

میں سمجھتا ہوں۔ کہ انسان پر جسقدر بلایائے شہوت و خشم و طمع و اُلفت و انانیت کی طفیل سے نازل ہوتی ہیں۔ وہ سب فراموشی اصلیت خود و غفلت سے وارد ہوتی ہیں۔ اگر انسان ہر وقت اپنے سروپ میں سا و دہان یعنے اپنی ذات پاک میں قائم رہے۔ تو کوئی بلا اس پر نازل نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز اس کو بغزش دے سکتی ہے۔ پس مناسب ہے کہ دائما اپنے آنند سروپ میں مگن رہے۔ کیا ضرورت ہے کہ خیال باہر کی طرف نکال کر دوسروں کی عیب چینی میں مصروف ہو اور ان کے گناہ و صواب کا شریک ہووے اور اپنی عادت بگاڑ کر تمام عمر مغلوب پریشانی خاطر رہے۔ میری دانست میں مناسب ہے۔ کہ سب کو گوبند روپ جان کر کسی کے کردار کی شکایت کرنی مناسب نہیں۔ یا سب کو تماشائے خواب جان کر دل سے بھلا دینا واجب ہے۔ بقول دانا۔

ہوش چشم ز اد ضاع روزگار کہ نیست
لباس عافیتے بہ ز چشم پوشیدن[1]

اپنے کام سے غرض رکھنا چاہیئے۔ دوسروں کے ساتھ کیا غرض ہے عمل عمل ہی ہے۔ ہمیشہ اپنے اعمال کو آئینہ محاسبہ میں دیکھنا واجب ہے۔ نہ کہ غیروں کے۔ یہ تند طوفان دانشمند کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا۔ نادان اسی میں گرفتار ہیں۔

[1] حالات زمانہ سے چشم پوشی کر کیونکہ اور کوئی لباس عافیت چشم پوشی سے بہتر نہیں ہے۔

اس میں کیا پڑا ہے۔ دیکھئے موسم گرما میں کیا دھوپ ہوتی ہے۔ جسم مثل دانہ بریاں
کے سوختہ ہوا جاتا ہے۔ یہ تو حال اس جہان کا ہے۔ سوائے اپنے سروپ آنند کے کوئی
حالت یا موسم آرام دہ نہیں۔ تغیر و تبدل دور کن عظیم اس ہنگامہ بے بنیاد کے ہیں۔
انسان کو چکر پر چڑھا کر گردش شب و روز میں مصروف رکھتے ہیں۔ وہی کام۔ وہی
طعام۔ وہی صبح۔ وہی شام۔ بار بار انہیں اشیاء کا برتاؤ۔ انہیں لوگوں سے میل
ملاقات۔ وہی خیالات پس اسی میں نابینا ہو کر غفلت کے رشتہ سے باندھے ہوئے اپنے
وقت کو گذار رہے ہیں۔ دانائی تو یہ ہے۔ کہ اس چکر سے برداشتہ ہو کر وقت گذاری کرے۔
جو شخص دانا آپ کو اس جسم اور جسم کے کارخانہ سے جدا مانتا ہے۔ وہ آنند سروپ ہے۔
آپکو جسم کے تعلق سے پیوست کرنا ہی بندش ہے۔ اور جسم سے بے تعلق رہنا ہی
مکتی ہے۔ پس اس معدن عیوب جسم کو نیست و نابود جانکر اسکی دوستی اور پیوند
سے طلاق دینا ہی دیدنی ہے۔ باقی جو رہے اسکو ست سروپ اپنا آپ سمجھنا +

گل اٹھائیس

ضرور جس قدر بدن میں ضعف بڑھتا جاتا ہے۔ اسی قدر طاقت سرانجامی کار
و بار دنیا کم ہوتی جاتی ہے۔ اس میں بھی ایک حکمت حکیم ازلی نے رکھی ہے۔ یعنے یہ
کہ اگر انسان کی طاقت ہزار سال تک بحال رہتی۔ اور حواس و قواعد درست و بجا
رہتے تو ہرگز کار و بار دنیا یا الفت مال و اولاد و شہوت سے نافر ہو کر دست بردار
نہ ہوتا۔ اس لئے قاعدہ ازلی سے جسم انسانی کو پانچ حالات پر منقسم کیا گیا ہے۔ اوّل
بصورت نطفہ رحم میں داخل ہو کر بصورت طفل ہونا۔ دوئم۔ طفولیت یعنے شیرخواری
سے تا سن بلوغت۔ سوئم۔ جوانی۔ چہارم پیری۔ پنجم مرگ۔ ان حالات کی تبدیلی سے

کاروبارِ دُنیا میں وبدن کی توانائی میں بھی کمی وبیشی کا اثر نمودار ہوتا ہے جس قدر درجہ نزول پاتا ہے۔ اُسی قدر ہمت جسمانی کم ہوتی ہے۔ اور جس قدر کمی ہوتی ہے اُسی قدر اس طرف سے کنارہ کش ہوکر طالب آرام ہوتا ہے۔ پس ضعف بھی سرد دیدہائے زمانے سے وسیلہ نجات کا ہے۔ اور اس سے بڑھکر جب حالت مرگ نازل ہوتی ہے۔ اُس وقت تمام جھگڑے طے ہوکر درجہ اتمام پر پہنچتے ہیں۔ غرضیکہ جسقدر طاقت جسمانی کم ہوتی ہے۔ اُوسیقدر سکون زیادہ ہوتا ہے۔ اور جسقدر سکون زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر آرام متصور ہے۔ بمصداق سُخن دانا۔ **فرد**

دویدن رفتن استادن نشستن خفتن مُردن ۔ بقدر ہر سکوں راحت بود بنگر تفاوت را [1]

مگر ایک شرط آرام دلی کے لئے یہ ہے۔ کہ جسقدر عمر مُسن ہوتی جاوے۔ اوسیقدر رشتۂ اُلفت ودام طمع کو قطع کرتا جاوے۔ تو اخیر میں اس قدر آرام حاصل کرتا ہے کہ اگر اُس کو دارالآرام یا دارالامن کہا جاوے۔ تو مُناسب آتا ہے۔ ورنہ برخلاف اس کے دارالعذاب ہوتا ہے۔

گُل اُنتیس

موت طبعی سے انسان تکالیف جسمانی ووسوسہ روحانی سے رُستگاری نہیں پاسکتا۔ ہاں اگر حین حیات میں موت ارادی کو بذریعہ دانش کامل اپنے اُوپر وارد کرکے قطع تعلق جسمانی کرے۔ توضرور حسن آرام کے لئے یہ موت طبعی کی آرزو کرتا ہے۔ اور وہ بغیر وقت معہود میسر نہیں ہوسکتی۔ اس موت ارادی کے بمقتضائے **مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا**۔ وہ آرام حاصل کرتا ہے۔ موت ارادی سے مُراد

[1] ہر سکون کے مطابق راحت ہوتی ہے یعنے جتنا جتنا ٹھہراؤ ہو آرام ہوتا ہے۔ دیکھیے اس فرق کو دوڑنے سے چلنے میں آرام ہے۔ اور چلنے کی نسبت کھڑا ہونے میں کھڑا ہونے کی نسبت بیٹھنے میں اور بیٹھنے کی نسبت سونے میں اور سونے کی نسبت مرنے میں۔

تبدیل اوصاف وتمیز حق و باطل و اختیار صبر وشکر و آزادگی و تسلیم و دم و دم نازدن
و فتح بر نفس امارہ و شناخت ایزد تعالےٰ و معرفت روح و دریافت پاکی روح و تمیز بہ
روح و جسم اور ترک شہوت و طمع و خشم و الفت و انانیت ہے۔ اور مثل مردہ خوب و
زشت اوضاع زمانہ سے چشم پوش رہنا۔ بیخود ہوکر اس دار ناپائیدار میں بہ آرام اپنا تعلق
جسمانی قطع کر سکتا ہے۔ ورنہ سوائے اس کے اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ اگر بدوں معرفت
اس جسم کو چھوڑا تو آگے پھر وہی گرفتاری ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ جیتے جی حالت موت کو
اپنے اوپر وارد کر کے چاشنی آرام کا ذائقہ لیوے۔ موجودگی جسم غنیمت ہے۔ ہر قسم کا
درجہ ہم اسی جگہ حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا بحر غفلت میں جسم ہم کو کشتی ملی ہے۔ کہ اس پر
سوار ہو کر بذریعہ باد نامرادی و سوغان دانش حقیقی اور صحبت عارف و شوق صادق
کے چپے لگا کر۔ بادبان فراغت از تعلق جسمانی کھڑا کر کے ملاحان فکر و قیاس۔ یقین وعلم
کو کاربند کر کے رفتار شغل سے۔ کنارہ معرفت کردگار پر صحیح وسلامت پہنچکر لنگر علم الیقین
وعین الیقین ڈال کر۔ استقامت حق الیقین میں مقیم ہو دیں۔ پس جو لوگ اس صورت
سے اس کشتی عنصری کو پاکر اپنی اوقات کا مذکورہ بالا میں صرف کرتے ہیں۔ وہ سرور ابدی
حاصل کر کے ذات میں ذات ہوتے ہیں۔ ورنہ سوائے رنج و تکلیف کے زندگی میں اور پس
مرگ کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ انسان کا قدر و منزلت بھی تب ہوتا ہے۔ جب یہ اپنا قدر خود
پہچانے۔ اگر اس نے اپنی پاکیزگی و لطافت کو چھوڑ کر غلاظت و کثافت کو اختیار کیا تو پھر
قدر کیا۔ اور منزلت کہاں۔ خود کردہ را چہ علاج۔ بیغرض و کم گو۔ و پردہ پوش و حلیم
و فارغ از کار بار دنیا سے ہر کوئی لحاظ رکھتا ہے۔ ورنہ کون کس کو جانتا ہے۔ آلودگی دنیا
و گرفتاری تعلق سے انسان اپنی دانش حقیقی کو ہاتھ سے دیکر مثل مفلس بے زر ذلیل و
خوار ہو جاتا ہے۔ جوانی کے ایام ہوا و ہوس میں ضائع کر کے پیری میں آہ و افسوس نکالی

نکال کر روتا ہے۔ بھلا اب کیا ہوتا ہے۔ ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

البتہ اگر اب بھی اپنی خود روی چھوڑ کر عارفان کے ارشاد کی تعمیل کرے۔ تو فی الفور اس غم آباد جہان سے رستگاری نصیب ہوتی ہے۔ لیکن ایسا سلیم الطبع یہ کہاں سے آیا۔ اس کے دماغ میں تو یہ سمایا ہوا ہے۔ کہ میں نے فلانہ زمانہ دیکھا۔ یہ کام کئے۔ اسقدر دولت حاصل کی۔ اولاد والا ہوں۔ میرا نام بڑا ہے۔ میں بڑا عاقل ہوں۔ میری تدبیر کے برابر کسی کی تدبیر نہیں۔ میں بزرگ ہوں۔ جو کچھ پیش کریگا۔ دیکھا جاویگا۔ ان خیالات سے کیا حاصل ہوگا۔ صرف رنج و تکلیف برداشت کر کے خالی ہاتھ چلا جاویگا۔ پس جسقدر ہو سکے۔ اس غفلت کی نیند سے بیدار ہونا ہی واجب ہے۔ اگر کوئی شخص ہم سے نفرت کرتا ہے۔ یا قدر و منزلت پوری پوری نہیں کرتا۔ تو گویا ہم کو قطع تعلق کی ہدائت کرتا ہے۔ پس اس کو اپنا ہادی مان کر اس سے برکنار ہونا واجب ہے۔

گل تیس

زندگی کا بھروسہ کچھ نہیں۔ اگر کچھ عرصہ گوشہ فراغت و بے انتظاری میں بسر ہو تو لذت زندگی ہے۔ ورنہ تمام عمر خیالات واہی میں نقدی حیات ضائع کرنی۔ پھر خالی ہاتھوں اس دار ناپائیدار سے کوچ کر جانا۔ گویا نتیجہ ندامت و عذاب حاصل کرنا ہے اگر لوقت فرصت دل شناخت ایزدی کی طرف مائل ہو کر صحبت عارفاں و مطالعہ کتب مقدس و مجاہدہ برائے صفائی قلب و ظفر بر نفس امارہ کرے۔ تو واہ واہ۔ ورنہ اگر اسی طرح آرام سے گوشہ میں گذرے تو بھی اچھا ہے۔ مگر تمام عمر خیالات مجازی میں اس گمان سے کہ کسی اعلا درجہ پر پہنچ جاؤں اور میرا نام اس ذریعہ سے شہرہ

آفاق ہو صرف کرنی۔ میری رائے میں دیدہ و دانستہ اپنے لئے چاہِ عمیق کھود کر اُس میں اپنے آپ کو ڈالنا ہے۔ دُنیا کے اعتبارات پر بھُول کر مثل دیوانوں کے تمام عمر لیوچ و ہیچ کی تحصیل میں صرف کرنے سے درگاہ حق میں بیعزتی حاصل ہوتی ہے۔ اِس جہان کا یہ حال ہے۔ کہ جس کو زمانہ اپنے ہاتھ سے پرورش دے کر درجہ بزرگی پر پُہنچاتا ہے۔ پھر اُسی کو اپنے ہاتھ سے پامال کر کے اِس طرح خاک میں ملاتا ہے۔ کہ کوئی نشان باقی نہیں چھوڑتا۔ بڑے بڑے شاہنشاہ و دلبر و دیوتا اوتار و فقیر اِس زمانہ کے ہاتھ سے مثل خس و کاہ آتش نابودی میں سوختہ ہو کر مثل خاکستر بادِ گمنامی سے پریشان ہو گئے ہیں۔ پس ہمارا کیا چارہ ہے۔ ہم تمام لقمۂ مرگ ہیں۔ جس گھڑی ملک الموت پروانہ طلبی لے کر حلقہ زن درِ حیات ہو گا۔ اُس وقت تمام ظرافت و عقلمندی گم ہو جاویگی تمام عمر کا کیا ہوا۔ صدہا طرح کے خیالات اور عالی ہمتی و اقبال مندی خاک ہو جاوینگے جسم مثل خشک لکڑی کے جلکر بھسم ہو جاویگا۔ سو ایسے زور آور دُشمن کے زیر نگاہ ہو کر پھر اُس سے غافل ہونا دانائی سے بعید ہے۔ ہاں اگر انسان اپنی اصلیت کو پہچان کر دُنیا فانی سے اُلفت کو توڑے۔ اور آئینہ دل کو زنگ کدورت دوئی سے پاک کرے اور خیالات واہی سے فارغ ہو کر گوشۂ قناعت و فراغت میں اپنی فرصت کے وقت کو گذارتا ہوُا جسطرح ہو نازاں ہو سکتا ہے۔ مگر اُس کے سوائے دُنیاوی امورات پر نازاں ہونا محض بلندانی ہے اِس دُنیا میں سوائے آزاد الطبع عارف کے اور کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو اِس قسم کی نصیحت کرے۔ سب دُنیا کی صلاح دینے والے ہیں پس مناسب ہے۔ کہ اپنی بہبودی کو زیر نظر رکھکر دُنیاداروں پر پرہیز کرے۔ اور شوق صادق سے دل کو خدمت فقراء میں لگا دے۔ کہ ذریعہ اِس طلسمات کثرت سے نکلنے کا ہے۔ موت کو ہر وقت حاضر جان کر کسی کام میں ایسا مستغرق نہ ہو جاوے۔ کہ اُلفت جسمانی و محبت سینہ میں جوش زن ہو کر شعلہ شہوت و خشم و طمع و اُلفت و کبر پیدا کرے۔ بلکہ واجب ہے۔ کہ ہر روز

صُبح کو جس وقت بیدار ہووے۔ اوّل اپنے سروپ ست چت آنند کو نمسکار کرے۔ اور اِس جسم کو نابود و نمود بے بود یقین کرے۔ مَن کو بخوبی تنبیہ کرے کہ خبردار اپنی اصلیت کو بھُول کر الفت جسمانی سے نابینا نہو جیو۔ خیالات واہی ہیں ہرگز نہ بھُولیو۔ اور تمام موجودات و خیالات و تصورات اسماء و صفات کو دریائے نیستی میں غرق کرے۔ گویا سب کو فناہ کر کے صرف ذات واجب الوجود میں قایم ہو کر اپنی ہستی کو غیریت سے صاف کر کے ہستی حقیقی میں محو کرے۔ اور خود ذات وہاب ہو اپنے آپ میں قائم رہے اِس صورت سے کوئی عرصہ مشق کرے۔ تو کُل کو فناہ کر کے خود بجین حیات باقی ہوگا۔ اور موجودگی حواس و کروبی کار ہائے مُختلف میں اِس کو کسی قسم کی لغزش نہ ہوگی بلکہ سوائے اپنی ذات کے اور کچھ نظر نہ اویگا۔

گُل اکتیس

سوال اوّل۔ آزادگی کے معنے کیا ہیں؟

جواب۔ آزادگی نام فخر کثیف و فخر لطیف سے قطع تعلق کا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے کہ جس کا تعلق ہمیشہ دل سے رہتا ہے۔ جب پیروی نفس امارہ سے دست بردار ہو کر مائل بحق ہوا۔ اور بذریعہ دانش کاملہ کے تعلق جسمانی کو جو دو قسم کا ہے اپنی ذات سے متفرق سمجھ کر قطع کیا اور باقی صرف صرف محض محض عین آپ کو دیکھا۔ اِس کا نام آزادی ہے۔ اِس قسم کی آزادگی تقسیم اقسام سے فارغ واحد ہے کیونکہ آزادی عادات ایزدی ہے۔ اور خُدا قسمت پذیر ہونے سے عادت خدا بھی قسمت پذیر نہیں ہے۔ اور اگر عقل کے رُو سے پُوچھو تو آزادگی تین قسم کی ہے۔ اوّل آزادگی دُنیا۔ دوم آزادگی دین سوم آزادگی دین و دُنیا۔ جو لوگ کاروبار دُنیا سے دست بردار ہو کر اشتغال

دینی میں شغل رکھتے ہیں وہ داخل آزادگی دُنیا ہیں۔ جو لوگ کار دینی سے منہ موڑ کر صرف امورات
دنیاوی کی سرانجامی کو افضل سمجھتے ہیں۔ وہ محروم آزادی دینی میں ہیں۔ جو لوگ دُنیا و
دین کو مثل فرزندانِ عقیمہ یا آب سراب جان کر اُس کی طرف سے دل کو توڑ کر ذاتِ
بے انتہا میں مستغرق و محو رہتے ہیں وہ آزادگی دین و دُنیا سے موصوف ہیں۔ نجات و آزادگی و رُوحی
و مُکت انہیں زبان کے الفاظ کا فرق ہی معنے میں یکساں ہیں یعنی نجات و مُکت ایک معنی رستگاری از بدن بذریعہ
موت رکھتے ہیں اور رُوحی و آزادگی [illegible] سے فراغت از تعلق [illegible] بذریعہ
دانش حقیقی رکھتے ہیں۔ پس حالت جسمانی سے بہ چار الفاظ [illegible] گئے ہیں
ورنہ ان چاروں سے جو معنے مفہوم ہے وہ اقسام الفاظ و تشبیہ اور مساوات خالی ہے

گل بتیس

سوال دوئم حصول آزادگی میں قواعد اور منازل کیا ہیں۔

جواب حصول آزادگی کے لئے صحبت عارفان و مطالعہ کتب عارفان و پیروی
تحقیق فائق بامداد فکر کاملہ ضروریات سے ہیں۔ ان کے شغل سے سات منازل
یعنے تبدیل خیال۔ دانش حقیقی۔ مراقبہ یا جمع خاطر۔ رؤیت بے اختیاری
فنا فی اللہ۔ عین ذات۔ بتدریج ترقی شوق و اعادہ امورات مذکورہ بالا سے
حاصل ہوتی ہیں۔ سب سے اول قاعدہ حصول آزادگی کا تمیز مابین حق و باطل و
ترک باطل و اختیار حق ہے۔ سب سے عمدہ طریقہ اس تمیز کے حاصل کرنے کا
صحبت کاملان ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے خیال کو تعلق دُنیاوی و اُلفت جسمانی سے
روک کر شغل خودشناسی و جمعیت خاطری میں لگا وے۔ تو خود بخود آزادگی ہو جاویگی۔

گل تیئیس

محویت بذات حق وہ حصار ہے جو تیرہائے غفلت مثلاً شہوت و خشم و طمع و آلفت و تکبر کو روکتا ہے۔ گولہائے راحت و رنج و حیات و ممات و سرما و گرما و گرسنگی و تشنگی جس کی دیوار حق الیقین سے ٹھوکر کھا کر مثل پنبہ گر پڑتے ہیں۔ حواس و فکر و قیاس و یقین و گمان کو دخل نہیں۔ آرام و آرام و امن در امن و جمعیت و جمعیت ہے۔ ساکنان اس حصار کو دائما خوشی و طمانیت ہے۔ آفات جسمانی سے سوائے دخول اس حصار کے اور کوئی راہ نجات کا نہیں۔ پریشانی و تفرقہ و وسوسہ و الفت و غم و حسد کو ہرگز راہ نہ دو دائما اپنے من کے نگران رہو۔ غم کو مسند عار اور سبک رفتار جان کر لذات نفسانی میں گرفتار نہ ہو جس قدر تاثیر ہوتی ہے صحبت سے ہوتی ہے اگر صحبت نیک ہو تو نتیجہ نیک ہوتا ہے اور اگر صحبت بد ہو تو نتیجہ بھی بد ہوتا ہے حیوان کو اگر صحبت انسان ہو تو اُس میں عادات انسانی ہویدا ہوتی ہیں۔ اور اگر انسان کو صحبت سوا حیوان ہو تو بعد عرصہ کے حیوان ہو جاتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ صحبت کا خیال ضرور رکھے اور سمجھ کر موافقت کرے ایسا نہ ہو کہ غفلت سے کسی ایسی بد صحبت میں شامل ہو جاوے کہ تمام عمر کے اپنے سابقہ نیک اعمال اور نتیجہ صحبت عارفان کو زائل کر دے۔ ہوشیار رہنا دنیا پر از رہزنان معرفت ہے۔ دیکھنے میں یہ عمدہ اور لطیف ہے لیکن باطن میں غلیظ اور قابل ترک ہے۔ اس عمر جوانی اور آزادی کو غنیمت تصور کرکے صفائی قلب اور استحکام یقین اور آراستگی اخلاق میں بجان و دل کوشش کرو۔ ظاہر آرام سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ باطنی آرام کو محنت کرکے حاصل کرو۔ جسم کے تعلق سے روح پر وہ بلا نازل

ہوئی ہے۔ کہ جس کی زندگی بجز خودشناسی اور قطع تعلق از بدن نہیں ہو سکتی۔ خیال کرو۔ کہ اس خاکی قالب سے اُلفت پذیر ہو کر کہاں سے نزول پا کر کہاں پہنچا ہو کہاں وہ حالت کہ جس میں جائے دم زدن یا گفتن یا شنیدن نہیں۔ اور کہاں یہ حالت۔ کہ ہزارہا عیوب سے معیوب اور بیشمار علتوں سے معلول اور انواع اوصاف سے موصوف ہے۔ کہاں وہ درجہ کہ نہ احتیاج معرفت اور نہ ضرورت عبادت بجز تعمیل خدا نام بندہ۔ اور کہاں یہ رذالت کہ لذات کو ترک کرنا معرفت کو حاصل کرنا معبود کو الگ جانکر عبادت میں مصروف رہنا ہمیشہ آپ کو بندہ جانکر خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہنا۔ کہاں وہ حوصلہ کہ نہ خوف مرگ نہ خواہش حیات۔ نہ حلاوہ سوز ندگی۔ از آتش نہ لرزد بشیر در مارہ عین ذات ہی ذات اور کہاں یہ تنگ غرفی کہ موت کا خوف اور حیات کی خواہش آتش کے جلنے کا خطرہ شیر... سے لرزنا پر از غلاظت وجود پس ایسے ناقص جسم کے تعلق سے جس قدر جلد بیت ہو سکے اسی قدر باعث آرام ہے۔

گل چونتیس

عزیزو یہ ہنگامہ صرف دنیا کا ہے۔ ایسے ہی چلا آتا ہے اس کو دیکھکر مت بھول کوئی شے جو وجود دار موسوم و موصوف ہے پایدار نہیں۔ ایک وقت میں موجود ہوتی ہے اور وقت میں نابود ہو جاوے گی۔ کسی کو قیام نہیں۔ گلشن کا زوال اور جدید کا کمال حسن اپنی اپنی نوبت پر راہ عدم میں قدم زن اور نوخیز باغ وجود میں سرسبز ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس صورت سے سلسلہ کاروبار دنیا جاری چلا آتا ہے۔ ایک مکان میں صد ہا شخص اپنے اپنے وقت پر سکونت پذیر ہو کر اپنا اپنا ملک ظاہر کرتے

... ور تنازعہ وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ ایک ہی نام سے کئی اشخاص موسوم ہیں
ہر کوئی اپنا اپنا نام سمجھتا ہے۔ دوسرے کا خیال نہیں۔ غرضیکہ جہالت سے
انسان اس بات پر ششدر کہ اور اس سمجھا منزل قدر اپنا نام کر بے سود غم و درد برداشت
کرتا ہے۔ نہ کوئی جہان ہے نہ نام و نشان ہے۔ صرف خیالی طوفان ہے ظاہرا
اگر دیکھیں تو تمام اشیاء ساکن و خاموش اپنے اور بیگانہ کے خیال سے فارغ
نام و صفت کے تعین سے پاک ہیں۔ صرف طاقت خیال جو صرف جنس انسانی
میں موجود ہے۔ تمام کو مختلف اسماء سے موسوم اور مختلف اوصاف سے موصوف
اور انواع عیوب سے معیوب کسی کو مالک کسی کو مملوک مان رہی ہے اگر یہ خیال بھی
ساکن اور خاموش ہو جاوے تو پھر کوئی تنازعہ ہے نہ جھگڑا۔ صلح ہی صلح ہے اور
آرام ہی آرام ہے۔ پس ... ہے کہ اس طاقت خیال کو روکو یعنے حالت انتشار
سے صورت جمعیت میں لاؤ۔

گل پینتیس

ہمت یہ ہے کہ اس عمر شباب میں لذت نفسانی سے منہ موڑ کر تجسس ربانی میں
کمر بستہ ہو دے۔ اگر دل خیالات دنیا سے جو سد راہ شوق ایزدی ہیں پاک ہو تو
ہدایت مرشد اس میں جاگیر ہوتی ہے۔ سو دل دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک صاف۔ دوسرا
ناصاف۔ صاف دل وہ ہے کہ جس میں خواہش فرزند و زر اور فخر وران و اشعرم اور
اور ہوس لذات نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ پر ذات کی جستجو میں متساعی و متدارک رہے۔ ایسے
دل میں ارشاد مرشد ... اسی ہو کر ذریعہ رستگاری ہوتا ہے۔ دوسرا دل
ناصاف وہ ہے کہ جس میں ... خیالات مذکورہ بالا بھرے ہوئے ہوں۔ اس میں

سُخنانِ آبحیاتِ عارفان ہرگز تاثیر نہیں کرتے۔ پس مُناسب ہے۔ کہ اول اپنے
دل کو حبّ دُنیا و اُلفت مُتعلقین و ہوس لذات سے مثل آئینہ صاف کرے
جس قدر تکلیف انسان اس دار ناپائدار میں برداشت کررہا ہے اُسکی وجہ صرف
بیدانشی ہے۔ سو بیدانشی دانش کاملہ سے رفع ہوتی ہے۔ دانش یہ ہے۔ کہ جب
مَن کسی شے کیطرف راغب ہو اُسی وقت اُس وشے کے عیوب کو سوچکر اُس کی
طرف سے باز رکھے۔ اس صورت سے جب ہمہ تن مَن کے روکنے میں مصروفیت
ہوئی تو امید واثق ہے۔ کہ عرصہ قلیل میں اس دُشمن خونخوار پر ظفر حاصل ہوگی۔
کیونکہ مَن بغیر وچار کے کسی اور حیلہ سے زیر نہیں ہوسکتا حسب قول دانا۔ **فرد**

آں خصم نیست نفس کز احساں شود مطیع — غافل مشو کہ تربیتِ شیر مے کُنی

چار سادھن مفصلہ ذیل لکھے جاتے ہیں۔ جنکے عمل سے صفائی باطن اور ادہکاری
گیان حاصل ہوتا ہے۔ سم۔ سنتوکھ۔ وچار۔ ست سنگ۔ سم یعنے مَن کو جگت کی اور
سے ہر وقت روکتے رہنا۔ جسوقت مَن اُٹھے اُسیوقت کمند دانش سے اسکو ضبط کرنا
اور پرماتما کے چنتن میں شاغل رکھنا یہ سادھن معدن آسائش و آرام ہے حسب قول
شاستر "سم پرم سُکھ"۔ سنتوکھ یعنے جو کچھ سر پر تے پرارَبدھ کرکے حاصل ہو اُس پر صابر و
شاکر رہنا۔ کبھی موجودہ حال پر نارضامندی اور غیر موجودہ حال کی ہوس نکرنا تیتھا لابھ سنتوشٹ
رہنا۔ یہ سادھن انسان کو مستغنے اور بے نیاز بناتا ہے۔ حسب قوم شاستر "سنتوکھ
پرلم لابھ"۔ دیگر **بیت**

پا فشردم لب کہ در خاکِ قناعت ہمچو نخل — قسمتم آبے کہ شد خود میدود در ریشہ ام

وچار یعنے یہ سوچنا کہ میں کون ہوں اور برہم کیا ہے اور جگت کیا وستو ہے
ان سوالات کے جوابات کو حل کرنا اسکا نام وچار ہے۔ یہ سادھن عین نورانی و معدن

دریافتگی کمالات ہے۔ حسب قول شاستر "وچار پرم گیان" ست سنگ یعنے جہان ست پرماتما کا تذکرہ اور بھگت کے جو ٹھاپن کا بیان ہو اُس صحبت میں ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھنا۔ سو یہ ست سنگ دو نوع کا ہے۔ ظاہر اور باطن۔ ظاہر یہ ہے۔ کہ برہم گیانی مہاتما پُرش کی خدمت میں جا کر تن و من و دھن نذر کر کے نہایت ہی ادب و خاکساری سے بیٹھنا اور اُن کے سخنان کو گوش ہوش سے سُنکر راست و حق الیقین کرنا۔ اور باطن ست سنگ یہ ہے۔ کہ گوشۂ تنہائی میں تمام خیالات بیرونی سے من کی برتی کو روک کر سخنان شُنیدہ کو وچار کرنا اور اُن کے نتیجہ میں برتی کو قائم کر کے سرور دائمی حاصل کرنا۔ سو یہ سادھن تین سادھن مذکورہ بالا کی مادر ہے یعنی اس سے تمام آگاہی اور کُل واقفیت یا حقیقت شم وستو کہ ۔۔۔ ووچار کی معلوم ہوتی ہے۔ غرضیکہ اس سادھن کو تہ دل سے عمل میں لانے سے کُل سادھن سیدھ ہوتے ہیں اور اس کی فضیلت اظہر من الشمس ہے قول شاستر "دو ست سنگ پرم گت" ہے۔

جن حق محویت حق ہے ۱۲

گل چھتیس

سوال۔ گرہستی کو کیا کرنا چاہیے۔

جواب۔ گرہستی کو چاہیئے کہ سائل کو اپنے دروازہ سے خالی نہ پھیرے مہمان کی تواضع میں کمربستہ تیار رہے ہمیشہ سے خوش خُلقی و سخاوت و خاکساری سے برتے۔ وسیلہ معاش ایسا رکھے کہ جس میں کسی شخص کو تکلیف نہ ہو اور نہ یہ غلط گُناہ سے دامن آلودہ ہو اپنے گھر کو مثل مسافرخانے کے جانے اور متعلقین کو مہمان شب باش تصور کر کے اُن کی اُلفت کے رشتہ سے گرفتار نہ ہو جہاں تک ہو سکے تن و من و دھن کر کے خدمت کرے۔ مال دار ملک میں ہرگز فخر نہ کرے اگر

اس صورت سے کوئی شخص گرہست میں رہے۔ تو وہ جیون مکت ہے ؎

سوال۔ پرستش پرتما و کرم کانڈ سے شاستر کی کیا مراد ہے۔

جواب۔ پرستش پرتما و کرم کانڈ سے شاستروں کی مراد صرف صفائی دل و جمعیت خاطری کی ہے۔ یعنی یہ کہ شبھ کرموں سے انتھکرن شدھ ہوتا ہے سو اس شخص کے لئے ہے کہ جس کو صحبت عارفان حاصل نہیں ہوئی۔ اور نہ شاستر کے وچن سمجھنے کے قابل ہوا ہے۔ جب یہ صحبت مہاتما پرشوں میں وچنوں کو بخوبی سمجھ سکتا ہے پھر اس کو پرستش پرتما و دیگر توہمات کی کچھ ضرورت نہیں۔ جس طرح کہ طفل نادان کو اپنی بہلاوٹ کے لئے۔ گلی یا چوبی کھلونے کی ضرورت ہے۔ سوائے ان کے اس کا دل مغموم رہتا ہے۔ لیکن جب سن بلوغت پر پہنچتا ہے۔ اس وقت اپنے ہمجنس لڑکوں کے ساتھ بلا ضرورت کسی کھلونے کے اپنا دل بہلا سکتا ہے۔ اور جب کسی علم میں ادراک حاصل کرتا ہے تو اس وقت وقت بیکاری کا مطالعہ کتب میں بسر کرتا ہے اسی طرح جب تک انسان کو بالکل جہالت و ضلالت ہے تب تک پرستش پرتما جو کھلونوں کی کھیل ہے بنتی ہے لیکن جب اس کو صحبت عارفان و فہمید سخنان حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت اس کو وہ کھیل مطبوع خاطر نہیں ہوتی۔ پس مناسب ہے کہ دل کو فرمودہ مہاتما پرشوں پر قائم کرے اسمیں کلیان ہوگا۔ اپنے شوق کو درجہ اتم پر پہنچا کر براہ معرفت میں قدم زن ہووے اور سر انانیت کو آستان خاکساری پر سائیدہ کر کے فخر کونین حاصل کرے ؎

گل سینتیس

سوال۔ پراربدھ اور اودم کس کو کہتے ہیں ان میں کیا فرق ہے اور ان میں سے کس

کا آسرا کرنا واجب ہے۔

جواب پرار بدھ اور اوّدم دو الفاظ مختلف ہیں۔ معنی ان کے ایک ہی ہیں یعنے پرار بدھ جنم گذشتہ کا اوّدم ہے اور اوّدم جنم حال کا اوّدم ہے۔ پس پرار بدھ اور اوّدم کو اوّدم ہی جانکر اوّدم میں مصروف رہو۔ سو اوّدم یہ ہے۔ کہ لذات نفسانی سے باز رہکر صحبت عارفان کرو۔ اور اُن کے سخن پر عمل کرو۔ جس طرح ہو سکے مَن کو جیتو سادھ کرو۔ ابیات

غیر حق را امید ہی راہ در حریم دل چرا | میکشی بر صفحۂ ہستی خطِ باطل چرا
از رباطِ تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست | زاد راہ بر نمیداری ازین منزل چرا

دیگر

تا در بوتہ گل بہر آں دادند ایں مہلت | کہ سیمِ ناقص خود را کُنی کامل عیار انجار

دیگر

اگر وطن بمقام رضا توانی کرد | غبار حادثہ را توتیا توانی کرد
کلید قفل اجابت زبان خاموش است | قبول نیست دعا تا دعا توانی کرد

گل اٹھتیں

مَن بڑا چنچل ہے۔ اس کی کسی حالت پر نازاں نہونا چاہئے یہ ایسی لطیف طاقت ہے کہ ایک خیال میں سب سے تارک ہو کر فارغ ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے خیال میں الفت پلشر عدم دُنیاداری میں گرفتار ہو کر پریشان ہوتا ہے جس قدر اس مَن کو اسے اسی

لہ دل کے محل میں سوائے حق کے دوسرے کو رستہ کیوں دیتا ہے ہستی کے صفحہ پر خط باطل کیوں کھینچتا ہے جب بدن کے وجود سے گذر جاوے یعنی وجود کو چھوڑ دیگا۔ تو دوسری ایسی جائے نہیں ہے۔ اس منزل سے زاد راہ یعنی توشہ کے ... [illegible]

بہت زر ناقص چاندی ... میں رکھکر آگ میں ... [illegible]

قدر آرام کی زیادتی حاصل ہوتی ہے۔ اس جگہ نازاں اور متنفر ہونا بعید از دانائی ہے۔
ہزارہا برس گوشہ میں جاگیر ہو کر عبادت حق میں دل و جان سے شاغل رہے ہیں۔ اور
ایک لذت کے دیکھنے میں سب ویراگ اور بھجن بھول گیا ہے۔ اس واسطے دانایان دور
اندیش تمام عمر تا دم واپسین اس خیال کو باہر کیطرف سے روک کر ذات باریتعالےٰ میں
محو رکھتے ہیں۔ من کا جیتنا سوائے معرفت کے اس طرح ناممکن ہے۔ کہ جس طرح کوئلہ بغیر
آتش کے تبدیل رنگ اختیار نہیں کر سکتا۔ پس واجب آیا کہ انسان آتم گیان حاصل کرے
تاکہ ظفر بر نفس امارہ اس کو حاصل ہو۔ جسم انسانی ایسی ترکیب سے مرکب ہے۔ کہ ہمیشہ خطرۂ
رہزنان و آوارگی خاطر درپیش ہے۔ حواس خمسہ جن کو پانچ گیان اندرے کہتے ہیں۔ راستہ
من کے باہر جانے اور لذات نفسانی سے جمع ہونے کا ہے۔ جب تک من نہ روکا جاوے۔ تب
تک اندریوں کا روکنا محال ہے۔ کیونکہ یہ دونو لازم و ملزوم ہیں۔ اور صحبت جسمانی ایسی
ناقص ہے۔ کہ بدوں امداد حواس و تدبیر دل روح کسی کام کرنے کے قابل نہیں ہوتا
اسلئے زیادہ تر دانائی و غور مطلوب ہے۔ کہ ان میں رہ کر ان سے الگ رہے۔ صرف معمولی
کارروائی کے سوائے اور کسی قسم کا کام حواس اور دل سے نہ لیوے۔ ہر وقت ان کو راہ
معرفت میں رواں دواں رکھے۔ تب بعد عرصے کے ان ہر دو دشمنوں پر ظفر پا کر جسم ملک
کا بادشاہ ہو کر بے خوف حکومت کرتا ہے۔ آتما کو پہچاننا جسم سے الگ رہنا عمدہ طریقہ
حصولی ظفر کا ہے۔ اپنے پرُکھارتھ سے تمام امورات حاصل ہوتے ہیں۔ ضرور تاثیر نطفہ
بھی ہوتی ہے۔ مگر اثر صحبت اور اپنا پرُکھارتھ بہت ہی زور آور ہوتا ہے۔ جو کچھ حاصل ہوا
مہاتما کی صحبت اور اُن کی ہدائیت پر عمل کرنے سے ہوا پس صحبت کرے اور فائدہ اٹھاوے

گل اوفتالیس

سوال - گرہست میں رہکر انسان کو کس طرح برتنا چاہیئے۔ کہ پرمانند بھی قائم رہے اور گرہست کا ویوہار بھی پُورن ہو۔

جواب - جب اس کو یقین کامل ہُوا ہے۔ کہ میں تمام تعلقات سے فارغ اور تمام افعال سے برتر ہوں اُس وقت اُس کو چاہیئے۔ کہ تمام متعلقین کے ہوتے اُن کی محبّت سے پاک رہے۔ سب کو اپنا آتما جانے یا خواب کے رشتہ داروں کی مانند جانے ان دو میں سے جس طریق کو موافق طبع پسند کرے وہی طریق اُس کی خلاصی کے لئے مکتفی ہے سو شناخت اس کی یہ ہے۔ کہ جب کوئی رشتہ دار بیمار ہو یا سفر میں چلا جاوے۔ یا جامہ تن کو چھوڑ کر عدم میں جاوے۔ اُس وقت اس کا خیال مغموم یا مشوّش نہ ہو۔ اور جب کوئی رشتہ دار صحت یاب ہو۔ یا بعد مُدّت کے آکر ملے یا حالت نزع سے بچکر پھر صحیح و سلامت ہو اُس میں اس کا خیال نہ مسرُور ہو اور نہ مغرور ہو یعنے ہر حال میں یکساں رہے۔ یہ طریق امتحان اُلفت سے پاک ہونے کا ہے۔ دولت و دیگر سامان کی حصُولی و غیر حصُولی میں بھی اسی شناخت کو عملدر آمد کرنا۔ جو جو افعال موافق موقعہ ہوں۔ اُن میں اپنا تعلق نہ مانے۔ کیونکہ کرم اندریوں سے موافق موقعہ ہوتے ہیں۔ جو جو پراربدھ بھوگنے کی ہوتی ہے۔ اُسی کے موافق خواہش افعال پیدا ہوتی ہے۔ یعنے کرم کے کرنے میں پانچ چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ اوّل استھول سریر دوم سوکھشم سریر یا انتھکرن۔ سوم اندری۔ چہارم دیوتا۔ پنجم پراربدھ اور میں ان پانچوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوں بلکہ ان سے الگ ان کا شاہد و روشن کنندہ ہُوں۔ پس مجھ کو کرموں سے کیا تعلق ہے اس کی شناخت یہ ہے۔ کہ شبھ کرموں سے اس کے ہردے میں راگ الفت ہو کر دھرم کا خیال نہ ہو۔ اور اشبھ کرموں سے اس کے ہردے میں دویش نفرت ہو کر ادھرم کا خیال نہو۔ بلکہ ان دونوں کرموں کے ہوتے ہی راگ دویش سے فارغ قائم بذات خود رہے۔ اور سریر کی الفت

سے اِس طرح پاک رہے۔ جس طرح دوسرے سریر کی اُلفت سے پاک ہے۔ یا جسطرح سریر کو اپنے سایہ سے کچھ اُلفت نہیں ہوتی۔ اُسی طرح اِسکو اپنے سریر سے جو اِس کا سایہ ہے اُلفت کرنی واجب نہیں ہے۔ اور خصوص اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ سریر کا۔ اور آتما کا کسی طرح سے تعلق نہیں۔ سریر جڑ ہے اور آتما چیتن ہے۔ سریر ناسونت ہے (فانی) آتما ابناشی (باقی) ہے۔ سریر بہت چیزوں سے مرکب ہے۔ آتما دوئیت رُوپ ہے۔ سریر دُکھوں کی کان ہے۔ آتما پرمانند سرُوپ ہے۔ اِس صُورت سے آتما اور سریر کا ملاپ نہیں ہو سکتا۔ اور میں آتما ہوں۔ اِس لئے سریر سے جُدا ہوں۔ سریر کلپ تک رہے۔ اُنھوا اِسی لحظہ میں فنا ہو جاوے۔ میری ذات میں کمی و بیشی نہیں یہ دُکھی رہے یا سُکھی رہے یا پتلا ہو یا موٹا ہو یا سُرخ ہو یا زرد ہو مجھ کو اُس سے کچھ غرض نہیں۔ یہ میرے نہ جاننے سے پیدا ہُوا تھا۔ اور میرے جاننے سے فنا ہو گیا۔ پس یہ کہاں اور میں کہاں۔ اِس کا سنجوگ میری ذات میں تینو کال (ہر سہ زمانہ) نہیں ہے۔ اِس وچار سے آپ کو اسنگ (لاتعلق) جان کر دیہہ کی اُلفت سے پاک رہے۔ اُس کی شناخت یہ ہے۔ کہ جسم کی بیماری اور صحت میں اپنے مَن کا شاہد ہو کر دیکھے۔ کہ اِس میں کسی قسم کا راگ یا دوئیکھ ہُوا ہے یا نہیں اگر ہُوا ہے تو سمجھے کہ ابھی تک مَن اُلفت جسمانی میں گرفتار ہے۔ پس مناسب ہے کہ وچار مذکورہ بالا اور منن اور ندھیاسن کو خوب طور پر عمل میں لاوے۔ اور اگر اُس میں راگ دوئیکھ نہ ہو۔ تو یقین کرے کہ اب مَن اُلفت جسمانی سے رُستگار ہو کر برہم رُوپ ہوا ہے اپنی خوراک و پوشاک اِس طریقہ سے رکھے۔ جس میں اُس کو احتیاج مندی دُنیاداران یا دل میں غم برداشت کرنا نہ پڑے۔ سادہ خوراک و سادہ پوشاک سے آپ کو عادی بناوے جس قدر ہو سکے۔ اپنی ضروریات کو کم کرے۔ قناعت و کفائت شعاری سے گذارہ کرے معاش کے لئے کوئی ایسا ویوہار کرے۔ کہ جس میں اُس کو پریشانی یا رنجیدگی خاطر نہ ہو۔

اور تمام وقت بھی اُسی پر صرف نہ ہو۔ وقت مقررہ کے لئے اُس کام کو کر کے اُس سے
فارغ ہو جاوے۔ اور اُس کام میں جو نفع یا نقصان ہو۔ اُس کے خیال کو اپنی ذات میں
راہ نہ دیوے۔ بلکہ اِن دونوں حالتوں میں یکساں رہے۔ آمدنی کو پرار بدھ پر چھوڑ کر
جو بنتا جاوے۔ اُسی میں آنند رُوپ رہے۔ وشئے پُرشوں سے اُلفت نہ کرے۔ کیونکہ صحبت
ایک پُر تاثیر شئے ہے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی لذت ہماری عادت سے شامل ہو کر ہماری
خو گیر ہو وے۔ تو عمر بھر تک اُس سے نجات نہ ہوگی۔ کسی منشّی چیز سے اپنی عادت نہ بناوے
زبان کا ذائقہ اسقدر نہ بڑھاوے۔ کہ لذیذ اور مزیدار چیز کے سوائے روٹی حلق
سے نہ گذرے۔ بلکہ صرف شکم پُری کا خیال پیش رکھ کر جو کچھ پرار بدھ سے حاصل ہو۔ اُس
پر صابر و شاکر رہے۔ لوگوں سے با تواضع و خوش خلقی پیش آوے مطلب کے سوائے
لوگوں سے کلام نہ کرے۔ نہ کسی کی شکائت کرے اور نہ سُنے سب کو اپنا آپ سمجھ کر
آرام دیوے۔ یا سب سے بے تعلق رہے۔ اپنے وقت کو اِس صورت سے تقسیم کرے۔
کہ جس میں کاروبار دُنیا بھی ہو جاوے۔ اور اپنے سروپ آنند میں مگن رہنے کے لئے
بھی کافی فرصت ہو۔ سوائے ستگورو کے کسی کو اپنا دوست نہ سمجھے۔ کسی سے تمسخر نہ کرے
سب سے با ادب و بالحاظ برتے تاکہ توقیر قائم رہے۔ اگر دولت خرچ ضرورت سے وافر
ہو۔ تو خدمت فقراء و محتاجوں میں صرف کرے۔ اپنے خانہ کو مہمان سرائے سمجھے
اپنے زن و فرزند و برادر و مادر و پدر کو سفر کے رفیق جانے جسم کو چند دم گذارنے
کے لئے آشیانہ جانے۔ کسی سے درشت رو ہو کر کلام نہ کرے۔ ہمیشہ با حوصلہ و حلیم و
متواضع و راست گو و خوش خُلق و صابر و مستغنی رہے۔ اشیاء فانی کے لئے کسی سے
سوال نہ کرے۔ سوال کرنا گویا آپ کو خالی ظاہر کرنا ہے۔ پس ہمیشہ بھرا رہے اپنے
آتم سروپ میں پرسن رہے۔ مکانات کے بنوانے یا دولت جمع کرنے یا زمینات

کو خریدنے یا تجارت کے پھیلانے میں مصروف نہ رہے۔ گذارہ کے لئے کاروبار کرے یہ تمام ہنگامہ خواب ہے۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھے۔ چاہیئے کہ اس موافق عمل کرے تاکہ آرام دلی حاصل ہو۔

گُل چالیس

سوال۔ ویشنو کس کو کہتے ہیں۔

جواب۔ ویشنو (پرہیزگار) دو قسم کا ہے۔ ایک ظاہر۔ دوم باطن۔ ظاہر وہ ہے۔ جو اپنے جسم کو غلاظت پاک رکھتا ہے۔ اور غذا اپنے ہاتھ سے بنا کر کھاتا ہے۔ سب کسی سے پرہیز کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ چھوتا ہی نہیں۔ برتن کے صاف کرنے اور چونکا لگانے اور لکڑیوں کو دھونے اور کھانا بنانے میں اپنا وقت عزیز ضائع کرتا ہے۔ وہ کبھی پاک نہیں رہتا۔ ہمیشہ پلید ہے۔ کیونکہ جس جسم کے پاک کرنے میں وہ مصروف ہے۔ اُسکی ترکیب اُستخوان۔ گوشت۔ رگ۔ پے۔ خون۔ پیشاب و نجاست سے ہے۔ اس لئے اُس کی محنت بے سود ہے۔ دوم ویشنو باطن وہ ہے۔ کہ جو اپنے انتھکرن کو کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار۔ سے شُدھ رکھے۔ اور کبھی دیہہ کا ابھمان یا ورن آشرم و کُل کا ابھمان نہ کرے۔ اور آپ کو دیہہ سے جو اگیان کا رچا ہوا ہے۔ الگ جانکر سُدھ آتما مانے ہمیشہ وشن کی مایا سے دُور ہو کر ایک ہی وشن دیکھے۔ دوئیت کو اپنے انتھکرن میں راہ نہ دیوے۔ اندریوں رُوپی برتنوں کو وشے رُوپی غلاظت سے سُدھ کرے انتھکرن کے چونکے کو ویراگ رُوپی پوچا دیوے۔ اور گیان وگیان رُوپی بھوجن بنا کر کھاوے تاکہ سدا پاک اور پوتر رہے۔ ایک دفعہ جو شخص اس طریق پر عمل کرے پھر اُس کو ناپاکی نہ ہووے۔ پس مناسب ہے۔ کہ ویشنو باطنی ہونا چاہیئے کہ جس کا پھل جیون مکت ہے۔

گُل اکتالیس

درحقیقت من بڑا چنچل ہے۔ من کے برابر کوئی چیز چنچل نہیں۔ ایک پھرنے میں اکاس پر دوسرے پھرنے میں پاتال پر اس کا روکنا دو علاج کرکے ہوتا ہے۔ ایک ست سنگ دوسرا ست شاستروں کا وچار۔ ست سنگ دو قسم کا ہے۔ ایک بیرونی دوم اندرونی۔ بیرونی یہ ہے۔ کہ برہم گیانی مہاتما پرکھ کی خدمت میں بادب و ارادتمندی حاضر ہوکر اُن کے سخنان کو گوش ہوش سے سننا اور راست مانکر یقین کرنا اور اندرونی یہ ہے۔ کہ شنیدہ سخنان کو گوشہ تنہائی میں تمام حواس ظاہری و باطنی کو اپنی اپنی لذات سے باز رکھ کر سدھ بدھ سے وچار کرنا اور اپنی دلائل سے پایہ ثبوت و راستی پر پہنچاکر صندوق حق الیقین میں جمع کرنا اور اگر کوئی اعتراض پیدا ہو۔ تو اُن سے باادب دریافت کرنا۔ اگر برہم گیانی موجود نہ ہو تو اسکے اپدیش مکتوبہ پر طریق مذکورہ بالا سے عمل کرنا اس کو ست شاستروں کا وچار کہتے ہیں۔ یہ علاج اسواسطے قائم کیا گیا تاکہ من نہایت لطیف شئے ہے۔ اور وجود دار نہیں صرف ہوا کی مانند صورت سنکلپ میں نمایاں ہوتا ہے۔ اسواسطے اسکے روکنے یا مارنے کے لئے بھی لطیف آلہ چاہئے۔ سو وچار بھی سنکلپ رُوپ ہے۔ اس سے من جلدی اپنی حرکت سے باز آکر قائم ہوسکتا ہے۔ من کو من کے ساتھ مارنا ہوتا ہے۔ اور کوئی بیرونی آلہ یا سامان اس کے قابو کرنے میں کارگر نہیں ہوسکتا۔ من کہیں آتا جاتا نہیں۔ صرف اپنے سنکلپ سے تمام گذشتہ امورات کو صورت یادگار میں اور آئندہ امورات کو صورت انتظار میں اور موجودہ امورات کو صورت کار میں بنا لیتا ہے۔ اپنے متعلقین کی بیوفائی میں مغموم اور وفاداری میں مسرور رہتا ہے۔ جن جن اشیاء سے اس کو تعلق ہے۔ اور جس چیز کا اس کو علم ہے۔ اُسی کو یاد کر کے پریشان ہوتا ہے۔ دیکھئے جن آدمیوں سے ہماری

واقفیت نہیں۔ یا جن ملکوں یا شہروں کو ہم نے دیکھا نہیں یا سُنا نہیں یا جن لذات کو ہم جانتے نہیں۔ یا جس غذا کو ہم نے کھایا نہیں یا جس علم کو ہم نے پڑھا ہی نہیں اُس کا خیال ہمارے دل میں نہیں آتا۔ صرف جس سے ہمارا تعلق دیدنی یا شنیدنی یا گفتنی یا خواندنی یا گرفتنی ہے۔ وہی ہمارے دُشمن خونخوار ہیں۔ پس سب کو دل سے فراموش کرنا نہایت عمدہ طریق حصولِ آرام کا ہے۔ سو یہ فراموشی اُس وقت ہوتی ہے۔ کہ جب یہ یقین واثق ہو کہ تمام ہنگامہ جو دید یا شنید یا گفتگو یا فکر و قیاس و علم میں آرہا ہے۔ نمود بے بود مثل آب سراب یا تماشائے خواب ہے۔ اِن کا اور میرا تعلق صرف اگیان سے ہے۔ کیونکہ میں نہ آپ کو جانتا ہوں۔ اور نہ اشیاء کی اصلیت سے علم رکھتا ہوں۔ اسواسطے یہ فرضی اشیاء میرے آزار کا باعث ہوگئی ہیں۔ اِن اشیاء پر کچھ الزام نہیں میرے من نے جو اگیان سے پیدا ہوا ہے۔ مجھ کو بے بنیاد تکلیف و بے سبب رنج میں ڈالا ہوا ہے۔ ورنہ یہ پدارتھ تو خود ساکن اور بے زبان اور ایک جا قائم نہ کسی سے الفت نہ کسی سے نفرت اپنی ہستی میں قائم ہیں۔ میں اپنی ذات کو بھول کر اِن کو اپنا مانتا ہوں۔ اور دُکھ پاتا ہوں۔ اگر آپ کو سنبھالوں۔ تو اِن اشیاء کی ہستی کچھ ہی نہیں۔ آب سراب تب تک یقین ہوتا ہے۔ جب تک سورج کا علم نہیں ہوا رسن میں مار اُس وقت تک خوف دیتا ہے۔ جب تک بذریعہ چراغ یا ہدایت کسی دانندہ کے رسن کو نہیں جانتا صدف کو نقرہ مان کر تب تک ہم اُس کے اُٹھانے کے واسطے دوڑینگے۔ جب تک ہم کو صدف کا یقین نہ ہو اُسی طرح جہان اُس وقت تک راست ہے۔ جب تک برہم کا گیان نہیں ہوا۔ جہان کوئی شے نہیں زمین و آسمان و دریا۔ کوہ۔ انسان۔ حیوان جہان نہیں ہیں۔ اِن تمام کے اسماء و صفات کا مجموعہ جہان ہے۔ اور میں فلان ہوں اور فلانے کا بیٹا ہوں۔ یہ میرا نام ہے۔ یہ میری ذات ہے۔ یہ دُشمن ہے۔ یہ دوست ہے

اِن تمام خیالات کا نام جہان ہے۔ اور اِن تمام خیالات کو ماننا مَن ہے۔ اوَر یہ خیالات اُس وقت دُور ہوُں۔ جب یہ آپ کو نام اور ذات اوَر باپ اور بیٹے کے تعلق سے فارغ سمجھے۔ اور کلُ اسماء کو مفروضہ جانے۔ جب یہ علم ہوُا۔ اُس وقت نہ مَن رہیگا۔ اور نہ جگت صرف ایک ذات مُطلق رہیگی۔ اِس قسِم کی فہمید سے غلاظت دلی دور ہوتی ہے۔ نہ کہ صرف رام رام کہنے سے۔ عوام النّاس میں جو رام رام مشہور ہے۔ بعضے تو صرف راجہ دسترتھ کے بیٹے کو رام خیال کرتے ہیں۔ اور بعضے جگت کے کرتا کو۔ اصل میں رام کے معنے ویاپک یعنے محُیط کلُ عالم کے ہیں۔ جو ذات تمام اشیاء میں رم رہی ہے۔ سو رام ہے۔ ایسا کوئی مکان یا زمان یا شئے نہیں۔ جو رام سے خالی ہو۔ تمام اندریوں کو جو طاقت دیتا ہے۔ سو رام ہے۔ زمین میں قائم ہو کر جو انواع اشجار کی روئیدگی میں طاقت دیتا ہے۔ وہ رام ہے۔ سورج میں پرکاش رُوپ رام ہے۔ کال میں کال۔ دیس میں دیس۔ جل میں سردی۔ چاند میں روشنی۔ زورآور میں زور۔ خوُبصورت میں خوُبی۔ گیان میں گیان۔ اوَر اگیان میں اگیان۔ غرضیکہ سب رام رُوپ ہے۔ اِسی طرح سمجھنا۔ اوَر یقین کرنا۔ دیکھنا۔ اپدیش کرنا۔ رام کا بھجن کہلاتا ہے۔ دسرتھ کا بیٹا رام چند بھی اِسی گیان کو سمجھ کر گیانی ہوا تھا۔ وہی رام میرا آتما ہے۔ جو سب میں رم رہا ہے۔ سو رام ہے۔ رام کا لفظ اور رام کے معنے ہزار ہا کوس کا فاصلہ رکھتے ہیں۔

چمن دوم در باب پیدائش و فنائے جہان

گُل اوّل

سوال۔ جہان کیا چیز ہے۔ کس طرح پیدا ہوا۔ کیونکر فنا ہوتا ہے۔ اُس کا ابتدا و انتہا ہے۔ یا کیونکر ہے۔

جواب۔ جہان علم یا خیال ذات حق ہے۔ اِس کی پیدائش صرف خیال ہی سے ہے اگرچہ جہان کی پیدائش میں مُختلف مسائل و صدہا دلائل ہیں۔ مگر سب کا بُنیاد خواہش ایزدی پر رکھا ہے۔ یعنے جب اُس ذات تنزیہ و مطلق میں عشق خود بینی تکثر جوش زن ہوا تو اُسی وقت حالت تشبیہ و تقلید میں ظاہر ہوکر جہان کے نام سے مشہور ہوئی جس طرح ایک تخم سے درخت مُشتمل بہ برگ و شاخ و گل و پوست ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک ذات سے گوناگون جہان ہوا اگرچہ صورت تُخم صورت درخت سے کسی قسم کی موافقت نہیں رکھتی۔ مگر تو بھی تخم سے کسی طرح جُدا نہیں۔ تخُم ہی میں نہاں ہے۔ اور تخُم ہی سے عیاں ہوتا ہے۔ گویا تخم اور درخت ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔ اسی طرح اگرچہ جہان مختلف اقسام اشیاء سے اور عجیب حالات سے معمور اور دیدنی ہے۔ تاہم عین ذات ہی ہے۔ کیونکہ تمام مذاہب کی رائے اِس امر میں کہ اوّل بھی خدا ہے۔ اور آخر بھی خدا ہے۔ منقول ہے۔ پس جائے غور ہے۔ کہ درمیان میں سوائے خدا کے کون ہُوا صرف خدا ہی خدا ہے۔ خدا کی بے علمی سے جو اِس کو جہان کہا گیا ہے۔ یہی اِس کا پیدا ہونا ہے۔ اور خدا کے علم سے جب یقین ہوا ہے۔ کہ جہان کچھ چیز نہیں ہے۔ یہی اُس کا فنا ہونا ہے۔ یعنے بے علمی یا غفلت باعث موجودگی جہان ہے۔ اور علم یعنے دانش

حقیقی باعث معدومی جہان ہے۔ جہان کو صرف خیال ہی سمجھے۔ جب خیال کو دُور کیا جاوے تو نہ کوئی جہان ہے۔ اور نہ جہان کا نشان ہے۔ تو خیال کا پیدا ہونا جہان کا پیدا ہونا۔ اور خیال کا گم ہونا جہان کا گم ہونا ہوا۔ اور اسکی ابتدا و انتہا اگر نظر حقیقت سے دیکھی جاوے تو نہیں ہے۔ کیونکہ جہان علم حق یا عین حق ہے۔ جس طرح حق ابتدا و انتہا سے فارغ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ اور اگر اسکو نظر دوئی سے دیکھا جاوے۔ تو بے علمی اسکی ابتدا و علم اسکا انتہا ہے۔ اس اخیر کلام سے بھی کلام اوّل میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ کیونکہ اصلیت سے نہ کچھ پیدا ہوا ہے۔ اور نہ کچھ فنا ہوتا ہے۔ صرف اس یقین نے جو جہان ہو کر دلنشین ہو رہی ہے۔ اُٹھنا ہے۔ ورنہ کسی چیز کا صُورت سے عدم نہیں ہوتا۔

گُل دوم

جہان صرف بازیچۂ خواب ہے۔ قدیم سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ گویا مدت کی کھیل ہے۔ صدہا اس میں کھیل کر چلے گئے ہیں۔ اپنی اپنی نوبت پر ہر کوئی نقارہ بجا گیا ہے۔ کیونکہ موت ایسی زور آور ہے۔ کہ اس کے پنجہ سے کوئی نہ بچا ہر کہ ومہ اس کا لقمہ ہوا۔ بڑے بڑے عالیشان بادشاہ جن کے پاس بے تعداد لشکر تھے۔ اور ہر قسم کا سامان حرب وضرب تھا۔ مثل پشہ کے اس ظالم مرگ کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ خیر اُن کی بات تو کچھ ہی نہیں۔ دیکھئے جن کو لوگ اوتار روشن کا مانتے ہیں۔ مثلاً راجچندر۔ سری کرشن و بیاس و باون وغیرہ بھی اپنے اپنے وقت پرور پائے نیستی میں مستغرق ہو گئے ہیں۔ سوائے اُن کے نام و افعال کی یادگاری کے اور کچھ باقی نہیں۔ برہما اور وشن اور رودر جو جگت کے کرتا مشہور ہیں۔ کئی بار پیدا ہوتے تھے۔ اور کئی بار ناس ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے جگت پر دل باندھنا

محض نادانی ہے۔ یہ صرف دیدنی و تماشا ہے۔ اصلیت میں کچھ نہیں۔ غفلت میں اس
کا سامان سب عمدہ و درست یقین ہوتا ہے۔ لیکن جب دانش کی آنکھ کھلتی ہے تمام
نمود بے بود و ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ کئی وشن ہوئے۔ اور کئی برہما ہوئے۔ اور کئی
رودر کئی فقیر کئی امیر کوئی انتہا نہیں۔ جس طرح گولہر کے ثمر میں بیشمار کیڑے ہوتے
ہیں۔ اسی طرح یہ جہان انواع مخلوق سے پر ہے۔ کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔
واہیات کھیل ہے۔ الفت کے رشتہ سے باندھے ہوئے انسان مثل پتلیوں کے
ناچ رہے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ یہ جہان کیا ہے۔ اور ہم کون ہیں۔ عارضی رشتہ پر
ایسے غلطان ہوگئے ہیں۔ کہ کسی کو زن کسی کو فرزند مان لیا ہے ۔ اور ایک گھر قائم کر لیا ہے
تمام اپنی نقدی حیات ان کے آرام کے لئے ضائع کرتے ہیں ایسے مائل ہوگئے ہیں
کہ اگر ان کے اختیار میں ہو تو کبھی اس کو نہ چھوڑیں مثل وشٹا کے کیڑے کے وشٹا میں
پڑے سڑتے ہیں۔ افسوس صد افسوس ایسے انسانوں پر ہے۔

گل سوئم

سوال:- جگت کا وستار کیونکر ہوا۔

جواب:- سدھ۔ چیتن۔ ست۔ چت۔ آنند۔ برہم دیکھے جیووں کے کرموں کے
پریک بھیے آرنبھ کال میں یہ خواہش ہوئی کہ ایک ہوں اور بہت ہوؤں اس اچھا
سے برہم کی اپادھ مایا میں کھوب یعنے لغزش ہو کے تدریجاً آکاش۔ وایو۔ اگن۔ جل
پرتھوی اوتپت ہوئے۔ اول ان کا پنچی کرن نہیں تھا۔ ان اپنچی کرن مہا بھوتن
سے سمشٹ یعنے کل ولیشٹ یعنے جز و سوکھم سرشٹی ہوئی۔ چونکہ اس سوکھم سرشٹی سے
پورا پورا بھوگ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے ایشور کی اچھا سے ان پنچ بھوتوں کا پنچی کرن

بھوت بھیا یعنے ایک ایک بھوت کے دو دو حصے ہوئے اُن حصوں میں سے ایک حصہ
سالم اور دوسرے کے پھر چہار حصے ہوئے ایک بھوت کے سالم حصہ میں اپنے خورد
حصہ نملا کر باقی چہار بھوتوں میں سے ایک ایک خورد حصہ اس کے ساتھ شامل ہوا
اسی طرح ایک ایک بھوت میں پانچ پانچ بھوت مخلوط ہوئے۔ اسی کا نام پنچی کرن
ہے۔ ان پنچی کرن پنچ مہا بھوتن سے سمشٹ و ویشٹ استھول سرشٹ ہوئی۔ اس
پرکار جگت کا وستار ہوا۔

سوال ۳۳ اپنچی کرت پنچ مہا بھوتوں کا کارج کیا ہے۔

جواب - پنچ تن ماترا یعنے شبد۔ سپرش۔ روپ۔ رس۔ گندھ۔ چار انتہکرن یعنے
من۔ چیت۔ بدھ۔ اہنکار۔ پنچ گیان اندری۔ سروت۔ نیتر۔ تچا۔ رسنا۔ ناسکا اور پران

سوال ۳۴ پنچی کرت پنچ مہا بھوتوں کا کارج کیا ہے۔

جواب - استھول دیہہ جو وشیوں کے بھوگنے کا استھان ہے۔ استھول۔ اندری
جاگرت۔ سپن۔ سکھوپت۔ اوستھا۔

سوال ۳۵ دیہہ کتنے قسم کا ہے۔

جواب - دیہہ تین قسم کے ہیں۔ استھول۔ سوکھم۔ کارن۔

سوال ۳۶ ان کی تشریح کس طرح ہے۔

جواب - استھول شریر پچیس تتوں کر کے رچا ہوا ہے۔ یعنے ایک ایک تت کی
پانچ پانچ وستو ملی ہوئی ہیں۔ آکاس کے پانچ تت کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ
بھے۔ پون کے پانچ تت۔ دوڑنا۔ اچھلنا۔ پسرنا۔ سنکوچنا۔ بلنا یعنے پھرنا۔
اگن کے پانچ تت۔ بھوک۔ پیاس۔ نیند۔ آلس۔ کرانت۔ جل کے پانچ تت خون
منی۔ کف۔ پیشاب۔ پسینہ۔ پرتھوی کے پانچ تت۔ استخوان۔ گوشت۔ چرم۔

ناڑی۔ روم یعنے بال۔ اِن پچیس تتوں سے جو مرکب ہے۔ اُسکو استھول شریر کہتے ہیں۔ سُوکھم۔ شریر ستارہ تتوں سے رچت ہے۔ پانچ گیان اندری۔ جس کی تشریح اُوپر ہو چکی ہے۔ اور پانچ کرم اندری۔ یعنے واک۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ گُدا۔ لِنگ پانچ پران یعنے پران۔ اپان۔ ویان۔ اودان۔ سمان اور دو انتھکرن یعنے مَن۔ بُدھی اِن ستارہ تتوں کے مجموعہ کو سوکھم سریر کہتے ہیں۔ اور تیسرا کارن سریر کیول اگیان روُپ ہے۔

سوال ۵۵۔ آتما یہ تین سریر ہے۔ یا اِن سے جُدا ہے۔ اگر جُدا ہے۔ تو کون ہے۔

جواب۔ آتما یہ تین سریر نہیں۔ کیونکہ جن اشیاء سے یہ تینوں سریر مرکب ہیں۔ آتما اُن سب کو جُداگانہ جانتا ہے۔ اور اُن اشیاء میں سے کوئی چیز آتما کو نہیں جان سکتی۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ سریر جڑ ہے۔ اور آتما چیتن ہے۔ اِس لئے آتما سریر سے جُدا ست چت آنند روپ ہے۔

سوال ۵۶۔ سریر کی کریا کون کرتا ہے۔ اور کس طرح ہوتی ہے۔

جواب۔ سریر کی کریا چار انتھکرن اور دس اندری کرتے ہیں۔ اور چد آبھاس کے آسرے ہوتی ہے۔

سوال ۵۷۔ اِن اندریوں کے کرموں کی تشریح کس طرح ہے۔

جواب۔ مفصد ذیل طریقہ سے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶
قسم	اندرے ادھیاتمک	دیوتا ادھیدیوک	وشا ادھ بھوتک	[illegible]	کیفیت
انتھکرن	من	چندرماں	سنکلپ وکلپ	[illegible]	
	چت	وشنن	چتونا		
	بدّھ	برہما	نشچہ کرتا		
	اہنکار	رودر	ہیں میری		

۶	۵	۴	۳	۲	۱
ایک ایک ستوگن انس سے ایک ایک اندری اور دیوتا ہوئی	اکاس	شبد	دگپال	سروت	گیان اندری
	پون	سپرس	پون	تچا	
	اگن	روپ	سورج	نیتر	
	جل	رس	ورن	رسنا	
	پرتھوی	گندھ	اسنی کمار	ناسکا	
ایک ایک کے رجوگن انس سے ایک ایک اندری کا ادھشٹھاتا دیوتا ہوئی	اکاس	بولنا	اگن	واک	کرم اندری
	پون	لینا دینا	اندر	ہست	
	اگن	چلنا	اوپیندر یا وامن جی	پاد	
	جل	رت بھوگ	پرجاپت	اوپستھ	
	پرتھوی	مل تیاگ	جم	گدا	

یہ چودہ ترپٹی یعنے اندرے وشئے دیوتا۔ جن کی تفصیل دی گئی ہے۔ سروکرموں کو کرتی ہیں۔ آتما ان سے نیارا ان کے جاننے والا اور روشن کرنے والا ہے۔ اس لئے کسی کام کا کرتا اور کسی وشئے کا بھوگتا نہیں ہے۔ اگیان سے آپ کو کرتا بھوگتا مانتا ہے اس لئے سُو دُکھ سُکھ بھوگتا ہے۔ ثابت ہوا کہ آتما تینوں سریروں سے رہت اکرتے ہے۔

سوال ۵۸ اوستھا کتنی پرکار کی ہیں۔

جواب ۔ اوستھا چار ہیں۔ جاگرت۔ سپن۔ سکھوپت۔ تریا۔

سوال ۵۹ ان کا سروپ کیا ہے۔

جواب ۔ جب مذکورہ بالا چودہ ترپٹی کرم کریں۔ سو جاگرت اوستھا ہے۔ اسکا استھان نیتروں میں ہے۔ اور اس کا ابھمانی وشو ہے۔ جب سوکھم سریر جو ستارہ تتوں سے مرکب ہے موجود ہو وہ سپن اوستھا ہے۔ جس کا استھان کنٹھ ہے۔ جس کا ابھمانی تیجس ہے اور جب استھول اور سوکھم سماج اگیان میں لے ہوکر کیول آنند گھن اوستھا رسے۔ وہ

سکھوپت اوستھا ہے۔ اسکا استھان ہردہ ہے۔ جس کا ابھمانی پیراگ ہے۔ اور جب تمام واہمات و خیالات اگیان کے دور ہو کر صرف گیان سروپ آتما رہے وہ تریا ہے۔

سوال ۱۱۲ آتما یہ چار اوستھا ہے۔ یا ان سے جدا ہے۔ اگر جدا ہے۔ تو کس طرح۔

جواب۔ آتما تین اوستھا جاگرت سپن سکھوپت سے جدا ہے۔ اور تریا اسکی اوستھا ہے۔ جاگرت اوستھا سپن میں نہیں ہے۔ بلکہ سپنے کے آنے سے جاگرت گم ہو جاتی ہے۔ اور سپن اوستھا جاگرت میں نہیں ہے۔ بلکہ جاگرت کے آنے سے سپن گم ہو جاتی ہے۔ اور سکھوپت میں دونوں نہیں ہیں۔ اور نہ ان دونوں میں سکھوپت ہے۔ بلکہ سکھوپت کے آنے سے یہ دونو گم ہو جاتی ہیں۔ اور ان دونو کے آنے سے سکھوپت ناس ہو جاتی ہے۔ اسلئے یہ تینوں متھیا ہیں۔ اور آتما ان تینوں حالات میں یکساں ہے۔ کیونکہ تینوں کی اوتپت اور ناس کو جانتا ہے۔ اور پھر ان کی تبدیل سے تبدیل نہیں پاتا ہے۔ اس لئے آتما ست ہے۔ آتما کا ان تینوں اوستھا کے ساتھ کسی قسم کا سمبندھ (متعلق) نہیں ہے۔ یہ اگیان سے رچت (پیدائش) اگیان کے کارج سریر کی اوستھا ہیں۔ اور آتما اگیان سے رہت (پیدا شدہ) کیول گیان سروپ ان سے نیارا کیول تریا روپ ہے۔ تریا نام پرکاش کا ہے (نورانی علم)

سوال ۱۱۳ جگت کو برہم سے کیا نسبت ہے۔

جواب۔ جس طرح وہم سے رسن میں مار۔ آئینہ میں عکس۔ صدف میں نقرہ۔ ساکھی میں (شاہد) خواب ہوتا ہے۔ ویسے ہی برہم میں جگت مفروض بلکہ سراسر وہم ہے۔

گل چہارم

اگرچہ موجودگی اجسام مثل موجودگی حباب ہے۔ وہم کا وہم ہے۔ تاہم جتنے دم رہے غنیمت ہے۔ تمام رشتہ اس جسم کا ہے۔ جسم سے اول اور جسم کے بعد کا حال نہ آج تک کسی کو معلوم ہوا ہے۔ اور نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ تمام اوصاف و عیوب و مدح و ذم

وخوب وزشت اس جسم کے ظہورہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ ورنہ رُوح بیصورت ہے
اُس میں نمودار کچھ نہیں ہوسکتا اور کاربار دُنیا بھی اس جسم پر منحصر ہے۔ غرضکہ جہان
نام موجودگی جسم کا ہے۔ جب جسم نہیں تو کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں اس لئے جب تک ہنگامہ
بدن بنا رہے۔ اس کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اُٹھاوے۔ ورنہ ایک روز اُس نے
مثل اوّل کے معدوم ہوکر نیست و نابود ہوجانا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ اور پھر
طُرفہ یہ ہے۔ کہ کوئی خاص وقت اس کے فوت ہونیکے لئے مقرر نہیں ہے۔ گویا موت
ہر وقت حاضر ہے۔ صرف تجربہ سے لوگوں کو یقین ہورہا ہے۔ کہ پیری میں وقت
مرگ مقرر ہے۔ لیکن یہ خبط اور خام خیال ہے۔ دست تعدّی مرگ کا ایسا دراز
ہے۔ کہ اُس نے طفل شیر خوارہ سے پیر عمر خوردہ تک سب کو احاطہ بازو میں رکھا
ہے۔ جو آگے آیا اُس کو لُقمہ کیا۔ نہ طفل دیکھتا ہے۔ نہ جوان دیکھتا ہے۔ اور نہ پیر دیکھتا
ہے۔ اور ایسا بیرحم اور یکسان نظر ہے۔ کہ سب کو اپنی اپنی نوبت پر درجہ عدم بخشتا
ہے۔ دیوتا و رکھیشر و منیشر و اوتار و پیغمبر و اولیا و زورمند و بہادر وخوبصورت و
علما و زاہد و عارف کسی کو نہیں چھوڑتا۔ سب پر دست مرگ دراز ہے۔ تمام اُسکے چنگ
میں مثل پشّے گرفتار ہیں۔ اور تمام لوگ مرنے سے پہلے مرے ہوئے ہیں۔ کوئی چار
دن آگے اور کوئی چار دن پیچھے آخر کار سب کو یہی حالت درپیش ہے۔ جبتک بے
نام و بے نشان نہ ہو تب تک اُس کی تکمیل نہیں ہوتی پس وقت کے لحاظ سے کوئی
پیر کوئی زندہ کوئی مُردہ اور کوئی قریب المرگ معلوم ہورہا ہے۔ اگر وقت کے لحاظ بینے
تفاوت کو درمیان سے اُٹھا کر دیکھیں تو سارے لوگ مُردہ ہیں کوئی زندہ ہی نہیں سارے
ہی دریائے نیستی کے امواج وحباب ہیں۔ تمام ان کی رفتار و کردار نیستی کی طرف مائل
ہیں۔ اور آخر کار دریائے نیستی میں مستغرق ہوکر معدوم ہوجاوینگے۔ اس لئے مناسب ہے

کہ ابتدا و انتہا اپنی اصلیت کی سوچ کر بے خوف و بے فکر ہو رہے - موت تو ہماری دایہ ہے - کہ جس کی گود میں ہم لوگ مثل طفلان پرورش پا رہے ہیں - اور جو ہمارے ہاتھ پکڑ کر اپنی مرضی موافق چاہ معدومی کی طرف لیجاتی ہے - دم کا گذرنا قدم کا بڑھنا ہے - ایسی حالت کو دلنشین کرکے اس سے برکنار رہنا - اور کسی حالت میں ملول و شاداں نہ ہونا گیان کہلاتا ہے - جو علم ان تمام حالات کو جانتا ہے - اور بعد ان کی معدومی کے قایم بالذات رہتا ہے - سو علم پرماتما - برہم - نرانکار - نارائن - اللہ خدا گاڈ وغیرہ کے ناموں سے موسوم ہے - اس کو اپنا آپ سمجھنا - یقین کرنا - دیکھنا - ہونا بگیان کہلاتا ہے - سوائے اس علم کے جو حق و بے زوال اپنی ہستی میں ہست ہے - اور کوئی شے ایک حالت پر قایم نہیں رہتی - اگرچہ اصلیت سے کوئی شئے کالعدم نہیں ہوتی تو بھی تبدیل صورت ان اشیاء میں اسقدر ہوتی ہے کہ برابر نابودی کے ہوجاتی ہے اور عین علم جو ذات بحت خالص ہے - وہ ہمیشہ ایک حالت عین علم میں مستقیم ہے - اس میں تبدیل اور تغیر کو راہ نہیں - اور سب کی اصل وہ ذات ہے - تمام موجودات میں مثل جان مقیم ہے - تمام علوم کا علم تمام اذکار کا ذکر تمام افکار کا فکر تمام الفاظ سے اوّل دانائی کی دانائی شنوائی کی شنوائی - گویائی کی گویائی - بویائی کی بویائی - بینائی کی بینائی سب سے اوّل اور سب سے آخر کسی خاص جگہ نہیں محیط کل شئے ہے - اس کی جستجو میں کوئی سفر درپیش نہیں ہے صرف آپ سے گذرنا اور اس ذات سے واصل ہونا ہے - اپنی ہستی سے قدم اٹھانا اور اس ذات میں قدم رکھنا ہے - ہم سب لوگوں کی وہی ذات ہے - بلکہ ہم سب عین ذات ہیں اور ذات عین سب ہم ہیں - کچھ فرق درمیان نہیں - صرف دانستگی اور نادانستگی کا فرق ہے - رستگاری اور گرفتاری بھی اسی کو کہتے ہیں - سوائے اس کے اور نہ کوئی رستگاری ہے نہ گرفتاری ہے - خیالات کا مجموعہ صورت جہان ہے - اور جہان کوئی چیز نہیں -

انسان کے دل میں ہمیشہ سلسلہ خیالات جاری رہتا ہے۔ اسیواسطے اس کا جہان فنا نہیں ہوتا۔ اگر اس سلسلہ کو دانش مذکورہ بالا سے توڑے تو جہان کا نشان بھی نہ ملیگا۔ اور یہ انسان جو کچھ کہ آپ بنا ہوا ہے۔ یا جو کچھ اس نے آپ کو مانا ہوا ہے۔ سو وہ بھی صرف اس کا اپنا خیال ہے۔ اپنے خیال سے اپنی ہستی و نام و ذات و فرقہ و رشتہ قائم کر کے آپ ہی اُس میں گرفتار ہے۔ اگر اپنے خیال کو اُٹھا کر دیکھے۔ تو یہ بھی کچھ نہیں پس اِس خیال کو رفع کرنا ہی اولےٰ تر ہے۔ جب خیال کو خیال جانا اور پھر اِس کو متلوّن سمجھا۔ تب اِس کی نسبت راست یقین اور اِس کے ہنگامہ سے دل کو لگاؤ نہ رہیگا۔ صرف عین علم خیال سے برتر ہوگا۔ جس میں نہ کچھ کہنا ہے۔ اور نہ سُننا ہے خود در خود قائم بالذّات ہے

گل پنجم

یہ مسئلہ کہ تمام امُورات حکمِ ایزدی سے ہو رہے ہیں۔ راست ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کس جگہ ہو رہے ہیں۔ اور کس واسطے ہو رہے ہیں۔ اور جو کچھ نظر آرہا ہے۔ یہ کیا ہے۔ اگر کہا جاوے۔ کہ جگت میں ہو رہے ہیں۔ تو اب جائے غور ہے کہ جگت کہاں ہے۔ جگت ذات پرماتما میں قائم ہے۔ بلکہ عین پرماتما ہے۔ جس طرح سمندر میں حُباب۔ اگر آپ کہیں کہ زمین و آفتاب و ماہتاب و برھما و شن ور ودر سد و ا ہو جاوینگے۔ سوچنا چاہئے کہ کس میں معدوم ہو جاوینگے۔ یہی کہنا ہوگا۔ کہ برہم میں لین ہو جاوینگے۔ اب کہاں ہیں۔ اب بھی برہم میں ہیں۔ پس کیا ہوا۔ برہم ہی برہم ہوا نہ کوئی زمین ہے۔ نہ کوئی آفتاب اور نہ ماہتاب۔ صرف اسم سے تفاوت ہو گیا ہے کہ کئی لوگ جگت کہتے ہیں۔ اور کئی برہم۔ درحقیقت ایک شئے کے یہ دو نام ہیں۔ جس طرح تخم اور درخت پس ثابت ہوا۔ کہ کچھ پیدا ہوا ہے۔ اور نہ فنا ہوتا ہے۔ پرماتما ہی جگت رُوپ ہے

پرماتما کی بے علمی سے اس کو جگت کہتے ہیں۔ اور اس میں صدہا طرح کے نام اور صفات قائم کر کے دام دوئی پھیلا کر یں۔ توں دہ۔ یہ وغیرہ جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ کچھ نہیں ہو رہا۔ کیونکہ آپ میں آپ قائم۔ خود تماشا کنندہ۔ خود تماشا خود تماشا بیننده ہے۔ مثل قول۔ فرد

چوں[1] ناظر و منظور توئی بغیر تو کس نیست
پس از چہ سبب گشت پدید ایں ہمہ غوغا

اور جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ عین پرماتما ہے۔ جگت یا دیگر کوئی شے ماننا عدم فہمید حقیقت سے ہے۔ جائے غور ہے۔ کہ جب وہ ذات جس کو پرماتما یا خدا کہتے ہیں۔ اور جس کو پیدا کنندہ و حاکم و مالک قرار دیتے ہیں۔ واحد لاشریک ابتدا و انتہا سے فارغ ذات و نام سے پاک خصوصیت مکان و زمان و شے سے برتر نہ کسی کا بیٹا دیکھے و دوئی سے علیحدہ ہے۔ اس کو علت پیدا کنندہ سے معلول کرنا عدم فہمید علم اصلیت سے ہے۔ صرف بوجہ نظر محدود انسان ہو کر آپ کو اور مثل اپنے دوسروں کو پیدا ہونا اور مرنا دیکھتا ہے۔ اگر اس نظر سے پرواز کر کے نظر بحد سے دیکھے تو نہ کوئی مرتا ہے۔ اور نہ پیدا ہوتا ہے۔ نہ کوئی حاکم دیکھتا ہے۔ اور نہ محکوم۔ جیسے حباب نظر حباب سے آپ کو اور دوسرے امواج و حباب کو ابھرتا اور فرد ہوتا۔ آتا و جاتا ہوا دیکھتا ہے لیکن نظر سمندر سے سوائے سمندر کے اور کچھ بھی نہیں دیکھتا پس نظر کل تمام تنازعہ دوئی کو فیصل کر کے حکم آرام رکھتی ہے۔ اور نظر جزویت تمام شر و فساد کا بنیاد ہے۔ اس لئے نظر جزویت کو ترک کر کے دائما نظر کل سے اپنے آپ کا نظارہ کرنا چاہئے۔ سوائے اس حقیقت کے اور تمام تقلید و بے سود خیالات ہیں۔ جائے غور ہے۔ کہ اس جہان کی نسبت صدہا طرح کے مسائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ جہان برہما نے پیدا کیا ہے

[1] جب دیدار کنندہ اور دیکھنے والا تو ہی ہے۔ اور تیرے سوا کوئی نہیں۔ تو کس واسطے یہ تمام شور و غل برپا ہے۔

اور وہ برہما گل نیلوفر سے جس کی بیچ ناف وِشنن ہے۔ نکلا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ برہم کو جب خواہش ایک سے بہت ہونیکی ہوئی ہے۔ اسُی وقت اوّل مایا پھر مایا سے اکاس پون۔ اگن۔ جل۔ پرتھوی پیدا ہوئی اور ان سے تمام مخلوقات ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سنبھوگن آور ست روپا کے اجتماع سے جنہوں نے مختلف تتوں کو اختیار کرکے اجتماع کیا جہان کی مخلوقات ہوئی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ پانچ تت نہیں ہوئے صرف تین تت سے جگت کی پیدائش ہے۔ یعنے آتش۔ آب۔ زمین سے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ ایسے چلا آتا ہے۔ خود بخود ہے۔ اس کے پیدا کرنیوالا کوئی نہیں۔ پس کس کو راست اور کس کو دروغ سمجھا جاوے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ جگت پیدا نہیں ہوا اگر پیدا ہوا ہوتا تو کسی نہ کسی کی رائے آپس میں اتفاق کرتی۔ جب تمام لوگ مختلف الرائے ہیں۔ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ سب کا مدعا اس جگت کے سچ جتلوانے میں ہے۔ نہ کہ اس کی اوتپتی ظاہر کرنے میں۔ اس لئے درستی رائے کی طرف خیال نہیں کیا۔ جس طرح ہوا ہے۔ اسکو نابود جانکر دل سے بھلایا ہے۔ نابود کہنے سے یہ نہ سمجھیں۔ کہ سب کا ناش ہو جاویگا۔ صرف تبدیل صورت ہوتی ہے۔ کیونکہ جگت اصلیت میں کچھ چیز نہیں جگت صرف لفظ ہے۔ اور سراسر باطل ہے۔ اس لفظ کو اور اسکے معنے کو جو نظر دوئی ہے۔ دل سے فراموش کرکے ایک۔ ادویت۔ نرونکار۔ پورن۔ برہم دیکھنا۔ اس کا نام پرم پد اور نکت ہے۔

(واحد، لاشریک، بےعیب، ہمہ، محیط، درجہ اعلیٰ، نجات)

گل ششم

سوال۔ جہان کو مانند خواب اور خواب کو جو جھوٹا خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کیا سبب ہے کہ جسوقت انسان کسی عورت کو خواب میں ہم پہلو دیکھتا ہے۔ تو منزل ہوتا ہے گویا اُس کا انزال ہونا خط کے سوائے نہیں ہوتا۔ اور جب اُس کو حظ آیا تو وہ خواب جھوٹا نہ ہوا

سچا ہوا۔ اگر خیال کیا جاوے۔ کہ اُس کو یقین ہو گیا۔ کہ میں کسی عورت سے سویا ہوا ہوں۔ تو پھر وہ خواب بھی نہ رہا۔ کیونکہ خواب میں کچھ چیز ہی نہیں ہوتی۔

جواب۔ اول جہان کو سمجھنا چاہئے۔ کہ جہان کس کو کہتے ہیں۔ بعد اس کے یہ مسئلہ کو جہان مثل خواب کے کس طرح جھوٹا ہے۔ ثابت کیا جاویگا۔ جہان زمین و آسمان و کوہ و اشجار و جانوران وغیرہ کا نام نہیں بلکہ ان تمام کے اسماء و صفات کے خیالات کا مجموعہ۔ یا اپنا نام ولدیت۔ قومیت۔ و دیگر اشیاء میں تعلق۔ خیال دُشمن و دوست گناہ و صواب۔ رنج و راحت علے ہذا القیاس خیالات کا مجموعہ جہان کہلاتا ہے۔ اور یہ خیالات خیال خود شناسی و معرفت کردگار سے معدوم ہو جاتے ہیں۔ یعنے مجموعہ خیالات جو جہان کے نام سے مشہور ہے۔ مثل خواب کے خیالات توحید کے نمایاں ہونے پر جو مثل بیداری کے ہیں دُور ہو جاتا ہے۔ اسلئے جہان کو مثل خواب کے منسوب کیا۔ اور خواب کی راستی کی نسبت جو اعتراض ہے۔ اُس کے رفع کرنے میں اوّل خواب کی اصلیت دکھلائی جاتی ہے۔ چار حالات کل ذی رُوح پر وارد ہوتے ہیں۔ اوّل جاگرت یعنے ناسُوت یا بیداری۔ دوم سپن یعنے ملکوت یا خواب سوم سکھوپت یعنے جبروت یا خواب گران۔ چہارم تریا یعنے لاہُوت یا عالمِ ذات جب خیال یعنے من کی برتی آنکھوں میں قایم ہوتی ہے۔ حالت ناسُوت ہوتی ہے جب خیال وہاں سے نزول پاکر گلو میں قایم ہوتا ہے۔ حالت ملکوت یعنے خواب ہوتا ہے۔ اور جب دل میں قایم ہو کر غفلت میں محو ہوتا ہے۔ اُس وقت جبرُوت ہوتا ہے اور جب گیان میں قایم ہو کر تعلّق جسمانی سے پاک ہو۔ عین ذات حق ہوتا ہے۔ وہ لاہوت یعنے تریا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ چار حالات صرف منازل انتقال خیال ہیں۔ اور ان کی ہستی سوائے خیال کے اور کچھ نہیں۔ یعنے جب خیال آنکھوں میں مقیم ہو کر صورت بیداری میں جہان کو دیکھتا ہے۔ اُس وقت خواب اور خواب گران دونوں نہیں ہوتے جب خیال گلو میں مُقیم ہو کر صورت

خواب میں جہان کو دیکھتا ہے۔ اُس وقت بیداری اور خواب گران نہیں ہوتے۔ جب
خیال دل میں مقیم ہو کر صورت غفلت میں اپنی ہستی سے بے خبر ہوتا ہے۔ اُس وقت
بیداری اور خواب دونوں نہیں ہوتے اور جب خیال گیان میں مقیم ہو کر صورت
معرفت میں ذاتِ حق کو پہچانتا ہے۔ اُس وقت بیداری خواب و خواب گران تینوں
نہیں ہوتے۔ پس لاہوت کی نسبت سے دیگر تینوں حالات باطل ہیں۔ کیونکہ یہ حالات
ایک دوسرے کی مخالفت سے ہمیشہ قائم نہیں رہتے۔ اور لاہوت تمام حالات کے
وجود اور عدم میں یکساں ہے۔ اس لئے صرف لاہوت راست اور حق ہے۔ اور باقی
تین حالات باطل و مفروض ہیں۔ جہان صرف تین حالات کا نام ہے
یہ تین حالات حالت چہارم کے مقابل مثل خواب کے ہیں۔ اس لئے
جہان مثل خواب کے باطل کہا جاتا ہے۔ اور حالات مذکورہ بالا سے تین
حالات یعنے جاگرت سپن سکھوپت ہر انسان پر وارد ہوتے ہیں۔ اور
حالت چہارم یعنے تریا صرف عارف کی ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف عارف
بیدار ہے۔ اور تمام لوگ خواب میں ہیں۔ اور در باب انزال منی بحالت خواب
جو پوچھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ خواب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف
دوم کثیف۔ لطیف وہ ہے۔ کہ جس میں صرف حواس لطیف کام کریں۔ اور
کثیف کو بالکل دخل نہ ہو۔ اور کثیف وہ ہے۔ کہ جس میں لطافت سے اخراج
پا کر حواس کثیف بھی کارروائی کریں۔ یعنے آثار خواب بیداری میں ظاہر ہوں۔
مثلاً منی کا نازل ہونا۔ منہ سے بولنا چارپائی سے اٹھ کر کسی طرف چلا جانا۔ دانتوں
کو ملا کر آواز کرنا۔ خوف زدہ ہو کر ہائے ہائے کرنا۔ خوشی میں آ کر خنداں ہونا
غم میں مبتلا ہو کر رونا وغیرہ اِن افعال سے جو جسم کثیف کے اعضا سے ہوتے ہیں

یا حالت بیداری میں جن کا آثار نمایاں ہوتا ہے۔ حالت خواب کی راستی
ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ یہ تینوں حالات صرف خیال
کی منازل ہیں اس لئے یہ تین اجسام یعنے جسم کثیف جو بیداری میں کام کرتا
ہے اور جسم لطیف جو خواب میں کام کرتا ہے۔ اور جسم غفلت جو سکھوپت میں
ہوتا ہے۔ خیال ہی سے مرکب مختلف افعال ہوتے ہیں۔ یعنے یہ اجسام اس
کے آشیانہ ہیں۔ اور حواس ظاہری و باطنی اس کے آلات ہیں۔ جہاں جس سے
چاہے کام لیوے۔ کیونکہ خواب اور بیداری برائے نام ہیں۔ اصل میں صرف
خیال ہی ہے۔ اور تم جو انزال منی سے خواب کو سچا قرار دیتے ہو۔ تو شائد تم اس
حالت کو جس میں تم بیٹھے ہو۔ راست سمجھکر اس کی نسبت سے خواب کو جھوٹلاتے
ہو۔ ایسے نہیں۔ یہ تمہاری حالت کہ جس میں تم کھاتے پیتے چلتے پھرتے بیٹھتے سنتے عورت سے جماع
ہوتے لڑکا پیدا کرتے ہو۔ یہ بھی سراسر خیال کی تائید اور وہم کی تقلید مثل خواب کے ہے۔ تمہاری ذات
اِن تمام حالات سے مبرا اور تمام افعال سے معرا عین علم ہے۔ اور تمہاری حالت نربا ہے۔ کہ جسکے
مقابل یہ راست اور باطل دونو باطل ہیں۔ اور جو لکھا ہے۔ کہ حالت خواب میں یقین ہوتی ہے۔
اور کوئی چیز ہوتی ہے۔ سو غلط ہے۔ کیونکہ حالتِ خواب میں سترہ چیزوں
سے مرکب جسم لطیف کام کرتا ہے۔ وہ انتھکرن من۔ بدھ۔ پانچ گیان اندرے
گوش۔ لمس۔ زبان۔ چشم۔ بینی۔ اور پانچ کرم اندرے۔ ہاتھ۔ پائے۔ گویائی
گودا۔ لنگ۔ اور پانچ پران۔ پران۔ اپان۔ اودان۔ ویان۔ سمان۔ سوان سترہ
چیزوں میں بدھ جس کا فعل یقین ہے۔ شامل ہے۔ اور بیداری میں خواب باطل
ہے۔ اور حالت خواب میں بیداری باطل ہے۔ اور معرفت میں یہ دونو حالات مثل
خواب کے باطل ہیں۔ اور جہان ان دونوں حالتوں کا نام ہے۔ پس ثابت ہوا

کہ جہان جو مجموعہ خیالات ہے۔ مثل خواب کے جھوٹا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اب اس شک کو دور کرکے جہان کو مثل خواب کے دیکھو۔ اور اُسکی لذّات و سامان سے دامن کش رہو۔

ابیات

بر آب[1] حیاتی تو جہان ہمچو حباب ست
حر فیست جہان از ورقِ دفترِ علمت[2]
از تشنگی آن را کہ تو پنداشتۂ آب
بیدار شو از خواب کہ این جملہ خیالات
از جانب او نیست حجابے بہ حقیقت

او نیز اگر آب رود از برش آب ست
ہر چند کہ او خود بسر خویش کتاب ست
دریا وبہ از دور کہ آب است سرابیست
اندر نظر دیدۂ بیدار چو خواب ست
از جانب ما باشد گر ز انکہ حجابیست

---

[1] تیرے حیات والے پانی پر مثل جہان مثل حباب کے ہے۔ یعنے جھوٹا و کلپت ہے۔ اگر پانی اس کے سر سے گذر جاوے کیا معنے کہ وہ اپنی ذات میں فنا ہو جاوے تو وہ بھی پانی ہے۔ دوسری چیز نہیں۔

[2] تیرے علم کے دفتر کے ورق کا جہان ایک حرف ہے۔ گو وہ خود بسر خود ایک کتاب ہے۔ پیاس کی وجہ سے جسکو تو نے پانی خیال کیا ہے جنگل بیابان میں دور سے جو پانی ہے۔ وہ سراب یعنے مرگ ترشنا ہے۔ خواب سے بیدار ہو کہ یہ تمام خیالات بیدار کی نظر میں مثل خواب کے ہیں۔ حقیقت میں اسکی طرف سے کوئی پردہ نہیں۔ اگر کوئی حجاب ہے تو وہ ہماری طرف سے ہے۔

چمن سوم در باب خداشناسی وخودشناسی

حق جان جہان ست جہاں جملہ بدن — اقسام ملائکہ حواس ہیں اس تن
اجرام وعناصر وموالید اعضا — توحید ہمین است دگر حیلہ وفن

گل اوّل

سوال۔ خدا کیا ہے۔ اُس کی شناخت ومعرفت کس طرح ہو سکتی ہے۔
جواب۔ وہ ذات جو سب سے اوّل اور سب سے آخر قائم ہے۔ اور جو عین ہستی وعلم وسرور۔ واحد لاشریک۔ محیط کل عالم۔ قائم بذات خود۔ احاطۂ فکر وقیاس وعقل وخیال سے بعید۔ واجب الوجود۔ اسم وصفت سے مبرا صرف مفہوم مخصوص حواس سے برتر۔ کثافت سے پاک ہے اُس ذات کو بمُراد ہدایت طالبان عُلمائے قدیم نے اسم خدا۔ اللہ۔ وہاب۔ واجب الوجود۔ پروردگار۔ کردگار وغیرہ سے موسوم کیا ورنہ وہ ذات جو تمام ظہورہ سے اوّل اور تمام ظہورہ کی اصل ہو۔ اُسکی صفت۔ اُس کی پیدایش سے ہونی اسطرح محال ہے کہ جس طرح بیٹے کو اپنے باپ کی پیدایش کا وقت یا اُس کے لڑکپن کا حال دریافت کرنا محال ہے۔ پھر وہ ذات مالامال صفات اپنی وحدت سے گرشیدہ ہو۔ بازار کثرت کو آراستہ کر۔ گوناگون صورتوں میں آ۔ اپنے جلوہ کو اپنے تماشا کے لئے ظاہر کرنے لگی۔ اور جس میں بندہ ہو۔ بندگی میں مشاغل ہوئی۔ اور خدا ہو کر اپنی عبادت کا معاوضہ دینے کے واسطے مدارج منازل مقرر کئے۔ پس یہ ظاہر ہے۔ کہ جو ذات تمام علوم وخیالات وافکار ومعقولات کی شاہد وسے حالا

یعنی ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت کی دانندہ و روشن کنندہ و یادگاری و فراموشی کی عالم بینائی بینائی ہا۔ شنوائی و شنوائی ہا۔ گویائی و گویائی ہا۔ بویائی و بویائی ہا خیال خیالات فکر تفکرات۔ عقل معقولات۔ علم علمہا۔ و تمام اعداد سے اوّل بلکہ نقطہ مفہوم کا بھی جس سے ابتدا ہے وہ ذات خدا ہے۔ اُس کی معرفت صرف خیالات مذکورہ بالا کو دلنشین کرنے سے ہوسکتی ہے۔ یا بہ تفصیل ذیل اوّل فکر کرے۔ کہ اسباب ظاہری و باطنی میں راست کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ اس فکر کو اس سلسلہ سے شروع کرے کہ جسم جو باعث تماشائے جہان ہے اُس کی ابتدا و انتہا کیا ہے۔ جسم عناصر سے بنا ہے اور پھر معدوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حواس عشرہ بھی فنا پذیر ہیں۔ اور جسم لطیف جو حالت خواب میں کام دیتا ہے۔ وہ بھی فانی ہے۔ عقل و فکر و قیاس وغیرہ بھی اپنی حالت پر قائم نہیں رہتے۔ اور تمام ارکان جہان مثلاً ہوا۔ آب۔ آتش۔ نجات چاند۔ سرما۔ گرما صحت و بیماری۔ پیدائش و موت۔ تغیر پذیر ہونے سے فانی ثابت ہوتے ہیں۔ چونکہ فانی چیز بغیر امداد باقی شے کے کسی عرصہ کے لئے اپنی ہستی میں قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ذات باقی ہست حقیقی اس خیالی اسباب سے برتر ہے۔ کہ جس کے ذریعہ یہ تمام تودۂ طوفان برپا ہوا ہے۔ جس میں ہے اور جس میں زائل ہو جائیگا۔ وہ ذات خدا ہے۔ پھر کیسی ہے۔ کہ باوجود اپنی لطافت اور تنزیہ کے صورت کثافت و تشبیہ میں آکر واحد سے کثیر و باقی سے فانی ہوتے ظاہر ہونے لگی۔ تو بھی اپنی ہستی و اصلیت میں سر موئے تبدیل نہیں پائی۔ اس لئے اب بھی موجودگی بوقلموں اشیائے و نیرنگی صفات میں وہی ذات فارغ از اسمائے و صفات عیاں ہے جس طرح کہ موجودگی و معدومی امواج و حباب میں پانی یکساں ہے۔ اُسی طرح موجودی تشبیہ و تنزیہ میں ایک ذات عین علم ہے۔ اپنی

ہستی میں قائم خود بخود روشن ہے۔ کیسی ذات ہے۔ کہ جس کا نہ اول ہے نہ آخر۔ نہ باپ
ہے نہ بیٹا۔ نہ آمد ہے نہ رفت نہ اسم ہے نہ صفت۔ نہ دشمن ہے نہ دوست۔ نہ پیدا
ہوئی ہے نہ پیدا کرتی ہے یکساں آپ میں آپ ہے۔ اور پھر کیسی ہے۔ اول وہی آخر
وہی باپ وہی بیٹا وہی۔ اسم وہی صفت وہی۔ دشمن وہی دوست وہی۔ پیدا ہونے
والا وہی۔ پیدا کرنیوالا وہی۔ اور تمام تعینات و تشبیہات میں عیاں جزو سے کل و کل
سے جزو۔ کہیں میں کہیں تو۔ کہیں وہ کہیں یہ کہیں بندہ کہیں خدا۔ کہیں داتا
کہیں بھکھیاری۔ کہیں دریائے رواں۔ کہیں کوہ گراں۔ کہیں خشک کہیں تر کہیں
مادہ کہیں نر۔ کہیں نرم کہیں درشت۔ کہیں خوب کہیں زشت ہو رہی ہے۔ اس طرح
اس ذات کو دیکھنا سمجھنا۔ تصور کرنا۔ اور یقین کرنا معرفت حق ہے۔ اور پھر یہ جاننا کہ میں
نہ جسم ہوں نہ میرا جسم ہے۔ کیونکہ میں جسم کے تمام حالات کا شاہد ہوں۔ اور جسم مجھ کو نہیں
جان سکتا۔ اور اسی طرح نہ میں حواس ہوں نہ میرے حواس ہیں۔ اور نہ میں عقل
ہوں اور نہ میری عقل ہے۔ نہ میں فکر ہوں۔ نہ میرا فکر ہے۔ نہ میں خیال ہوں۔ نہ میرا خیال
ہے کیونکہ یہ تمام اربعہ عناصر کے جزو ہیں۔ میں ان تمام کو جانتا اور روشن کرتا ہوں۔
ان میں سے کوئی مجھ کو نہیں جان سکتا۔ اور اسی طرح حالت ناسوت میں نہیں۔ اور
نہ مجھ میں حالت ناسوت ہے۔ کیونکہ یہ حالت ملکوت کے وارد ہونے سے فنا ہو جاتی ہے
اور میں یکساں رہتا ہوں۔ اسی طرح حالت ملکوت بھی میں نہیں ہوں۔ اور نہ مجھ میں حالت
ملکوت ہے۔ کیونکہ یہ حالت جبروت کے آنے سے محو ہو جاتی ہے اور میں یکساں رہتا ہوں
اور حالت جبروت میں نہیں ہوں اور نہ مجھ میں حالت جبروت ہے۔ کیونکہ یہ حالت پھر
ناسوت کے آنے سے گم ہو جاتی ہے۔ اور میں برابر رہتا ہوں۔ پس یہ ثابت ہے۔ کہ
یقین جانئیں بار بار پیدا اور فنا ہونے سے باطل ہیں اور میں ازل سے اب تک یکساں ہیں

علم وحق ہوں۔ اسی طرح تمام صفات و فرقہ سے بھی میں فارغ ہوں۔ کیونکہ یہ تمام امور فرضی ہیں۔ اور میں ان تمام امور کو بخوبی جانتا ہوں۔ اس لئے میں تمام تعینات کا شاہد اور داننده ہوں اور کسی قسم کا تعلق میری ذات میں دخل نہیں پاسکتا۔ روح کا نام تمام جو مجھ کو علماء نے دیا ہے وہ بھی صرف علت جسمانی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ میں یکساں بیصورت عین ہستی علم سرور ہوں۔ اس صورت سے آپ کو پہنچاننا خود شناسی ہے۔ اور پھر دیکھنا کہ جو اوصاف اس روح کے ہیں۔ وہی اوصاف حق کے ہیں۔ اسلئے روح حق ہے اور حق روح ہے ثابت ہوا کہ میں یعنی روح جس کی صفت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ ذات حق ہوں۔ اس ذات مطلق میں بباعث کلیت وجزویت تمیز خدا روح کی ہوئی ہے یعنی کہ جو ذات کل جہاں کی روشن کننده وکارنده ہے اسکو خدا کہتے ہیں اور جو اس جسم کی روشن کننده وکارنده ہے اس کو روح کہتے ہیں۔ پس علت کل یعنی جہان سے وہ ذات درجہ خدا وعلت جزو یعنے جسم سے درجہ روح پہنچی مگر اصل میں اپنی ہستی میں یکسان بے تبدیل بے نام وبے صفت ہے علت کے دور کرنے سے روح اور خدا صرف خالص ہی ذات رہتے ہیں۔ بلکہ ان ناموں کی بھی سمائی نہیں اس لئے مناسب ہے کہ ان دونوں علتوں کو دور کرکے روح اور خدا کو ایک ذات تعین کرے۔ کیونکہ دانہ اور خرمن کہنے میں صرف دو ہیں۔ ورنہ ذات دونو کی ایک ہے اسی طرح روح اور خدا کو سمجھ کر تمام وہمات دوئی وتعینات اسم وصفت وخیالات چون وچرا کو دل سے دور کرکے شراب وحدت سے سرمست قائم بذات خود رہنا چاہئے اس کا نام معرفت ہے۔

گل دوم

سوال جسکو برہم۔ پرماتما ایشور پرمیشر بھگوان۔ ایک اونکار۔ اور نرنکار کہتے ہیں

اُس کا کیا روپ ہے اور کیا شکل ہے کہ اُس کو اُسی طرح سمرن کیا جاوے اور اپنے
دل میں دھارن کیا جاوے ÷

جواب۔ وہ ذات جو سب کے اوّل اور سب کے آخر ہے۔ اور جو تمام الفاظ سے اول
بلکہ نقطۂ مفہوم سے بھی اوّل سیدہ ہے۔ اُس ذات کو رکھیشروں نے اُپدیش کیواسطے
برہم پرماتما وغیرہ اسماء سے موسوم کیا ہے۔ ورنہ وہ تمام اسمائے مبرّا بلکہ جس کے
آسرے سے یہ تمام نام سِیدہ ہوتے ہیں۔ اور جو اِن تمام اسماء کے معنی کو جانتی ہے وہ اصل
ہے۔ اُسکا سروپ گیان ہے جاگرت کی انت اور سُپن کی آد یعنی بیداری جب ختم ہوئی
اور خواب ابھی شروع نہیں ہوا۔ اُس وقت جو حالت ہے۔ وہ پرماتما ہے۔ وہ حالت
تمام خیالات اندرونی وبیرونی سے پاک خواب و بیداری سے برتر بلکہ دونوں کی
شاہد عین علم ہوتی ہے اُس حالت کو اپنا آپ جانکر قائم ہونا یہ اصل سمرن ہے ست
اور اننت کے مدہ یعنی درمیان جو علم ہے وہ پرماتما ہے۔ ہے اور نہیں کے درمیان
جو علم ہے وہ پرماتما ہے۔ مَن چِت۔ بُدّہ۔ اہنکار کا جو شاہد ہے وہ پرماتما ہی یادگاری
اور فراموشی کا جو داننده ہے۔ اور اِن دونوں کے درمیان قائم ہے وہ ذات پرماتما
ہے۔ اُس کا سُروپ سوائے گیان کے اور کچھ نہیں جسقدر اشکال اور رنگ اور روپ
ہیں۔ یہ تمام فانی ہیں۔ بیداری میں صورت کثیف میں نمایاں ہوتے ہیں اور حالت
خواب میں صورت لطیف میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سکھوپت یعنی خواب گراں میں
دونوں صورتیں معدوم ہوکر بالکل بیخبری رہجاتی ہے بسوا اشکال۔ اور رنگوں کا حال
تو یہ ہے۔ پس اِن تینوں حالتوں کا جو جاننے والا اور باقی ہے جسمیں کسی قسم کا تغیر
وتبدل نہیں آتا۔ وہ ذات پرماتما ہے۔ اُس ذات کو بُدّہ کے نیتروں یعنی چشمان یقین
سے دیکھا جاتا ہے۔ سو دیکھنا اُس کا یہ ہے۔ کہ تقریر مذکورہ بالا کو بخوبی سمجھ کر متفرق حالات

میں یکساں رہکر بے آرام قائم ہونا اور من کو اُس حالت میں جو عین آرام اور شانت رُوپ ہے قائم کرنا اور الفاظ مذکورہ بالا کے معنے جُداگانہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) جو ذات کُل اشیاء میں مُحیط یعنی پورن ہے۔ اندرو باہر زیر و بالا راست و چپ بلا فرق و دخل غیریت پُورن و قایم بنجو ہے اُس کو برہم کہتے ہیں +

(۲) سب سریروں میں جو قایم ہوکر اندریونکو پرکاشتا اور طاقت دیتا ہی وہ آتما کہلاتا ہے۔

(۳) جب آتما سریر سے رہت ہوتا ہے وہ پرماتما ہے

(۴) جب مایا کے ساتھ مل کر اپنی خواہش سے جگت کو رچتا ہے اور رچ کر پالتا ہی اور ناس کرتا ہے۔ تب ایشور کے نام سے نامزد ہوتا ہے۔

(۵) تمام علتوں سے فارغ ایشوروں کا ایشور پرمیشر کہلاتا ہے۔

(۶) جو سب گُنوں کا آسرے اور سب کرموں کے پھل دینے والا ہے اُس کو بھگوان کہتے ہیں +

(۷) جو ہمیشہ ایک حالت پر رہے اور کبھی لغزش نہ پاوے۔ وہ ایک اونکار کہلاتا ہے۔

(۸) جو اکار اور روپ و رنگ سے پاک کیول گیان سُروپ ہے۔ وہ نرنکار ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ذات کے اِس قدر اسماء ہیں۔ اور وہ ذات سب کا آتما ہے۔ صرف اگیان سے وہ نظر نہیں آتی۔ سو گیان کا حاصل کرنا اُس کا سبب ہے اُتم سمرن و دھارن ہے۔ سوائے خودشناسی کے اُس ذات میں کما حقہٗ قیام نہیں ہوتا۔ جبکہ من ابھی نہیں اُٹھا۔ اُسوقت جو حالت بے آرام و بے خیال ہے۔ وہ ذات حق ہے جب خیال اُٹھ کر بند ہو گیا ہے۔ بعد اُسکے جو حالت ہے وہ ذات برحق ہے جب خیال اُٹھا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا ہے اور پھر اگر گُم ہو گیا ہے ان تمام حالت کی دانا اور شاہد جو ذات ہے وہ ذات پرماتما ہی خودبخود روشن ہے تاریکی و روشنی کا روشن کنندہ و عین

ا یا ذات میں یعنی شکل کے اندر آتما کو بھی پرماتما کہتے ہیں ۲۔ سے جو جو ترکیب سے جسم کو حرکت دینے والا ہے ۳۔ گیان سے یعنی علم سے ہستی و نیستی جو کچھ ہو چکا ہے ۴۔ سے بھگوان ہے

علم محض دانائی ہے۔ وہ دانائی کہ دانائی سے برتر ہے۔ وہ ذات پرماتما ہے سورج
میں پرکاش روپ وہی ہے۔ اگن میں گرمی وہی ہے پون میں حرکت وہی ہے
آکاش میں خلا وہی ہے جڑ میں جڑ چیتن میں چیتن۔ کال میں کال وستُ میں وست
غرض سب روپ وہی ہے تین پھولوں سے اُس کا پوجن ہوتا ہے۔ بودھ۔ سمیگ۔ سمرن +

بودھ۔ آتما کو تقریر مذکورہ بالا کے موافق جاننا اور یقین کرنا +

سمیگ۔ اُسکو سرب دیاپی جان کر سب طرف اُس کو دیکھنا +

من کو تمام اطراف سے روک کر اُسمیں قایم کرنا ان تین پھولوں سے پرماتما کا سمرن ہوتا ہے اور اگر
کسی طرف اسطرح نرگن سروپ میں قایم نہ ہو سکے تو اونکار کا اوچارن کرے سب طرف سے من
ہٹا کر اونکار میں مگن کرے جب اونکار میں مگن ہو جاوے۔ اُسوقت اونکار کے ارتھ وچار کرے +

گل سوم

سوال۔ شُدھ چیتن وکھے جیو ایشور کی کلپنا کیونکر ہوئی اور کس طرح دور ہووے
جواب۔ شُدھ برہم کا پرکرت کے ساتھ کلپت تاداتم سبندھ ہے۔ یعنی بھید ابھید
رہت سبندھ ہے۔ اور وہ پرکرت مایا اور اوِدیا کے باعث دو حصوں میں منقسم ہوئی
پرکرت نام اعتدال سہ گن کا ہے۔ شُدھ ستوگن مایا کہی جاوے ہے اور ملِن ستوگن
اوِدیا۔ شُدھ ستوگن مایا وکھے جو برہم کا پرت بنب ادھشٹان برہم اور مایا تینوں
ملکر ایشور کہلاتے ہیں چونکہ ایشور کی اُپادھ یعنے علت مایا ویاپک ہے ایک ہے
اور شُدھ ہے۔ اس لئے ایشور بھی ویاپک ہے۔ ایک ہے۔ سروگیہ ہے نت مکت
انترجامی ہے اور ملِن اوِدیا وکھے جو چیتن کا پرت بنب اور ادھشٹان کوٹست اور
اوِدیا یہ تینوں مل کر جیو کہلاتے ہیں۔ چونکہ جیو کی اوپادہ اوِدیا پرچھن اور سنگ ہے اور ملِن

ہے۔ اس لئے جیو بھی پرچھن ہے۔ نانا ہے اور الپگ ہے۔ بندھ ہے۔ دین وغیرہ ہے۔ ان دو نواوپادہ سے ایک چیتن جیو اور ایشور کے نام سے موسوم ہو کر دوہوا ہے۔ اگر ان دو نواوپادہ کو جو کلپت ہیں دور کیا جاوے۔ تو باقی ایک اودتی چیتن سدھ ہے +

واحد ذات ثابت

گل چہارم

سوال۔ گیان کیا ہے؟

جواب۔ آپ کو یتھارتھ جاننا کہ میں تین سریر۔ استھول۔ سوکھم۔ کارن اور تین اوستھا۔ جاگرت سپن۔ سکھوپت۔ اور پانچ کوش سے اتیت ہوں یہی کا نام گیان ہے

بیداری خواب خواب گراں

سوال۔ تین سریر اور تین اوستھا اور پانچ کوش کی تشریح کسطرح ہے +

جواب تین اوستھا اور تین سریر آگے تشریح ہو چکی ہے۔ اور پانچ کوش کی تشریح اب کی جاتی ہے۔ کوش نام تلوار کے میان یا بھنڈاری کے رکھنے کا استھان یا کوش تا کا آشیانہ ہے۔ سو کوش پانچ ہیں۔ ان مے کوش۔ پران مے کوش۔ منو مے کوش۔ بگیان مے کوش۔ آنند مے کوش۔

سوال ان مے کوش کیا ہے

جواب ماتا اور پتا کے بیرج اور رج سے اُن سوپ سریر کی اوتپتی اور پھر ان سے پالنا اور پھر اُن روپ پرتھوی وکھے لیتا ایسا جو استھول سریر ہے۔ سو ان مے کوش ہے +

سوال۔ ان مے کوش کیسا ہے

جواب۔ دُکھ اور سکھ اور وشے بھوگ کا استھان ہے اور جنم مرن کا پاتر ہے +

سوال۔ ان مے کوش سے میں کسطرح نیارا ہوں +

جواب۔ سریر سے پرتھم بھی میں تھا۔ اس کے ہوتے بھی اُس کے دُکھ سکھ کو جانتا ہوں اور اُس کے ناس کے بعد بھی میں باقی ہوں۔ اس لئے میں ان مے کوش

نہیں۔ میں نیارا ہوں۔

سوال۱۶ پران مے کوش کیا ہے۔

جواب۔ پانچ کرم اندرے اور پانچ پران۔ پران مے کوش کہلاتے ہیں۔

سوال۱۷۔ پانچ کرم اندرے اور پانچ پران کیا ہے؟

جواب۔ پانچ کرم اندرے کے نام وشے اور دیوتا کی آگے تشریح ہو چکی ہے۔
(دیکھو جدول مندرجہ گل سوم چمن دوم) اور پانچ پران کی بھی تفصیل آچکی ہے لیکن
ان کے کرم اور استھان اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

پران (دم) سواس کا آنا اور جانا اس کا کرم ہے۔ اور ہردہ (سینہ) استھان ہے۔

اپان۔ مل موتر (نجاست پیشاب) کا تیاگ (ترک) اس کا کرم ہے۔ اور گدا (مقعد) استھان ہے۔

اودان۔ سپن (خواب) کا دکھانا اور ہچکی وغیرہ کا آنا اس کا کرم ہے۔ اور کنٹھ استھان ہے۔

سمان۔ کھائے پیئے ہوئے ان (غلہ) اور جل (آب) کا پچانا اور اپنی اپنی ناڑیوں میں پہنچانا اس کا
کرم ہے۔ اور ناف اس کا استھان ہے۔

ویان۔ سروانگوں کا پھیرنا اس کا کرم ہے۔ اور سروانگ اس کے استھان ہیں۔

سوال۱۸۔ پران مے کوش سے میں کسطرح جدا ہوں۔

جواب۔ خواب کی حالت میں پران آتے جاتے ہیں۔ اگر کوئی چور گھر لوٹنے کو آوے
تو اس کو نہیں روکتے۔ یا اگر کوئی رشتہ دار آوے۔ تو اس کا قدر۔ تواضع نہیں کرتے۔ اسلئے
ثابت ہوا کہ یہ جڑ ہیں۔ اور میں چیتن ہوں۔ یہ بناسی (فانی) ہیں۔ اور میں ابناسی (باقی) ہوں۔
اسلئے میں پران مئے کوش نہیں ہوں۔ اس سے جدا ہوں۔

سوال۱۹۔ منو مے کوش کیا ہے۔

جواب۔ من اور پانچ گیان اندرے مل کر منو مے کوش کہلاتے ہیں۔

۱۲ دیکھو جدول مندرجہ گل سوم چمن دوم در باب پرانوں [illegible] بیان

سوال ۔ من اور گیان اندرے کیا ہیں ۔

جواب ۔ گیان اندرے کی تشریح آگے ہو گئی ہے ۔ (دیکھو جدول مندرجہ گل سوم ۔ چمن دوم) باقی من کا سروپ یہ ہے ۔ دیہہ ہیں قائم ہو کر دیہہ ہیں اہنکار یعنے (میں) اور دیگر پدارتھوں ہیں ممتا یعنے میرا ۔ میری کرنے والا اندریوں کو وشئوں کی طرف پریرنے والا سنکلپ و کلپ دہرماکرن روپ من ہے ۔

سوال ۔ منومے کوش سے میں کس طرح جدا ہوں ۔

جواب ۔ کام اور کرودھ وغیرہ خیالات من میں اٹھتے رہتے ہیں ۔ اس لئے من وکاری ہے ۔ اور میں نرو کار ہوں ۔ من سنکلپ وکلپ کرتا ہے ۔ میں نرو کلپ ہوں ۔ اس لئے میں منومئے کوش نہیں ہوں ۔ بلکہ اس سے نیارا ہوں

(شہوت، غصہ، بےعیب، بےخیال)

سوال ۔ وگیان مے کوش کیا ہے ۔

جواب ۔ بدھ اور پانچ گیان اندرے مل کر وگیان مے کوش کہلاتے ہیں ۔

سوال ۔ بدھ اور گیان اندرے کیا ہیں ۔

جواب ۔ گیان اندرے کا ذکر ہو چکا ہے ۔ اور بدھ اس کو کہتے ہیں ۔ کہ جو ناخن پا سے لیکر سر مو تک محیط ہو کر سرب اندریوں کے وشیوں کو نشچے روپ کرکے بھوگتی ہے سو کرتا روپ بدھ ہے ۔

(کل، حواس، محسوسات، یقین، فاعل)

سوال ۔ وگیان مے کوش سے میں جدا کس طرح ہوں ۔

جواب ۔ سکھوپت اوستھا ہیں بدھ اگیان ہیں لین ہو جاتی ہے ۔ اور میں جیوں کا تیوں انبھو روپ رہتا ہوں ۔ اور جاگرت وسپن ہیں بدھ ایک حالت پر نہیں رہتی کبھی کسی لذت کیطرف اور کبھی کسی لذت کیطرف ۔ اور میں اسکے تمام حالات کا دانندہ یکساں رہتا ہوں ۔ اسلئے میں وگیان مے کوش نہیں ہوں ۔ بلکہ اس سے جدا ہوں ۔

(خیال، اعتراض، معیوب)

سوال - آنندمے کوش کیا ہے۔

جواب - پن کرم کے پھل بھوگنے کے وقت اتفاقاً برتی۔ آتم سروپ بھوت آنند کی پرت بنب یعنی عکس کو اختیار کرے۔ جس کو پریے مودا ورپرمود کہتے ہیں۔ اوراگیان میں سکھوپت روپ ہوجاوے۔ یہ آنندمے کوش ہے۔

سوال - آنندمے کوش کا سروپ کیا ہے۔

جواب - برتی کو جو مطبوع چیز کے دیکھنے سے پرے یعنے خوشی ہو۔ وہ اس کا سر ہے اور مطبوع چیز کے حاصل کرنے سے جو برتی کو مود یعنے راحت ہو۔ وہ اس کا راست پر ہے اور مطبوع چیز کے بھوگنے سے جو برتی کو پرمود یعنے سرور ہو۔ وہ اس کا چپ پر ہے۔ اور آتم سروپ بھوت آنند کے پرت بنب کو اختیار کرنا اس کا سروپ ہے۔ اور بنب روپ آتم آنند اس کی دم ہے۔ اس طرح آنندمے کوش ہے۔

سوال - آنندمے کوش سے میں کس طرح جدا ہوں۔

جواب - یہ آنند وشے کے سنبندھ سے یعنی حصول لذات مطبوع اور سکھوپت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور تھوڑی دیر رہکر پھر زائل ہوجاتا ہے اس لئے ناسی ہے۔ اور میں سدا آنند روپ ہوں۔ بلا ارادہ و غیریت اپنے سروپ میں قائم ہوں۔ اور نہ سکھوپت اوستھا مجھ کو زائل کرسکتی ہے۔ اس لئے میں آنندمے کوش نہیں۔ بلکہ اس سے جدا ہوں۔

سوال - سوائے ان پانچ کوشوں کے اور کچھ انبھو نہیں ہوسکتا پس میں کون ہوں۔

جواب - سچ ہے کہ ان پانچ کوشوں کے سوائے اور کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ لیکن انبھو کرنے والا جو ہے۔ وہ ان سے نیارا ہے۔ اور انبھو روپ ہے۔

سوال - پس میرا کیا سروپ ہے۔

جواب - میں ست چت آنند انبھو روپ آتما ہوں۔ اس گیان سے مکت حاصل ہوتی ہے

گُل پنجم

سوال۔ وِشیش چیتن اور سامان چیتن کا کیا روپ ہے۔

جواب۔ انتھکرن میں جو سامان چیتن کا ابھاس ہے۔ سو وِشیش چیتن کہتے ہے اور استِ بھانت پرے روپ ہے جو سرو ٹھور ویکھے پورن ہے۔ سو سامان چیتن کہتی ہے۔

سوال۔ وِشیش اور سامان کے کیا معنے ہیں۔

جواب۔ جو تھوڑے دیس یعنے محدود مکان اور تھوڑے کال یعنے محدود زمان میں ہو اس کو وِشیش کہتے ہیں۔ اور جو بہت دیس اور بہت کال میں ہو۔ اسکو سامان کہتے ہیں۔ سو انتھکرن دیس اور اگیان کال میں جو چیتن کا آبھاس ہے۔ اسکو وِشیش چیتن کہتے ہیں۔ اور سرو دیس سرو کال میں جو چیتن استِ بھانت پرے روپ کرکے وِیاپک ہے سو سامان چیتن ہے تمثیل جیسے سورج کا پرکاش سرو ٹھور وکھے وِیاپک ہے۔ اور جہاں پانی سے پر برتن یا آئینہ ہو اس میں اسکا عکس بھی نمایاں ہوتا ہے۔ سو اس پانی یا آئینہ میں سورج کا وِشیش انس ہے۔ اور دیگر کل جہان میں سامان ہے۔

سوال۔ وِہار کون کرتا ہے۔

جواب۔ وِشیش چیتن یعنے انتھکرن میں جو چد ابھاس ہے۔ وہ معہ انتھکرن کھان پان۔ چلنا۔ پھرنا۔ بولنا۔ فکر کرنا سوچنا نشچے کرنا علیٰ ہذا القیاس وِہار کرتا ہے۔ اسلئے وکاری ہے۔ اور سامان چیتن کسی وِہار کا کرتا نہیں۔ اسلئے نِرو کار انباسی ہے تمثیل جیسے سورج کسی وِہار یعنے جلانے یا اَن پکانے وغیرہ کا کام نہیں کرتا۔ مگر آتشی شیشہ کے تعلق سے جو آگ پیدا ہوتی ہے۔ وہ جلانے اور روٹی وغیرہ پکانے کا کام دیتی ہے۔ اسیطرح سامان چیتن کیول استِ بھانت پرے روپ کرکے پرکاش روپ

ہے۔کوئی ووہارک اُپادھا اُسپر قائم نہیں ہو سکتی۔ لیکن انتھکرن ہیں جو اسکا پرتبنب پڑتا ہے۔ سو سریر کے افعال کا فاعل ہے پس ثابت ہوا کہ وشیش چیتن ہی، رووہاروں کو کرتا ہے۔

سوال۔ دیہ پات کے سمے جو سریر کے ووہار گم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت کون چیز گم ہو جاتی ہے۔ چیتن تو اناشی ہے۔ اور ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہنے والا ہے۔ اُس میں یہ حالتیں یعنی زندگی و موت کیوں نمودار ہوئی۔

جواب۔ جیسے مٹی کے برتن پُر از آب میں سورج کا عکس پڑتا ہے اور اگر پانی خشک ہو جاوے۔ یا برتن ٹوٹ جاوے تو عکس ظاہر نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ عکس کہیں آیا اور کہیں گیا نہیں۔ بلکہ وہیں ہے۔ صرف آتش جیسے گم ہونے سے کہ جس میں عکس کے پیدا کرنے کی طاقت ہے۔ وہ معدوم معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ سورج کا جز و ہمیشہ سورج میں ہے بعلت کے باعث اُس میں ہونا یا نہ ہونا دو حالتیں قائم ہوئیں اسیطرح سریر روپ برتن میں پران روپ جل ہے اس میں جو ویاپک چیتن کا پرتبنب پڑتا ہے تو سریر چیتن ہو کر قسم قسم کی چیشٹا کرتا ہے جب پران اور سریر کا آپس میں وئجوگ نہ ہوا اسوقت وہ عکس ظاہر نہیں ہوتا۔ اور اس کے ظاہر نہ ہونے سے سریر میں جو حرکت افعالی تھی۔ وہ بند ہو جاتی ہے۔ اس کو لوگ مرنا کہتے ہیں۔ مگر سامان چیتن اس وقت بھی است بھانت پرے کر کے موجود ہے۔ صرف پرانوں کے گم ہونے سے جو عکس پڑتا تھا۔ اور جس کے آسرے سریر چیتن تھا۔ وہ اب نہیں ہے۔ سو یہ عکس علت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے جھوٹھا اور فانی ہے۔ اور سامان چیتن سدا ابناشی ایک رس قائم بذات خود ہے۔ اُس میں جینا مرنا دونوں صورتیں نہیں بن سکتیں۔ اگیان سے اس میں دیکھتے ہیں۔ ورنہ وہ سدا ایک حالت پر سبھی ووکاروں سے پاک تمام ملتوں سے مترا کیول ست چت آنند روپ ہے۔ اور وشیش چیتن اُسی میں کلپت اور متھیا ہے۔ اور جس قدر سریر کی چیشٹا ہوتی ہے۔

سو وِشِش چیتن سے ہوتی ہے۔ اس لئے تمام کرم بھی متھیا اور کلپت ہیں۔ اور ان کا پھل جنم مرن لوک پرلوک میں آنا جانا یہ بھی متھیا اور کلپت ہیں۔

سوال ۔ میں کون ہوں۔ آیا سامان چیتن ہوں یا وِشیش چیتن ہوں۔

جواب ۔ میں سامان چیتن ہوں۔ وشیش چیتن نہیں ہوں۔ یہی اگیان ہے جو میں آپکو کرتا اور بھوگتا مانتا ہوں۔ درحقیقت میں است۔ بھانت۔ پرے روپ کرکے سرو کا پرکاشک وراوصتاں ہوں۔ سریر میں آتم روپ کرکے پرکاش مان ہوں۔ اور جگت میں ایشور روپ کرکے پرکاش ان ہوں۔ اور پرے کال میں برہم کرکے پرکاش مان ہوں۔ لہٰذا میں تمام علتوں سے فارغ کرتا کرم کریا بھن سرو بھوریں ویاپک کیول است بھانت پرے روپ ہوں۔

سوال ۔ اس گیان سے مجھ کو کیا فائدہ حاصل ہوگا۔

جواب ۔ اس گیان سے جیو کو اپنی واستو سروپ کا گیان ہو کر سریر کے سبندھ سے جو جنم۔ مرن۔ سکھ۔ دکھ۔ دہرم۔ ادہرم۔ راگ۔ دویکھ کی بھرانت یعنی وہم تھا۔ دور ہو جاتا ہے۔ اور آپ کو سریر کے ہوتے ہی نِت مُکت اور پرمانند سروپ نشچے کرتا ہے۔

سوال ۔ تمام چیزوں میں سامان چیتن کس طرح ویاپک ہے۔

جواب ۔ کل اشیاء پانچ امور سے سدھ ہوتی ہیں۔ نام۔ روپ۔ است۔ بھانت۔ پرے مثلاً گھٹ نام۔ گول روپ است ہے۔ بھاسی اس کی پرتیت اور پرے خوشی یعنی جل بھر کے کام دینے سے پیارا لگتا ہے۔ اب ان پانچ اموروں سے نام و روپ وبھچاری یعنی تغیر پذیر ہیں۔ اور است بھانت پرے سامان یعنی یکساں ہیں۔ کیونکہ دوسری چیز یعنی پیٹ میں گھٹ کے نام اور روپ نہیں ہیں۔ مگر است بھانت پرے یکساں ہیں۔ سو ثابت ہوا کہ نام روپ کے دور کرنے سے دونوں چیزیں است بھانت پرے رہتی ہیں۔ اسیطرح اگر کل جہان کی اشیاء میں نام روپ جو جھوٹا ہے۔ دور کیا جاوے۔ تو باقی است بھانت

پرے روپ رہتا ہے۔ اس طرح کل اشیا استت۔ بھانت۔ پرے روپ ہیں۔ یہ بیرونی
ہے۔ اور اندرونی یہ ہے۔ سر پر نام۔ موٹا پتلا۔ یا کالا۔ پیلا وغیرہ روپ۔ استت ہے
بھانت علم۔ اور پرے سرور۔ نام روپ کے دُور کئے مٹی ہے۔ مٹی نام۔ گندھ روپ استی
ہے بھانتی علم۔ اور پرے سرور۔ نام روپ کے گم کئے جل ہے جل نام۔ رس روپ۔ استت
ہے۔ بھانت علم۔ اور پرے سرور۔ نام و رُوپ کے گم کرنے سے اگن ہے۔ اگن نام۔ پرکاش
روپ۔ استت ہے۔ بھانتی علم۔ اور پرے سرور۔ اگن کے نام روپ گم کرنے سے پون ہے
پون نام سپرس روپ۔ استت ہے۔ بھانت علم۔ پرے سرور۔ پون کا نام و روپ گم کرنے
سے آکاس ہے۔ آکاش نام شبد روپ۔ استت ہے۔ بھانت علم۔ پرے سرور۔ آکاش کا نام و
رُوپ گم کرنے سے آگے میں نہیں جانتا ہوں۔ یہ اگیان ہے۔ اگیان نام نہ جاننا رُوپ استی ہے۔
بھانتی علم پرے سرور اگیان کا نام رُوپ گم کرنے سے باقی کچھ نہیں۔ اس کو سون کہتے ہیں سون
نام۔ اور خالی رُوپ استت ہے۔ بھانت علم۔ پرے سرور سون کے نام روپ اُٹھانے سے باقی انبھو ہاستت
ہے۔ جو نام روپ سے خارج استت بھانت پرے رُوپ ہے۔ سو استت بھانت پرے رُوپ میں ہوں۔ اس
طریقہ کو اگر بخوبی سمجھ کر یقین کیا جاوے۔ تو ظاہر اور باطن۔ زیر اور بالا۔ راست اور چپ میں اور تو۔ ایک
استت بھانت پرے رُوپ چیتن بھاستا ہے۔ چاہئے کہ جگیاسی اس کو دل و جان سے منن اور ندھیاسن کرے۔

گل ششم

سوال۔ جیو اور ایشور کی ایکتا کس پرکار ہوتی ہے۔
جواب۔ بھاگ تیاگ لکھنا سے بخوبی ہوتی ہے۔
سوال۔ بھاگ تیاگ لکھنا کس کو کہتے ہیں
جواب۔ ورودھی یعنے مخالف کا بھاگ کا تیاگ کرنا۔ اور بھاگ کا انگیکار کرنا۔
ترک برابر اختیار

سوال[۱] بھاگ تیاگ لکھنا سے کسطرح جیو الیشور کی ایکتا ہوتی ہے۔

جواب۔ شام وید کی چھاندوگ اپنکھت میں مہا واک[۱] ہے۔ تتومسی یعنی الیشور جیو ہے۔ تت بمعنے الیشور۔ توآم بمعنے جیو۔ اسی بمعنے ہے۔ اب اس واک سے یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ الیشور سرشٹ کا کرتا۔ انتر جامی[۲] نت مکت ایک سروگ[۳] کس طرح جیو پیدا شدہ پرچھن۔ نانا۔ بندھ۔ الپگ[۴] ہے۔ تو اس کے جواب میں یہ لکھا جاتا ہے۔ کہ الیشور میں جو سروگتا وغیرہ دھرم ہیں۔ سو مایا کے تعلق سے ہیں۔ کیونکہ الیشور نام مایا وسیشٹ چیتن کا ہے۔ یعنی چیتن موصوف بہ مایا۔ اور جیو میں جو الپگتا وغیرہ دھرم ہیں۔ سو اودیا کے تعلق سے ہیں۔ کیونکہ جیو نام اودیا وسشٹ چیتن کا ہے۔ یعنے چیتن موصوف بہ اودیا اگر و دھی بھاگ۔ یعنے مخالف حصص دونوں کے درمیان سے دور کئے جاویں تو باقی سمان بھاگ یعنی یکساں حصہ دونوں کا ایک رہتا ہے۔ مراد یہ کہ الیشور میں جو سروگتا وغیرہ دھرم ہیں۔ سو مایا کے تعلق سے اس میں فرض کئے گئے ہیں اس کے ذاتی دھرم نہیں اس کا ذاتی سروپ صرف چیتن ہے جس میں کسی قسم کا ویوہار یعنی سرشٹ کا اوتپت کرنا یا پالنا کرنا یا سروگ ہونا نہیں کہا جا سکتا اسطرح جیو میں جو الپگتا وغیرہ دہرم ہیں۔ سو اودیا کے تعلق سے اسمیں مفروض ہیں۔ جیو کے ذاتی دھرم نہیں جیو کا ذاتی سروپ چیتن ہے چیتن میں الپگ ہونا۔ دین ہونا۔ دکھی[۶] ہونا۔ نہیں بنتا پس ثابت ہوا کہ جیو اور الیشور میں اختلاف کا باعث فرضی دھرم مایا۔ اور اودیا کے ہیں۔ ورنہ ان دونوں کا ذاتی سروپ ایک چیتن ہے اس لئے بھاگ تیاگ لکھنا کے ذریعہ سے مایا اور اودیا کے دھرموں کو جیو اور الیشور سے جدا کرنے سے باقی چیتن دونوں میں یکساں ہے یعنی جیو چیتن الیشور چیتن ہے۔ اور الیشور چیتن جیو چیتن ہے۔ اس صورت سے جیو اور الیشور کی ایکتا ہو کر جو اعتراض کہ مہا واک میں پیدا ہوا تھا۔ رفع ہوتا ہے۔ اس

[۱] کلمۂ توحید
[۲] دل کے جاننے والا
[۳] ہر اہنکار
[۴] دانستہ کل
[۵] دانستہ جزو
[۶] ذات و اوصاف سے ملنے والا

امر کو ایک مثال دیکر کہ جس سے بھاگ تیاگ لکھنا کا مطلب صاف طور سے ظاہر و سمجھایا جاتا ہے۔ کسی نے ایک شخص دیو دت کو کانشی شہر میں بوقت دوپہر گھوڑے پر سوار بڑی شان و شوکت سے دیکھا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اُسی شخص کو ملتان شہر میں بوقت شام سر و پا برہنہ در دروازہ پر گدائی کرتا ہوا دیکھا۔ اور کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس کو میں نے بڑی شان و شوکت سے سوار کانشی میں دیکھا تھا۔ اب اسجگہ ایک شخص میں دو مخالفوں حصولوں سے کتنا بڑا فرق عاید ہوتا ہے۔ لیکن جب کانشی شہر دوپہر کا وقت گھوڑے پر سوار ہونا اور ملتان شہر شام کا وقت۔ دربدر گدائی کرنا جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں دور کئے جاویں تو آدمی ایک ہے اس کو بھاگ تیاگ لکھنا کہتے ہیں۔ اس مثال کو طریق مذکورہ بالا میں جو درباب جیو اور ایشور کی ایکتا کے ہے۔ بیان کیا گیا ہے بغور سمجھنا واجب ہے۔

گل ہفتم

سوال۔ گیان کی کتنی بھومکا ہیں۔

جواب۔ سات بھومکا ہیں۔ شبھ اچھا، سوچار نا، تن مانسا، ستوا پت، اسنسکت، پدارتھ ابھاونی، ترئیا۔

سوال۔ شبھ اچھا کیا ہے۔

جواب۔ پورب جنم یا اس جنم کے نشکام کرم اور اپاسنا سے ایکا گریت واسطے برش کو وویک ویراگ، کھٹ سمپت۔ اور موکھ اچھا یہ چار سادھن ہو کر تتا کے جاننے کی اچھا یعنے خواہش ہوتی ایسکا نام شبھ اچھا یعنے اول بھومکا ہے۔

سوال۔ سوچارنا کیا ہے۔

نیلا ولادہ بلکہ مد دانش حقیقی مد شغل و مراقبہ حصول قرابت کہ بے اختیاری کہ تقاضہ الفقر کہ الموت
بے خواہش نتیجہ کہ تمیز درمیان حق و باطل بلکہ ترک لذات دنیا مد عقیلے الہ اس میں چھ امور شامل ہیں ۱ سم یعنی ضبط نفس ...

جواب ۔ آتما کے جاننے کا خواہشمند ہو کر برہم گیانی مہت پُرش کی خدمت میں باادب وارادتمندی حاضر ہو کر اُن کی زبان مبارک سے سُخنان ویدانت درباب ایکتا جیو اور برہم سُننے اور سُن کر اُن کو اپنے من میں صدہا دلائل عقلی ونقلی سے منن کر کے یقین کرنا یہ سو وچارنا نام گیان کی دوسری بھومکا ہے +

سوال ۔ تن مانسا کیا ہے ۔

جواب ۔ سرون اور منن کئے ہوئے ارتھ کو ساکھیات کرنے کیواسطے بار بار چنتن کرنا یعنے برتی کو ادوئیت وست کے اکار رکھنا یہ تن مانسا نام گیان کی سوم بھومکا ہے +

سوال ۔ ستواپت کیا ہے +

جواب ۔ سرون ۔ منن ۔ ندھیاسن کئے ہوئے ارتھ کو ساکھیات ابھو ہو کر سنسے اور وپر جے رہت نروکلپ استھتی ہونی یعنے چت کا سُدھ ستوگن روپ ہونا یہ گیان کی چترتھ بھومکا ستواپت ہے +

(بیخیالی ۱۲ — قیام ۱۲ — صفت خالص ۱۲ — وہم)

سوال اسنسکت کیا ہے +

جواب نروکلپ سمادھ کے ابھیاس سے دیہ میں ہر طرح سے مَیں میری کا نشان بھی نہ رہنا اور دیہ و کھے پریت یا اشکت بدھ زائل ہو جانی یہ اسنسکت نام گیان کی پنجم بھومکا ہے

(محبت — گرفتاری)

سوال ۔ پدارتھ ابھاونی کیا ہے ۔

جواب ۔ سرو پدارتھوں کے ادھشٹان برہم روپ کے گیان کر کے سب کا بھاؤ یعنی ابرتیت ہونی یعنے یہ کہ سوائے برھم کے اور تمام اشیار کو جو احاطہ بدھ میں آسکتے ہیں ۔ اتینت ابھاو والا پرتیت کرنا ۔ یہ پدارتھ ابھاؤنی نام گیان کی چھٹی بھومکا ہے +

(کالعدم — یقین)

سوال ۔ تریا کیا ہے ۔

جواب ۔ گیاتا (عالم) گیان (علم) گئے (معلوم) جو چوتھی اور پانچویں بھومکا میں بھاؤ روپ ثابت

اور چھٹی بھومکا میں ابھاؤ روپ پرتیت ہوتے تھے۔ اب ان دونوں سے رہت
اپنا آپ بھاستے ہیں۔ اپنے بیگانہ سے فارغ۔ نہ میں نہ تو نہ یہ نہ وہ۔ صرف ذات
ہی ذات یہ تریا نام گیان کی سپتم بھومکا ہے +

سوال۔ یہ بھومکا کس کے سادھن ہیں۔

جواب۔ اول تین بھومکا تت گیان کا سادھن ہیں۔ چوتھی بھومکا تت گیان روپ
ہے۔ جیون مکت اور ودیہ مکت کا سادھن ہے۔ باقی تین بھومکا جیون مکت
کے ولکھن آنند یعنے سرور ابدی کا سادھن ہیں +

سوال۔ ان بھومکا کے جاننے سے کیا فایدہ حاصل ہوتا ہے

جواب۔ ان کے جاننے سے اپنی برتی کی اوستھا یعنے طبیعت کا حال اور دیگر
گیان والوں کی اوستھا یعنے طبیعت معلوم ہوسکتی ہے اور جو فرق کہ درمیان
گیان والون کی اوستھا کے ہے اُس کا باعث صرف بھومکا کی کمی بیشی سے ہے
سواس دریافت سے بدگمان دل سے دُور ہو کر طبیعت ترقی کی طرف راجع ہوتی

گل ہشتم

سوال۔ سرون۔ منن۔ ندھیاسن۔ وساکھیات ان کا سروپ کیا ہے +

جواب جو تقریر کہ پیشتر بیان ہو چکی ہے۔ اُسکو ساودھان ہو کر ست گورو کی زبان مبارک
سے سُننا سرون کہلاتا ہے +

پھر گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر شنیدہ سخنان کو دلائل نقلی و عقلی سے راست ماننا اور
شکم ہردے میں ڈالکر اُس سے اپنے من کو سیر کرنا جو جو امورات سُننے میں اُن میں اگر
اعتراض پیدا ہو تو اُسکو پھر تحقیق کرنا غرض کہ بار بار اُن کا وچار کرنا منن ہے +

جن سخنان کو بذریعہ سرون کے جانا ہے اور بذریعہ منن کے مانا ہے اُن کو اپنے برتی کی کیسا تھ اس طرح ملانا کہ برت اور اُن وچنون کا مدعا یعنی پرچ روپ برہم ایک ہو جاویں۔ سب طرف سے اندریونکو روک کر من میں لین کرنا۔ اور من کو سنکلپون سے روک کر بُدھ میں لین کرنا۔ اور بُدھ کو یقین ددئی سے پاک کرکے سم روپ آتما میں محو کرنا یعنے ایک ذات ہو جانا بار بار اس کا ابھیاس کرنا ندھیاسن ہے۔

جب ندھیاسن کے کرنے سے کُل اشتباہ و پریشانی برت سے دُور ہو کر برت برہم روپ ہو جاوے اور اُس کو اپنا آپ جانے۔ کسی حالت و مکان و زمان میں شبہ پیدا نہ ہو۔ آپ کو سرب میں اور سرب کو آپ میں دیکھے۔ اور پھر دیکھنے اور نہ دیکھنے سے پاک ہو کر قائم بذات خود ہو وے۔ یہ ساکھیات کہلاتا ہے +

کُل نہم

سوال۔ جسم کا تعلق آتما سے کچھ نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ نیک وبد کا عوضہ بعد مرنے کے ملتا ہے۔ سریر اس جگہ سوختہ ہو گیا۔ اور آتما لازوال ہے پس نرک و سُرگ کون بھوگتا ہے +

جواب۔ جب تک جیو کو اگیان ہے۔ اور سریر کے ساتھ اپنا تعلق مان کر اُس کے نیک و بد افعال آپ میں دیکھتا ہے۔ تب تک اُسکو جنم مرن رہتا ہے اور اسی کو سُرگ نرک کہتے ہیں۔ اور جب گیان ہوا۔ اُس وقت کسی فعل کا عوضہ اُس کو نہیں ملتا ہے +

مثال۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے باغ میں دو محافظ مقرر کئے۔ ایک اُن میں سے نابینا تھا۔ اور دوسرا بے دست وپا۔ ایک روز محافظ بے دست وپا نے

اپنے رفیق نابینا سے کہا۔ کہ باغ میں عُمدہ عُمدہ میوے پُختہ ہو گئے ہیں۔
اور تمام باغ میوہ سے مالا مال ہو رہا ہے۔ میں لاچار ہوں۔ نابینا نے
کہا کہ تو میرے کندھ پر سوار ہو۔ اور جہاں چاہو میں تجھے لیچلوں۔ میوہ توڑ دو تو
ملکر کھائینگے۔ اُنھوں نے اسی طرح کیا۔ میوہ توڑ کر دونو نے ملکر کھایا دوسرے
دن جب مالک باغ میں آیا۔ اور اُس نے درختوں سے میوہ اُترا ہوا دیکھا۔ تو
پوچھا کہ میوہ کس نے توڑا ہے وے دونو اپنا اپنا عذر پیش کرنے لگے۔ مالک
نے سمجھا کہ درحقیقت یہ دونوں اس قصور سے بری ہیں۔ غرض۔ کہ وے
روز مرہ ملکر یہ کام کرتے رہے۔ اور مالک باغ بھی روز مرہ اپنے باغ کا نقصان
دیکھتا۔ مگر ایک روز دیوار کے پیچھے چھپکر اُس نے دیکھا۔ کہ بے دست وپاء نابینا
کے دوش پر سوار ہو کر ارتکاب جُرم کا کرتا ہے پس اُس نے دونو کو ملزوم جانکر
اسی حالت میں ماخوذ کیا۔ اگر وے دونوں شامل نہ ہوتے۔ تو کبھی یہ قصور ظہور
میں نہ آتا۔ پس ان دونوں کے اجتماع کو باعث ارتکاب جرم وحصولی سزا سمجھنا
چاہیئے۔ اسی طرح جہان ایک عظیم باغ ہے۔ اور ایشور باغبان ہے۔ اور محافظ
جیو آتما وسریر ہیں۔ جن میں سے جیو بیدست وپا ہے اور سریر نابینا ہے جب
جیو آتما اس سریر سے شامل ہو۔ اُسیوقت میوہ جات باغ عالم جو نیک وبد افعال
ہیں۔ توڑ کر کھانے لگا۔ یعنے مرتکب افعال ہو کر اُن میں اپنا تعلق مانا اور اُمیدوار
سزا وجزا کے لئے ہوا جس کا نتیجہ زادن ومردن یا نرک وسُرگ بلا پس ثابت ہوا
کہ تعلق جسمانی اس جیو کے باعث عذاب عظیم ہے۔

مثال دیگر۔ ایک دفعہ ایک شخص مہاپورکھ کے پاس جاکر پوچھنے لگا۔
کہ بعد مردن جسم جلایا جاتا ہے۔ اور جیو آتما نرآکار اور شدھ ہے سُرگ سوُرگ کون

ہوسکتا ہے مہاپورکھ فرمانے لگے کہ اس کا جواب کل دیا جاویگا - دوسرے روز جب سایل آیا - تو دروازہ بند تھا - اُس نے آواز دیا - اندر سے سنت نے پوچھا کہ تو کون ہے - اس نے جواب دیا کہ میں ہوں - وہ فرمانے لگے کہ یہیں نرگ سورگ بھوگتی ہے - مطلب یہ کہ جب تک جیو جانتا ہے کہ میں سر سے لیکر پاؤں تک یہی سریر ہوں - فلانے کا بیٹا ہوں - یہ میرا ورن اور آشرم ہے - یہ میرا نام ہے - یہ فعل نیک میں نے کیا ہے - اس کا نتیجہ اچھا ہوگا - اور یہ بد کیا ہے - اس کا پھل بد ہوگا - تب تک اس کو رستگاری نصیب نہیں ہوتی - اور جب اُسکو یہ گیان ہوا کہ میں سریر سے فارغ وجُدا ہوں - نہ میرا ورن نہ آشرم ہے - نہ میں کسی کا بیٹا نہ باپ ہوں - نہ میرا کوئی نام ہے میں ان سب سے فارغ اور سب کا شاہد وروشن کُنندہ ہوں - اُس وقت کوئی فعل نیک خواہ بد اس پر اثر نہیں کرسکتا - اور یہ جیتے جی مُکت ہوجاتا ہے جسکو جیون مُکت کہتے ہیں - اور اگر بہ نظر حقیقت دیکھا جاوئے تو سوائے شدھ اور ادویت برہم کے نہ کچھ ہوا ہے - نہ کچھ ہوگا - جب تمام جہان کو نیست ونابود سمجھا - تو نرگ سرگ کہاں سے ست ہونگے - یہ تمام باطل خیالات حالت نادانی میں ہوتے ہیں - دانائی میں تمام خُدائی ہے - اور اگر بنظر وچار یعنے دانش دیکھا جاوے - تو پن نام ملکی اوصاف یعنے اوصاف حمیدہ کا ہے مثلاً جت یعنی ضبط - دھیرج یعنی حوصلہ - سنتوکھ یعنی قناعت وصبر - ویراگ یا ترک وچار یا دانش حقیقی - وتواضع وسخاوت ومعرفت وآزادگی وشکر اور پاپ نام شیطانی اوصاف یعنی اوصاف ذمیمہ کا ہے - مثلاً کام یعنی شہوت کرودھ یعنے خشم لوبھ یعنے طمع، موہ یعنے اُلفت - اہنکار یعنے انانیت تلخ گوئی - خشک مزاجی بخل شکایت وجہالت وتعلق وغیرہ - پس پُن روپ اوصاف حمیدہ سے جو خوشی حاصل

ہوتی ہے اُسکو سرگ یعنے بہشت کہتے ہیں۔ چنانچہ قول **بیت**

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را باکسے کارے نباشد

اور پاپ روپ اوصاف ذمیمہ سے جو رنج حاصل ہوتا ہے۔ اُس کو نرگ یا
دوزخ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ گیتا کا سُخن ہے۔

طمع ہست خشم است وشہوت بدل سہ دروازہ دوزخ اندا ے جواں

پس راحت و رنج ہی نرگ و سرگ ہوا جس کی بنیاد بید انشی از اصل خود
و تعلق جسمانی ہے جسکو ان دو چار خصوں سے صحت حاصل ہوئی اُس کو نہ راحت
ہے اور نہ رنج ہے نہ نرگ ہے نہ سرگ ہے۔ وہ ان تمام سے فارغ عین ہستی علم
سرور نت مُکت ہے۔ دوئی نام دوزخ کا ہے۔ جس سے ہمیشہ میں۔ تو یہ وہ
میرا تیرا۔ اُس کا۔ اِس کا۔ اپنا بیگانہ۔ دُشمن۔ دوست۔ نیک و بدسینہ میں
جاگیر ہو کر خیالات واہی سے پریشان رکھتی ہیں۔ اور یکتائی نام بہشت کا ہے
کہ جس کے باعث تمام مجازی معاملات دل سے خارج ہو کر ہمیشہ مستقیم المزاجی
و سرور ابدی ہمدم دل کے رہتی ہے۔ اس دُنیا سے باہر کوئی نرگ و سرگ
نہیں ہے۔ سب کچھ یہاں ہی ہے۔ نیک و بد فعل کا ارتکاب بھی اسی جگہ ہے
اس کا اجر دُکھ یا سُکھ بھی اسی جگہ ہے۔ اِس سے باہر کچھ نہیں وہ صرف خام
خیالات نادان بید کے ہیں۔ دوسرا اس کا کوئی حساب لینے والا نہیں یہ
خود ہی کرتا ہے۔ اور خود ہی امید نتیجہ کی رکھکر سکھ یا دُکھ دیکھتا ہے۔ جیسا بوتا
ہے۔ اُٹھاتا ہے۔ جیسے گورو نانک صاحب نے فرمایا ہے۔ پُنّی پاپی
آکھن ناؤں۔ کر کر کرنا لکھ لیجاؤں۔ آپے بیج آپے ہی کھاؤں۔ نانک حکمی
آوے جاؤں۔ جائے غور ہے کہ اگیان کیسا زور آور ہے۔ یہ جوہر

لطیف و پاک جس کو جیو کہتے ہیں وہ ذات ہے جو احاطۂ عقل و فکر و قیاس سے
بعید ہے اور جس کی دریافت بجز نادریافتگی اور جس کا علم بجز بے علمی کے آج
تک کسی کو نہیں ہُوا۔ برہما۔ وشن۔ رودر۔ جو اس جگت کے کرتا مشہور ہیں۔
اُس ذات بیچوں وچرا کے دریافت میں مثل طفل شیرخورہ نادان ہیں۔ اور
بڑے بڑے رشی اور مُنی جو اپنے اپنے وقت میں علامۂ عصر ہوئے ہیں۔
اور جنہوں نے دریافت حقیقت اصلیت ذات خارغ از صفات میں قدم سن فکر دوڑائے
ہیں اور جابک دلائل سے اُنہیں میدان دانش میں تیز رو کیا ہے۔ سوائے
خاموشی کے کچھ نہیں کہہ سکے اور یہ ذات وہ ہے جو تمام عیوب سے مبرا اور تمام اوہام
سے مُعرا نہ کسی کا خوف نہ نیاز نہ خیال دوزخ و بہشت اور نہ ساجد نہ مسجود نہ میں نہ تو
نہ وہ صرف صرف محض عین مطلق ہے۔ لیکن بباعث عدم دریافت حال اصلیت
خود بسبب کثرت شوق جو مثل سوال پانی کے اوپر چھا گیا ہے۔ یہ حال ہُوا ہے کہ
یہ تمام مصائب یعنی زادن و مُردن و پُن و پاپ نرک و سرگ عابد و معبود و فرض تیراتن
و دیوتا ہائے و دیگر بلا ہائے عظیم یعنی خواہش و شہوت و خشم و طمع وغیرہ نے اس
پر نازل ہو کر اس کو ایسا دبایا ہے کہ اب نہ راہ رفتن نہ جائی ماندن کا معاملہ ہے پس
ایسے دشمن خونخوار کو جو اگیان ہے جس قدر جلدی ضائع کیا جاوے اُسیقدر باعث
آرام ہے اور اگیان کا دور کرنا ہی تمام آفات سے رستگاری حاصل کرنا ہے ؛

گل دہم

سوال۔ کرم کانڈ بجز جسم کے نہیں ہو سکتا اور جسم سوائے امداد آتما کے کچھ
نہیں کر سکتا آتما کرم کانڈ سے علیحدہ ہے اور سریر مثل سنگ کے مُردہ ہے پس کرم کون کرتا ہے

جواب۔ جیسے آفتاب کے نکلنے سے کاروبار دُنیاوی شروع ہوتے ہیں۔ اور اُسی کے آسرے ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن سُورج سب سے علیحدہ بلندی فلک پر قائم سب کو روشن کر رہا ہے۔ اسی طرح کرم سریر کے آتما کے آسرے ہوتے ہیں۔ لیکن آتما تمام کرم اور جسم سے علیحدہ ہے۔ اور جسم فانی اور دروغ ہے۔ اسی طرح تمام کرم بھی باطل ہیں۔ خواب کی حالت میں صدہا طرح کے کرم کئے جاتے ہیں۔ بیداری میں کسی کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ اور نہ اُن کا نتیجہ نکلتا ہے۔ صرف خیال ہی خیال ہے۔ اسی طرح جو کچھ کرم ہو رہے ہیں۔ اگیان روپی خواب میں ہو رہے ہیں۔ جب بیداری گیان حاصل ہوتی ہے۔ اُس وقت تمام کرم اور کرم کرنے والا جسم باطل اور ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو جسم کچھ چیز نہیں ہے۔ پانچ تت یعنے اکاس پون۔ اگن۔ جل۔ پرتھوی کی اجزا سے اس کی ترکیب ہے۔ اور وہی پانچ تت کرم کر رہے ہیں۔ اور پانچ تت آتما سے ظاہر ہوئے ہیں اور اُس کے آسرے ہیں۔ اور اُس میں فنا ہو جاتے ہیں۔ بس ہم کرم کو اور کرم کے کرنے والے کو کیا قرار دیں۔ جیسے آہن سنگ مقناطیس کی کشش سے حرکت کرتا ہے۔ اسیطرح جسم آتما کی چیتنتا پا کر چیتن ہے۔ ورنہ جسم جڑ یعنے بے حرکت گنگ مُوک مثل رتھ کے بیکار ساکن ہے جب جیو کا سریر سے پرواز ہوتا ہے۔ اُس وقت سریر کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اگر جسم کچھ ہوتا تو اُس وقت بھی اس میں کوئی حرکت نمودار ہوتی جسم مثل آشیانہ کے ہے اور جیو آتما مثل مرغ سحر کے اس میں سکونت رکھتا ہے۔ لیکن نادانی کے سبب سے اُس مرغ نے آپ کو آشیانہ مان لیا ہے۔ اور اپنا ذاتی سروپ بھول گیا ہے۔ اس سبب سے رنج وراحت زادن ومردن دیکھ رہا ہے۔ جسم مثل ارابہ یعنے رتھ کے ہے۔ اندریاں مانند اسپ کے ہیں۔ خواہش لذات رسن ہیں۔ جن سے

گھوڑے رتھ سے جُڑے ہوئے ہیں۔ مَن اِس رتھ کے چلانے والا ہے۔ اور آتما اِس میں سوار ہے۔ جس صورت سے سوار کو سواری سے کسی قسم کا ناطہ یا تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح آتما کا جسم سے تعلق نہیں ہے۔ جسم بہت چیزوں سے بنا ہے۔ اس لئے اس میں مختلف افعال ظاہر ہیں اگر خوب طرح سے دیکھیں۔ تو جسم کرم رُوپ ہے۔ کرم اور جسم ایک چیز کے نام ہیں۔ کیونکہ جب تک جسم سے کرم ہو سکتے ہیں۔ لوگ اُسے زندہ کہتے ہیں۔ اور جب اُس سے کرم ہونے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر لوگ اُسے مردہ و ناکارہ قرار دے کر آگ میں جلا دیتے ہیں پس ثابت ہُوا کہ کرم جسم کا سرُوپ ہے۔ اگر کرم جسم سے ہوتا ہے۔ تو کیا تعجب ہے یہ جسم کا سرُوپ ہے۔ کرم ہوتا رہے۔ ہمارا سرُوپ جسم نہیں۔ اسواسطے نہ ہم کرم ہیں۔ اور نہ کرم کرنے والے ہیں۔ سریر اور کرم سے فارغ ست۔ چت۔ آنند گیان ماتر سب کے ساکھی ہیں۔ تین طرح کے کرم اس جسم سے جو نیز تین طرح کا ہے۔ تین حالات میں ہو رہے ہیں۔ جاگرت میں استھول کرم استھول سریر سے اور سپن میں سوکھم کرم سوکھم سریر سے۔ سکھوپت میں صرف اگیان رُوپ کرم کارن سریر سے اس صورت سے ہر حالت میں جسم کرم کر رہا ہے۔ لیکن اس کا شاہد ایک اور ہے۔ جو اُس کے کرموں اور حالت سے باخبر ہے۔ سو آتما ہے۔ اس آتما میں نہ کوئی حالت ہے اور نہ کوئی سریر ہے نہ کوئی کرم ہے۔ تین سریر اور تین حالات اور تین کرم سے جُدا صرف گیان سرُوپ سب کا ساکھی آپنے آپ میں قایم ہے۔ نہ کبھی مرتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے۔ جسکو ایسا گیان آتما کا ہُوا ہے۔ اور اُس نے آتما کو اپنا آپ جانا ہے۔ وہ پُرکھ تُریا یعنے چوتھی پد میں قایم ہوتا ہے۔ جہاں پرمیشور سرُوپ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے تمام جہان کا تخم اگیان ہے۔ اگیان سے کُل ظہورہ ہُوا ہے۔ اور اگیان میں یقین ہو رہا ہے۔ اگیان کے دُور ہونے سے تمام گم ہو جاتا ہے۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو جسم اور جسم کے کرم بھی اگیان سے ظاہر

ہیں۔ اگیان کی کونسی چیز راست قرار دیجاوے۔ سکھوپت اوستھا میں تمام کرم گم ہوجاتے ہیں۔ تو حالت مرگ کی بابت کیا کہا جاوے۔ پس ثابت ہوا۔ نہ جسم ہے۔ اور نہ کوئی کرم ہے۔ یہ تمام بھرم یعنی وہم ہے۔ ایک آتما اپنے آپ میں قائم ہے۔ آتما کو آلائش گناہ و صواب و خوف زادن و مردن و خواہش نیک و بد اس بابت سے ہو رہی ہے۔ کہ آپ کو جسم سے ملا ہوا مانتا ہے۔ اور کرم کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ اسلئے گرفتار ہے۔ جب یہ گیان ہوا۔ کہ میں نروکار گیان سروپ۔ اکرتے (بےعمل) ساکھی (شاہد) ہوں۔ سریر کا تعلق میرے ساتھ کچھ نہیں اُس وقت مکت ہو جاتا ہے۔ پس سریر کو بالکل نابود اور اُس کے کرموں کو معدوم بےبود جان کر آپ کو سچدآنند۔ اکرے۔ آتما جانے جب یہ فہمید دلنشیں ہو جاتی ہے۔ اُس وقت من خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ خواہش بند ہو جاتی ہے سنتوکھ اور دیگر نعمتہائے حاصل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جب تک جسم کو اور جگت کو ست مانا ہوا ہے۔ تب تک من خواہش کے ساتھ ملکر اِدھر اُدھر جاتا ہے۔ جب سب کچھ نیست معلوم ہوا اور آتما صرف ست جانا اور اس کو ... اپنا آپ سمجھا۔ پھر کس کی خواہش کون کرے گیا نوان کو نہ کچھ جسم چاہتا ہے۔ نہ کوئی جسم کا کرم معلوم ہوتا ہے۔ صرف چداکاس تمام الفاظ سے مبّرا ہوتا ہے۔ یہ صرف مشق کی فضیلت ہے۔ جو اس درجہ تک پہنچاتی ہے اور عدم مشق سے انسان چاہ تاریکی میں پڑا رہتا ہے۔ اندریاں اپنے اپنے کرم میں لگی ہوئی ہیں۔ ایک کے دھرم کو دوسری نہیں کرتی۔ جو ایسا نادان ہے۔ کہ اپنا دھرم فراموش کر کے دوسرے کے دھرموں میں برتنے لگا ہے۔ اور اپنا دھرم جو ساکھی گیان سروپ ہے۔ اُس کو نہیں جانتا اپنے دھرم میں قائم ہونا ہی مناسب ہے۔

گل یازدہم

سوال - بے وطنی میں تسلّی کس طرح ہو۔

جواب - حالات جسمانی بہ باعث اختلاف عناصر دائما تبدیل پذیر ہیں۔ یعنے گاہ راحت گاہ رنج۔ گاہ صحت۔ گاہ علالت علےٰ ہذالقیاس لیکن ذات جو عناصر سے مُبرّا اور صورت ونشان سے منزّہ ہمیشہ یکساں و بریک قرار ہے۔ اُس ذات کو اپنا آپ دیکھ کر ہمیشہ انسان بحالت یکسانی مسرور رہتا ہے۔ اور چونکہ بمصداق محیط کل شئی وہ ذات مثل مُرغ تمام قالب عنصری میں جو آشیانہ سا ہیں۔ جلوہ فرما ہے۔ اسلئے انسان کی ہستی بھی بغیر رنگ تغیر و تبدیل ہے۔ اور اُس کی خوشی سرور سرمدی ہے۔ جسم کا آنا وجانا صرف نظر بالائی میں معلوم ہوتا ہے۔ اگر بہ نظر غور دیکھا جاوے تو موج کا آنا و جانا و ظاہر ہونا و معدوم ہونا پانی سے سرمُو جُدا نہیں۔ اگر موج ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر گئی تو پانی سے کسی طرح جُدا نہیں ہوئی۔ بلکہ اُس کا پہلا مقام اور درمیانی رفتار اور آخر منزل تینوں پانی ہیں۔ تو اُس کا آنا کہاں سے اور پہنچنا کہاں تک اور کوچ کس راستہ سے قرار دیجاوے۔ اسی طرح بیضہ عنصری میں تمام اجسام مثل امواج ہیں۔ اُن کے آنے و جانے میں صرف تبدیل خیال ہے۔ اور اصلیّت میں کچھ و نہیں بدلا۔ وُہی قالب عنصری۔ وُہی نفس ناطقہ۔ وہی حواس عشرہ۔ ویسے ہی اعمال وافعال۔ وہی زمین۔ وہی آسمان۔ وہی خورشید۔ وہی ماہ۔ وہی حالت بیداری وخواب و خواب گران۔ پس کس لحاظ سے وطن یا بے وطنی۔ یا ایک جگہ سے انتقال دوسری جگہ قیام قرار دیا جاوے۔ اگر تعلق جسمانی و رشتہ اُلفت قطع ہو جاوے۔ تو ہر جگہ رہنا خانہ و ہر شخص یار یگانہ ہے۔ جُدائی کا رنج اُس موقعہ پر اُس شئے سے ہوتا ہے۔ جہاں مقصُود وفانی ہو لیکن جبکہ دوست دائما موجود و ہستی کل بُود ہے۔ تو علیحدگی کا قلق محض بے سُود ہے۔ عارف کا وجُود وجود حقیقی ہے۔ جو ہمیشہ اور ہر حال میں

پایدار بریک قرار ہے۔ ضرور سفر میں بباعث اختلاف واقعات تجربہ کامل حاصل ہوتا ہے۔ لیکن حصولِ تجربہ کے لئے ضبطِ حواس و نفسِ امّارہ و پرہیز از لذات نفسانی و اجتناب صحبتِ جُہلا لازمہ ضروری ہے۔ نفس کی عادت مثلِ بچھیرے اسپ کے ہے۔ جو ہمیشہ تنگ و پو میں رہتا ہے۔ جب اُس کے دہان میں عنانِ دانش ڈالی جاتی ہے۔ اور اُس کی پیٹھ پر زینِ بُرد باری رکھ کر اُس کو تنگ ضبط سے کسا جاتا ہے۔ تو سوار کے زیر ہو کر حسب مرضی سوار براہ راست چلا جاتا ہے۔ اور اگر اِس سامان سے توسن نفس کو آراستہ نہ کیا جاوے تو اسپ مادر خواہش کے پیچھے پیچھے حواس کی گلیوں میں خیالات کی چھلانگیں مارتا پھرتا ہے پس بہتر ہے کہ جسقدر ممکن ہو۔ اِس دشمن خونخوار پر دست تعدّی دراز کر کے اُس کو ایسا پایمال کرے کہ پھر اُس سے خوف کسی حال میں عاید نہ ہو۔ اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو بے وطنی میں انسان کو صدہا طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ چند اُن میں سے اِس جگہ قلمبند کئے جاتے ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان کو وطن چھوڑنے میں قطع الفت پدری و پسری و دیگر احباب کی تلقین ہوتی ہے۔ دوئم خوب و زشت سرد و گرم۔ دُرشت و نرم۔ اوضاع زمانہ کے برداشت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ سوئم وہ حالت ابتدائی کہ جس کے رُو سے ہم سب کو اِس مہمانسرائے جہان میں مثل مسافران شب باش ہیں۔ یاد آتی ہے۔ چہارم ملاقات مردم مختلف الطبع سے میل بطرف آزادگی و گوشہ نشینی پیدا ہوتا ہے۔ پنجم مصائب سفر سے جو بمصداق السّفر السّقر دشوار ہیں۔ جہان کی طرف سے نفرت .... و آزادگی کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ششم تکالیف حصولی معیشت سے جو یک و نیم پاؤ آرد سے مکتفی ہوتی ہے۔ اور برخلاف جس کے رشتہ طمع سے گرفتار ہو کر صدہا طرح کی تشادلیش و تکالیف ایزادی مال و منال کے لئے برداشت کرتا ہے۔ جو چشم بینا کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔ علےٰ ہذا القیاس اور بھی فوائد ہیں جو ہوشمند

اپنے بحرِ فکر میں غوطہ زن ہو کر مثلِ غواص دریافت کر سکتا ہے۔

گلِ دوازدہم

یہ جو جہان میں مشہور ہے۔ کہ جو کچھ پرمیشر کو منظور ہے۔ وہی ہوتا ہے۔ یہ بات بہت دور ہے۔ راضی برضائے الٰہی رہنا کام فقراء کا ہے۔ دنیا دار و عیالدار کے پاس یہ حوصلہ کہاں ہے۔ یہ تو اپنے تدارک پر نازاں ہوتا ہے۔ اور اگر کام پورا ہو جاوے تو شاداں ہوتا ہے۔ اور اگر خراب ہو جاوے۔ تو ملول ہوتا ہے۔ اگرچہ پرمیشور کی مرضی کے سوا کوئی کام جہان میں نہیں ہوتا۔ تو بھی انسان کو اُس نے تمیز بخشی ہے کہ اپنے نفع یا نقصان یا تکلیف یا تفریح کو سمجھے۔ حکمت ایزدی سے جو کام ہوتا ہے۔ وہ پورا پورا ہوتا ہے۔ کوئی اُس پر انگشت نہیں رکھ سکتا۔ اور انسان کا کام صدہا طرح کے نقص کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ صدہا لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ کام اُس نے درست نہیں کیا۔ تو اُس میں پرمیشر کی مرضی کہنا روا نہیں۔ اور خصوصاً تمام امورات باطل و تقلیدی ہیں۔ اگیان سے معلوم ہو رہے ہیں۔ اور اگیانی کو خوش کر رہے ہیں۔ پرماتما تمام تقلید سے پاک اور اگیان سے برتر عین ذات ہستی میں ہست ہے۔ اگر ان امورات تقلیدی او معاصیات سے اگر منسوب کیا جاوے۔ تو شناخت الٰہی میں بہت ہی فرق آتا ہے۔ جگت کا ہونا۔ رہنا اور ناس ہو جانا۔ اُس ذات مطلق میں کچھ نسبت نہیں رکھتا جیسے سمندر کو امواج و حباب کے پیدا ہونے اور فرو ہونے کی کیا پرواہ ہے۔ وہ اپنی الوہیت میں مست ہے۔ اسی طرح ہزار ناطرح کی مخلوق جو ہر جگہ مختلف کارروائی کرتی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اُس ذات بے پایاں اور ناپیدا کنار میں موج کی نسبت بھی نہیں رکھتی۔ کئی کروڑ برہما۔ بشن مہادیو ایک

لحظہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور گم ہوتے ہیں۔ بیشمار برھمانڈ مثل گرد وغبار اُٹھتے ہیں اور محو ہوتے ہیں۔ وہاں کچھ بھی کم وبیش نہیں ہوتا۔ ایسے عالیجناب میں ایسے خسیس کاموں کی نسبت دینی معرفت سے بعید ہے۔ اُس ذات کی صفت کو مہیشر اور مُنیشر اوتار ودیوتا نہ سمجھ کر دم بخود ہو گئے ہیں۔ اور جو کلمہ عام لوگوں میں پھیلا ہُوا ہے۔ کہ کرن کراوُن ہار وہی ہے۔ اُس کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو کچھ ہے سو وہی ہے۔ اُس کی ہستی میں غیر کی سمائی نہیں اِس فہمید سے تمام دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔ لیکن لوگ جو کام کرتے ہیں۔ اُس میں اُس کو آلودہ کر کے کہتے ہیں۔ یہ غلط فہمی ہے۔ یہ جہاں تماشائے خواب ہے۔ بیت

چندیں ہزار جامہ بدل کردہ ہر حُباب دریائے بیکران حقیقت ہماں کہ ہست

عارف کے لئے تماشا ہے اور اگیانی کے لئے جالی کا پھاسا ہے۔

گُل سیزدھم

سوال۔ انسان کی پیدائش از خود ہے۔ یا یہ مخلوق ہے اگر مخلوق ہے تو خالق کون ہے

جواب۔ انسان دو چیز سے مرکب ہے۔ ایک رُوح۔ دُوسرا جسم۔ رُوح کو بسبب ہستی وعلم ہونے کے مخلوق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ جو چیز پیدا ہوتی ہے۔ وہ آخرکار مرتی ہے۔ اگر رُوح کو مخلوق یا پیدا شدہ جانیں۔ تو اُس کی موت بھی ماننی پڑیگی۔ اس سے کلام الٰہی میں فرق آئیگا۔ پس ثابت ہُوا کہ انسان کی جُزو اعلےٰ یعنی رُوح مخلوقیت سے مبرا عین ذات حق ہے۔ اور دُوسرا حصہ جسم عناصر سے مرکب ہے۔ عناصر قدرت ایزدی سے موجود ہُوئی ہیں۔ اور وہ قدرت خاور میں ہے۔ پس تمام پیدائش قادر کی قدرت سے جُدا نہیں۔ اور قدرت قادر سے جُدا نہیں۔ بلکہ عین قادر ہی ہے۔ اگر ہم نہیں

ﻟﻪ اس کی تشریح ۱۵ یا ۱۶ صفحہ پر موجود ہے۔

کہ خدا نے انسان کو بنایا۔ تو اِس سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ خدا نے کس مصالحہ سے بنایا۔ اور دوسرا اُسکو بناکر کس جگہ رکھا۔ ان کے جواب میں اوّل اگر مصالح خدا سے جُدا قایم کریں۔ تو خدا کی وحدت میں فرق آتا ہے۔ اور اگر خدا کی قدرت ہی کو مصالح قایم کریں۔ تو قدرت قادر سے جُدا کسی حالت میں نہیں رہ سکتی۔ اور دُوسرا انسان بھی کسی غیر جگہ نہیں۔ بلکہ وہ ذات خود زادن و مُردن سے مبّرا۔ نام و صُورت سے مُبّرا مکین و مکان سے فارغ۔ خالق و مخلوق سے خارج۔ اپنے تماشا کے عشق سے سرشار ہو کر وحدت کو چھوڑ کثرت کو اختیار کر انواع انواع کے اجسام کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کیونکہ شوق تماشا بینی ایک سے پُورا نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ صدہا طرح کے رنگ روپ بنکر آپکو آپ دیکھنے والا اور دکھانے والا ہُوا۔ جیسے ایک مٹی سے کئی صورتیں۔ مثلاً سبو چہ صراحی۔ کاسہ وغیرہ ناموں نامزد ہوتے ہیں۔ کیونکہ مٹی سے کوئی کام کسی چیز کے بند رکھنے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھا لے جانے یا ایک دُوسرے کو لینے دینے کا نہیں ہو سکتا تھا۔ اُس مدعا کے پُورا کرنے کے لئے اُسکو مختلف صورتوں میں بنا کر مختلف اسماء سے موسوم کر کے کارروائی کثرت ہوتی ہے۔ اسیطرح وہ ذات جو بیرنگ و بے صُورت و بے نام تھی۔ اپنے شوق سے تمام رنگوں کل صورتوں اور کُل ناموں میں آکر اپنے کثرت کے شوق کو پُورا کرنے لگی۔ یعنی وہی ذات لطیف خیال کثیف سے باد۔ آتش۔ آب خاک ہو صدہا صورتوں میں تبدیل پاکر آپ سے آپ پیدا آپ میں آپ فنا ہونے لگی۔ جب ایسی حالت ہے۔ تو کس کو پیدا کنندہ اور کس کو پیدا شدہ قرار دیا جاوے۔ اس خیال دوئی کو دل سے دُور کر کے یہی دیکھنا ہے۔ کہ ایک ہی ذات احد خود بخود قایم و موجود ہے۔ اور انسان کوئی دُوسری چیز نہیں۔ بلکہ وہی ذات ہے۔ بیت

سینِ انسان گر بیفتد از میاں ۔۔۔ اوّل و آخر نماند غیر آں[1]

[1] لفظ انسان کے درمیان میں سین ہے۔ اگر سین کو دُور کیا جاوے۔ تو اوّل بھی آں اور آخر بھی آں کسوائے کچھ نہیں ہے

حضرت انسان کہ وصلش منجمال چون خلقت است
معنے او را بفہم اینجا کہ از حق صورت است
در لباس آدمی کار خدائی میکند آدمی را طرفہ اینجا دستگاہ قدرت است

گل چہارم

سوال۔ انسان اپنی اصلیت سے کیوں گمراہ ہو گیا ہے

جواب۔ بباعث نشہ کثرت و غفلت اس پر ایک مثال دیجاتی ہے۔ ایک بادشاہ نے ایک روز محل میں معمول سے زیادہ شراب پی نشہ سے سرمست ہو کر محل سے باہر نکل آیا۔ دروازہ پر جو سپاہی کھڑا ہوا تھا اُس سے کہا کہ تو مجھے اپنے کپڑے اُتار دے اب میں پہرہ دیتا ہوں سپاہی نے کہا حضرت آپ میرے بادشاہ و آقا ہیں یہ کیا کرتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا چُپ رہو۔ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ اندر سے دونوں کی آواز سُنے اور سزا دے۔ غرضیکہ جبراً وہ پوشاک لے اور خود پہنکر دروازہ پر گشت کرنے لگا یہ بات تمام ملازمان میں پھیلی کہ بادشاہ آپ غیر معمول لباس میں دروازہ پر پہرہ دے رہا ہے۔ وزیر آیا اُس نے کہا کہ حضرت یہ آپ نے کیا کیا ہے۔ اُسوقت پھر بادشاہ کہنے لگا کہ چُپ رہو ایسا نہ ہو کہ بادشاہ ہم دونوں کی آواز سُنکر خشمناک ہووے وزیر حیران ہُوا اس کا باعث دریافت کیا تو معلوم ہُوا کہ بادشاہ نشہ شراب سے مست ہے یہی سوچا کہ جب اس کا نشہ اُترے گا یہ خود ہی اپنی کردنی سے شرمندہ ہو گا اسیطرح دو پہر تک بادشاہ اسی حالت میں رہا۔ دوپہر کو اُس کو نشہ کے اُترنے سے ہوش آئی کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ یہ سوچتے ہی اُس نے اپنا لباس سپاہانہ اُتار ا۔ اور محل میں جا کر لباس شاہانہ پہن دربار میں آکر تخت نشین ہوا نتیجہ اس طرح ہے کہ وہ ذات یعنی

لے حضرت انسان کہ جو وصل اوسکا جہاں میں موجب پیدائش ہے ایسے معنے سمجھ کر کہ یہ صورت حق ہے جو لباس آدمی میں خدائی کرتا ہے عجب یہ ہے کہ آدمی کو یہ قدرت ملی ہے

روح نشہ عشق خود بینی سے سرمست ہو۔ محل وحدت سے باہر نکل دروازہ کثرت پرباب انسانی پہن گشت تعین کرنے لگی۔ کسی صورت سے یہ نشہ نہیں اُترتا۔ لیکن صرف اپنی معرفت سے جب اپنی پہلی حالت یاد آتی ہے۔ اُس وقت اس حالت سے شرمندہ ہو کر اُس حالت کو اختیار کرتا ہے۔

دیگر مثال۔ ایک بازی گر سوانگ بناتا بناتا کسی ایسے سوانگ میں مشغول ہوا کہ اُسکو اپنا ٹھ بنا بھول گیا۔ اور اپکو وہی سوانگ مان لیا جس سے تمام تکالیف و بد ذشتگی برداشت کرنے لگا۔ تماشا بینوں میں سے کسی دانانے مہربانی کر کے اُس سے کہا کہ اے بازیگر تو اپنی اصلیت کو بھول کر ایسا خراب ہوتا ہے۔ لیکن اس سخن سے اُس کے دل میں کچھ تاثیر نہ ہوئی کیونکہ اُس نے اپکو سوانگ مانا ہوا تھا۔ پھر اُس دانا نے اُس کا ایک ایک کپڑا اُتار کر اُسے عریاں کیا۔ اور پھر اُسے آئینہ دکھایا اور پوچھا کہ تو کون ہے اُسوقت اُسکو یاد آیا بلکہ یقین ہوا کہ میں سوانگی یعنی بازیگر ہوں۔ جب سوانگی جانا۔ اُسوقت کُل تکالیف سے خلاصی پائی۔ اسی طرح۔ روح مثل بازیگر کے لباس جسم کثیف و لطیف و غفلت و اسم و صفت و ذات و دولت و اقبال وغیرہ سے جو مثل سوانگ کے ہیں اپنی اصلیت کو بھول کر آپ کو انسان ماننے لگا ہے اور تمام تکالیف برداشت کر رہا ہے۔ جب زمرہ عارفان میں سے جو مثل تماشا بینوں کے ہیں کسی کو اُسکی طرف توجہ ہوتی ہے تب وہ اُس کو جتلاتا ہے اور لباس جسم کثیف لطیف و اسم و صفت و ذات سے اُسکو مُعرا کر کے مسائل متقدمین و سُخنان محققین مثل آئینہ کے دکھاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تو کون ہے اُس وقت یہ اپنی اصلیت کو یاد کر کے کہتا ہے کہ میں عین ہستی علم سرور ہوں۔ میں جسم یا جسم والا نہیں ہوں۔

مثال دیگر۔ ایک شیر کا بچہ کسی گڈریئے کے ہاتھ لگ گیا۔ اُس نے بکریوں اور بھیڑوں

میں شامل کردیا وہ بچہ اُن کا دودھ پیتا رہا اور اُنہیں کے ساتھ صحبت کرتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اپنی اصلیت شیر کو بھول کر آپ کو بکری یا بھیڑ ماننے لگا۔ اُسی طرح بولے اور اُسی طرح گھاس چرے ایک دن کسی دوسرے شیر نے اُسے اجڑ میں دیکھا اور حیران ہوا کہ شیر ہو کر بکریوں میں چر رہا ہے جب اُس کے نزدیک گیا تو وہ مثل بکریوں کے اُس سے خایف ہو کر بھاگ گیا۔ اُس نے اُسے جبراً پکڑا اور جتلایا کہ اے بے عقل تو آپ کو بھول کر اس قدر اندھا ہو گیا کہ اپنے ہم جنس سے خایف ہوتا ہے اور غیر جنس سے جو ہماری خوراک ہیں ملکر رہتا ہے۔ آتو میری مانند شیر جنگل کا بادشاہ سب پر قادر بکریوں کے مارنے والا ہے۔ اِس سخن سے اُسے یقین نہ آیا۔ اس پر شیر نے اُس کو لب آب پر لیجا کر اُسے اپنا اور اُس کا عکس دکھلا اور کہا کہ دیکھ تو اور میں یکساں صورت والے ہیں۔ اِس سے اُس کو یقین ہوا کہ میں بھی شیر ہوں۔ پھر وہ گرجا۔ اُسے دیکھ کر دوسرا گرجا تب اُس شیر نے اُس بچہ کو کہا۔ کہ اب جا کر بکریوں میں گرج اور پھر اپنی شان دیکھ اُس نے اسی طرح کیا۔ تمام بکریاں اُس کی آواز سُن کر خوف سے بھاگ گئیں وہ اکیلا جنگل کا بادشاہ ہو کر رہنے لگا۔ اسی طرح یہ روح شیر بچہ حواس ظاہری و باطنی سے جو مثل بکریوں اور بھیڑوں کے ہیں ملکر آپکو بھول گیا ہے اور اُن کے ساتھ ملکر لذات نفسانی کا گھاس چرتا ہے اور جسم و اسم و صفت میں مثل بکریوں کے بیں بیں کرتا ہے۔ جب کوئی دوسرا شیر یعنی عارف اُسکو اس حالت میں دیکھ کر اُسے ہدایت کرتا ہے کہ تو عین ذات ہے۔ تو یہ اس سے خائف ہو کر نفرت کرتا ہے۔ جب کُتب مُقدس جو مثل آب کے ہیں دکھاتا ہے اور سمجھاتا ہے تو اُس کو اپنی اصلیت سوجھتی ہے اور پھر نعرہ خود شناسی سے تمام حواس سے الگ جسم جنگل میں بادشاہ ہوتا ہے ان تمثیلات سے ظاہر ہے کہ روح کو صحبت جسمانی سے ذات حق کیطرف سے گمراہی ہوئی کیونکہ

لطافت میں جب کثافت شامل ہوتی ہے۔ اُس وقت لطافت فراموش ہو جاتی ہے
اور دوسری وجہ اس فراموشی کی یہ ہے جو چیز بالکل ہی قریب ہو اُس کا علم نہیں ہوتا
جیسے آنکھ میں سرمہ ہے اُسکو آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ یا آنکھ میں جو مردمک میں اُنکو آنکھ دیکھ نہیں
سکتی یا بینائی کو بینائی دیکھ نہیں سکتی۔ اُسی طرح روح جو بالکل ہی حق کے قریب
ہے۔ بلکہ اُسی کے امر سے ہے اُس کو بھول گیا ہے جب اُس کو جستجو کرتا ہے تو آپ کو
وہی ذات سمجھنے سے واصل ہوتا ہے۔ سوائے اُس کے اور کچھ دیکھ نہیں سکتا تو ثابت
ہوا کہ قرابت ہی باعث فراموشی ہے اور تیسرا روح کو لباس جسمانی سے آلائش غفلت
ہوئی ہے جس وجہ سے یہ آپ کو محدود و موسوم و موجود سمجھتا ہے اور یہی گمراہی اور
غفلت کی وجہ ہے۔ کہ جب ذات بیچون وچرا میں خواہش چون وچرا ہوئی تو وحدت سے
کثرت اور بیحد سے محدود اور عالم سے غافل ہوا یعنی وہ خواہش ہی باعث گمراہی ہے
جب خواہش زیادتی دُور ہو اور وحدت باقی رہے یہ اصلیت ہے +

گل پانزدہم

سوال۔ عام لوگ جسے مرنا کہتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور بعد مرنے کے
روح کہاں جاتی ہے +

جواب۔ قطع تعلق نفس ناطقہ از جسم خاکی و مخالفت عناصر و ساکن شدن حواس
و اعضائے و اجزائے بدن موت کہلاتی ہے۔ جسم کی پانچ حالتیں ہوتی ہیں۔
اوّل بصورت نطفہ حمل میں آکر مجسم ہونا۔ دوئم لڑکپن۔ سوم جوانی۔ چہارم پیری۔ پنجم
موت۔ یہ حالت جسم کی منازل ہیں جس طرح دیگر منازل کو اس نے طے کیا ہے اُسی
طرح اُسکو بھی طے کر کے اپنا سفر پورا کرتا ہے۔ زندگی نام حرکت اعضائے و صلح عناصر

ہے ۔ موت نام سکون اعضائے ومخالفت عناصر ہے۔ اس حالت کے وارد ہونے
سے جسم میں کسی چیز کا نقصان نہیں ہوتا جیسے کسی دانا نے کہا ہے۔ **بیت**

ماٹی کی ماٹی آگ اگن جل نیر پون کی پون ہوئی
اب کس سے پوچھیں کون موا اور کس کو کہئی کون ہوئی

صرف زندگی کی مخالفت ومناسبت سے لوگوں میں یہ حالت موت کے نام
سے مشہور ہے ورنہ یہ حالت تمام حالات سے افضل و برتر ہے۔ کیونکہ
اس حالت کے وارد ہونے پر تمام آفات سے فراغت اور سب افعال
کا انجام ہوتا ہے ع

نشنیدہ کہ ہر کہ بمیرد تمام شد

بیت

جب جیتے جی کے جھگڑے ہیں سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے قضیئے پاک ہوئے

اور روح کی نسبت مختلف مسائل وخیالات لوگوں میں مشہور ہیں کئی کہتے
ہیں کہ ارواح ایک جگہ جمع ہوتے ہیں قیامت کے دن اپنے اپنے اجسام کو پہچان کر
اُن میں داخل ہونگے اور اپنا حساب دینگے۔ کئی کہتے ہیں۔ کہ روح حسب کردار
خود مختلف قالبوں میں آتا جاتا رہتا ہے۔ تا وقتیکہ معرفت حق وخودشناسی اس
کو حاصل نہ ہو نجات نہیں پاتا۔ کئی کہتے ہیں کہ روح کوئی چیز نہیں۔ جسم میں جو
حرارت غریزی ہے۔ اُس کو روح کہتے ہیں۔ پس اُن کے یقین میں آنا وجانا نہیں
ہے، علیٰ ہذا القیاس۔ مگر بنظر حقیقت روح پیدا ہونے وفنا ہونے سے بری
ہے۔ اور ذات حق سے متفرق نہیں بلکہ ذات حق ہے۔ محیط کل ہے جہاں

جسم سے ہم صحبت اور حواس میں فاعل ہوتی ہے وہاں روح سے موسوم ہوتی ہے۔ جس طرح کہ جہاں پانی جوش زن ہوتا ہے۔ وہاں موج وحباب سے موسوم ہے لیکن سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ اُسی طرح حق محیط کُل بلکہ آپ ہی آپ ہے اُس میں طرح طرح کے اجسام مثل موج وحباب ہوتے ہیں اور مٹتے ہیں۔ اس میں کس کو آنا وجانا قرار دیا جاوے۔ جیسے سبوچہ کے پھوٹنے سے اُس کا خلو کہیں آتا جاتا نہیں۔ بلکہ کُل خلو کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔ اُسی طرح جسم سبوچہ کے پھوٹنے سے روح حق سے شامل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ آگے بھی شامل تھا صرف نظر جسمانی سے جدا الیقین ہوتا ہے۔ جیسے سبوچہ پُر از آب کو دریا میں رکھیں تو اندر اور باہر سوائے پانی کے اور کچھ ہی نہیں۔ لیکن صورت سبوچہ کے باعث وہ پانی آب دریا سے جُدا معلوم ہوتا ہے۔ اگر سبوچہ ٹوٹ پڑے۔ تو پانی ایک ہی ہے۔ اُسی طرح علت جسم سے روح حق سے جُدا ہوتا ہے۔ جب یہ علت دور ہوئی تو دونو ایک ہی ذات ہیں اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ اس صورت سے نیک افعال وبدافعال میں تمیز نہ رہی۔ بلکہ سب یکساں ہوئے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ بیان مذکورہ بالا محقق لوگوں کے یقین کے موافق ہے۔ ورنہ جیسا جیسا جس کو یقین ہو رہا ہے ویسا ویسا اُس کو نتیجہ ملتا ہے۔ کیونکہ اس جہان کی بنیاد خیال پر قایم کی گئی ہے۔ سو تمام معاملات خیال میں قایم ہیں اور محقق اس خیال سے فارغ ہے۔ اس لئے تمام تعینات و واہمات سے بھی بری ہے۔

جیسے دو شخص ایک جگہ باہم بیٹھے ہیں ایک اُن میں سے بیدار ہے۔ دوسرا سویا ہوا یا خوفناک خواب دیکھ رہا ہے۔ اب ہمنشین بیدار کو اُس کے خوف سے کچھ آگاہی نہیں وہ خود ہی اپنے خیال سے آپ دُکھ پا رہا ہے اور بیدار آرام سے بیٹھا ہی

اُسی طرح عارف وجاہل دو شخص اس جہان میں موجود ہیں۔ عارف بیدار ہے اور جاہل خوابیدہ ہے۔ بیداری کی توجہ سے عارف کو ایک خاص ذات ہی معلوم ہوتی ہے اور جاہل کو خواب غفلت کی توجہ سے ایک ذات میں صدہا طرح کے خیالات وخوف وغیرہ معلوم ہوتے ہیں۔ بیدار کے قول پر یقین کرنا دانائی ہے۔ اس لئے جو کچھ عارف حق بین۔ حق گو وحق جو نے سمجھا ہے وہی درست ہے یعنے کہ نہ کچھ پیدا ہوتا ہے نہ فنا ہوتا ہے۔ نہ کوئی کہیں سے آیا ہے۔ نہ کہیں جائیگا۔ ایک ذات احاطہ فکر وقیاس سے باہر اپنے آپ میں قایم ہے۔ ہزارہا لوگ اپنے اپنے خیالات کے توسن راہ استدلال پر میدان ذات میں دوڑا گئے دوڑاتے ہیں اور دوڑائینگے۔ لیکن بجز نادریافتگی کے کچھ دریافت نہیں کیا۔ اور نہ کرینگے

بیت

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں پنڈت کروڑ دانا ہزار سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

ہم سب لوگ ایک احاطہ میں جس کو خدا کہتے ہیں بند ہیں۔ اُسی میں سے ہوئے ہیں اور اُسی میں رہتے ہیں اور اُسی میں سما جاتے ہیں پس ہماری ابتدا وسط وانتہا ایک ہی خدا ہے۔ بلکہ یہ کلمہ خدا کا بھی اس موقع پر منقلب ہے۔ جب یہ صورت ہے تو کیا کہا جاوے مقام دم زدن نہیں۔ **بیت**

لب[1] بہ بند از گفتگو چوں وقت گفت وگوئے نیست
جائے حیرانیست دروے باش حیراں دم مزن

---

[1] لب بند کر یعنی گفتگو سے خاموش ہو جب کہ وقت کچھ کہن سُن کا نہیں۔ جائے حیرانی کی ہے اسمیں حیران ہو اور دم مت مار۔ کیا معنی۔ کہ اپنی دانائی کو دخل نہ دے ؛

دیگر

چشم در صنع الہی باز کن لب را بہ بند — بہتر از خواندن بود دیدن خط اُستاد را

چونکہ بیمار کو اپنی بیماری کے ہٹانے سے غرض ہو اس سے اُسکو کچھ فایدہ نہیں ہے کہ بیماری پیدا ہونیکا باعث اور ادویہ کے پیدا ہونیکا مکان اور نشان دریافت کرے بلکہ مناسب ہے کہ حکیم کے حسب مرضی علاج کرے اور پرہیز رکھے تاکہ جلد ہو شفا حاصل ہو اسیطرح ہمکو غفلت کا دُور کرنا ہی فرض ہو اور اس سے علاوہ دیگر خیالات کہ جہاں کسطرح پیدا ہوا۔ اور روح مرنیکے بعد کہاں جاویگا۔ فضول ہیں۔ کیونکہ جہان جس طرح پیدا ہوا سو ہوا ہم کو اس کا دُور کرنا فرض ہے اور روح بعد مرنیکے ہمارے خیال کے موافق جائینگے یعنی اگر ہم ہمیشہ حق میں محو رہتے ہیں تو حق ہونگے پس واجب ہے کہ سب کام کو چھوڑ کر اس صورت سے جو اُوپر بیان کی گئی ہیں خُدا شناسی و خود شناسی کرے اور جہان کو بالکل معدوم تصور کرے اور ہمیشہ خوش رہے بقول حافظ۔ بیت

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

گُل شانزدہم

ویرانے مکان سے رنجہ خاطر نہ ہونا چاہے بلکہ پریشانی دل کا احتیاط کرنا واجب ہے صحبت ظاہری میں ہمیشہ خوف مہجوری در پیش ہے۔ مگر صحبت باطنی دائما حاصل اور خود بخود موجود ہے چشم بینا کے لئے ہر برگ و ہر خار رہبر ہے اور ہر و قوعہ اُسکے واسطے سبق عبرت ہے اور ہر لفظ اس کے لئے دفتر معرفت۔ سے ہے جو اشیا موجود ہیں تمام ہست علم سے روہیں کسی میں سر مُو کی کمی و بیشی نہیں۔ اگر پوچھو کسطرح اُس کا جواب یہ ہے کہ ہر شے جو ظاہر اور وجود دار ہے پانچ امور سے ثابت و قایم ہے وہ یہ ہیں

اسم صفت وہست وعلم وسرور۔ سوائے ان صفات خمسہ کے کوئی چیز ثبوت نہیں ہو سکتی۔
[illegible] ۔ سوان کی تشریح یہ ہے ۔ اسم یعنے نام اور صفت یعنے شکل ہست یعنے
ہے ۔ علم یعنے یقین اور سرور یعنے خوشی جیسے میز ۔ یہ نام ۔ مربع یہ صفت رہے ہست ۔ تینوں کا یقین
علم اور بعد علم کے جو خوشی ہوتی ہے ۔ وہ سرور ہوا ۔ اب دیکھئے کہ تمام اشیاء یعنے پدارتھ ان پانچ
امور کرکے ثابت ہوتی ہیں ۔ مگر اسم وصفت ہر ایک شئے کی جدا جدا ہے اور ہست وعلم وسرور
تمام کا یکساں ہے ۔ جیسے میز کا اسم وصفت کرسی کے اسم وصفت سے متفرق ہے ۔ مگر باقی تین امور
ہست وعلم وسرور یکساں ہیں ۔ اسیطرح تمام اشیاء میں اسم وصفت متفرق ومختلف ہیں ۔ اگر انکو
اٹھا دیا جاوے تو باقی ہست وعلم وسرور جو یکساں وشامل ہے ۔ برابر رہیگا ۔ اور جو چیز متفرق و
عدم پذیر ہے ۔ وہ جھوٹی ہے ۔ اسواسطے اسم وصفت باطل ہیں ۔ اسکو باطل تصور کرکے اپنے دل سے
بھلا دینا چاہیئے ۔ اور باقی جو ہست ویکساں امور ہیں ۔ انکو مصمم کرنا چاہیئے ۔ تو ثبوت ہوا کہ تمام اشیاء
ہست وعلم وسرور ہیں کوئی غیر نہیں ۔ غیریت اسم وصفت کیوجہ سے ہے ۔ اس باعث سے جو چیز
اسم وصفت کرکے جاگیر ہے ۔ اسکو ہمت مردانہ ومعرفت یگانہ سے باہر نکالکر اور ہستی وعلم وسرور
میں محو ہوکر ہمیشہ خواہش سے فارغ رہنا چاہیئے ۔ جہان کو کچھ اور تصور کرنا ہی گمراہی ہے ۔ جب تحقیق
کرکے دیکھا کہ جہان اسم وصفت ہے اور اسم وصفت باطل ہے ۔ اور باطل شئے دائما معدوم ہے ۔
اسپر دل لگانا نادانائی سے بعید ہے ۔ پھر اس کو کوئی حالت شئے اور وقت تکلیف دینے والا نہیں ہوتا
ہمیشہ اپنی یکساں حالت میں خوش رہتا ہے ۔ صبر وتحمل وخوش خلقی ویکساں نظری واستغفار وغیرہ
جو کل اوصاف ہیں ۔ انکو ہمیشہ اپنے عمل میں رکھنے سے معرفت حق کی مشق خوب پختہ ہو جاتی ہے اور
آزادی بھی نہایت عمدہ چیز ہے ۔ سر دردی ہائے تعلق سے وسیلہ رستگاری کا یہی ہے ۔ ابتدا وانتہا
آرام وبیخبری ہے ۔ صرف درمیان میں بباعث غفلت مفت کے دھکے اور سر دردی ہے سوائے
حسرت ورنج کے دنیاوی امور میں داخل ہونے سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اس خیال کو

چھوڑکر دل کو جمع کرکے اپنے آپ میں قائم رہے۔ جو آدسروپ ہے۔ آزاد کون ہے۔ جو کثیف و لطیف
کبر و منی سے فارغ ہے۔ اور جس میں کسیطرح کی اُلفت و محبت نہیں ہے۔ شانتی۔ شانتی۔ نہ کچھ ہوا
ہے نہ کچھ ہوویگا اس نتیجہ کو پختہ کرکے کیول شدھ چیتن آتما کو جہاں کہاں دیکھو۔

گُل ہفتم

دنیا جو مثل بحر عمیق بنظر بیدائشی یقین ہو رہی ہے۔ اگر بچشم تحقیق دیکھا جاوے تو صرف
خیال ہے۔ خیال کے طلوع سے جہاں نمودار ہے۔ اور خیال کے غروب سے جہان کی نابودی
ظاہر ہے پس کمر ہمت باندھکر اس خیال سے پاک و منزہ رہنا چاہیئے۔ خیال سے پاک رہنے کے
لئے یہ وچار سوچے کہ یہ خیال یعنی من کہاں سے اُٹھا ہے۔ اور کس کے آسرے اپنے فعل کی تکمیل
کرتا ہے۔ اور پھر کس میں محو ہو جاتا ہے۔ اور کون ان تین حالات کا شاہد ہے۔ جب استغراق اور
دانش کامل سے ثبوت ہوا کہ مجھ سے اِس خیال کی پیدائش ہے۔ اور میرے ذریعہ سے یہ متحرک ہے
اور مجھ ہی میں نابود ہو جاتا ہے۔ میں ان تین حالتوں کا شاہد ہوں۔ اُسوقت پھر اِس خیال کی پیروی
کرنی گویا دیدہ و دانستہ چاہ عظیم میں آپ کو ڈالنا ہے۔ خیال بمنزلہ موج ہے۔ اور آتما مثل بحر عمیق ہے
بحر کو امواج کے پیدا ہونے باعث جلنے سے کسی قسم کی کمی بیشی نہیں۔ صرف باد کی آمیزش سے
بحر صورت امواج میں ہو رہا ہے۔ ورنہ بحر میں بلحاظ اپنی اصلیت کے کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔
اسیطرح تحرک قلب سے شاہد آتما میں کسیطرح کا فرق نہیں آتا۔ صرف بیدائشی کے باعث
سے ہزار ہا طرح کے واہمات آپ میں دیکھتا ہے۔ جب یقین واثق ہوا۔ کہ میں من۔ چت۔ بدھ
اہنکار۔ جاگرت۔ سپن۔ سکھوپت اور تمام حواس کا دانندہ و شاہد ہوں۔ اور اُنکے افعال نیک و
بد سے مجھ میں کچھ آلائش نہیں ہیں واحد لاشریک بے زوال۔ فارغ از این و آن۔ قایم بذات
خود ہوں پھر اُس کو کسی حالت میں لغزش نہیں ہوتی۔ ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ پس مناسب ہے۔

کہ اپنے سروپ کو بخوبی دریافت کرکے دائماً اُسی میں مستغرق رہو۔ سوائے دانش حقیقت اصل کے اور کوئی وسیلہ اس فضول سردردی سے رُستگاری کا نہیں۔ ایسے وقت بے بہا کو دریائے حقیقت میں صرف کرنے سے تمام اسرار نہانی منکشف ہو سکتے ہیں۔ مگر فضیلت تب ہوتی ہے۔ جب تمام حقائق مندرجہ کتب ایزدی کو اپنے سروپ میں سمجھے۔ نہ کہ کسی غیر شئے کو معبود تصور کرکے اُس کے اوصاف سمجھے۔

گُلِ ہژدہم

جمعیت خاطری عجب نعمت ہے۔ تحصیل اُس کی دو امور پر منحصر ہے۔ اول صحبتِ کاملان دوم عقل سلیم وطبع حلیم۔ صحبت کامل سخن کامل ہے۔ اور اُس پر حق الیقین کرنا اور عمل میں لانا عقل سلیم وطبع حلیم ہے۔ خواہش لذات نفسانی وتمنائے اشیاء فانی باعث نادانی علمِ سُبحانی ہے۔ جسطرح صدف میں نقرہ کا وہم بلکہ یقین۔ صدف کی بے علمی سے ہو رہا ہے اُسیطرح باعث عدم شناخت ذات ہست وعلم سرور کے تشکلہ اسم وصفت مجسم سینہ میں تاباں ہو رہا ہے جس کے باعث سے صدہا طرح کے واہمات وتفکرات روح کو کشاکشی میں رکھتے ہیں۔ بغور دیکھنے وسمجھنے سے ثابت ہوا ہے۔ کہ تمام جھگڑا خیال کا ہے۔ اور یہ خیال اسم وصفت پر منقسم ہو کر ذات بیچون وچگون کو بیشمار صُور واسماء میں دیکھ رہا ہے۔ اگر خیال اسم وصفت کو ایک لحظہ فراموش کرکے دیکھا جاوے۔ تو ایک ادوئیت نرِ وکار چیتن ماتر ہی باقی رہتا ہے۔ جو اصل ہے اور آغاز وانجام تمام اسماء وصفات کا ہے۔ پس جائے غور ہے۔ کہ جب خیال ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اُسوقت کیا ہے۔ یا جب خیال معدوم ہو جاتا ہے۔ باقی کیا ہے۔ اُسی ذات کو اپنا آپ جانکر قائم رہیں۔ جب خیال کا آفتاب مشرق سینہ میں طالع ہوتا ہے۔ تب شعاعِ اسم وصفت ہر چہار اطراف میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور جب آفتاب خیال مغرب بیخیالی

میں غروب ہوتا ہے۔ اُسوقت دھوپ اسم وصفت بھی جاتی رہتی ہے۔ اِس لیئے آپ کو نہ تھکر ن
کا شاہد جانکر اُن سے برکنار رہنا باعث آرام ہے۔ من ایسی نازک طاقت ہے کہ اسکا اعتبار
ہرگز نہیں۔ ایک لحظ میں عرش ہفتمی پر عروج کرجاتا ہے۔ دوسرے لحظ میں تحت الثرے میں
نزول پاکر پریشان ہوجاتا ہے۔ پس اِس من کی رفتار کا خیال بہرحال واجب ہے۔ اور وہ
یہ ہے۔ کہ اپنے سروپ سے لحظ بھر بھی غافل نہ ہووے۔ جب سروپ سے غافل ہوا اُسی لحظ
میں مَن روپ بھوتنا اپنے کرداروں کو ظاہر کرتا ہے۔ مَن مثل کوئلے کے ہے۔ کیونکہ کسی صورت
سے سفید نہیں ہوسکتا۔ نہ صابون سے اور نہ دیگر مصالحہ سے۔ صرف آگ میں ڈالنے سے اپنی
سیاہی کو چھوڑکر روشن جامہ کو اختیار کرتا ہے۔ اسیطرح مَن کسی اور حالت یا حیلہ سے
اپنی عادت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ صرف آتم گیان سے اس کی چنچلتا یعنی پریشانی دور ہوجاتی ہے
پس واجب آیا کہ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے۔ سوتے۔ کام کرتے۔ دیتے۔ لیتے۔ سدا حقیق نزدیکار
آتم سروپ میں قایم رہیں۔ جو معدن آرام واستقلال ہے۔ سوائے اسکے نہ کچھ ہوا ہے اور
نہ کچھ ہوتا ہے۔ جب خیال اُٹھے اُس کو اسیوقت روکو۔ اُسے فرصت نہ دو کہ پھیل کر اپنا اثر
پیدا کرے۔ بنظر غور حواس اور نفس کو شامل نہ ہونے دو۔ کیونکہ جب یہ دونوں غافل ہوجاتے
ہیں۔ اُسوقت جیو آتما پر غالب آکر اپنی مرضی کے موافق کام کرالیتے ہیں۔ جگت صرف نام اسم ہے۔
اور تمام الفاظ نیک خواہ بد صرف خیال ہیں۔ سب کو دل سے فراموش کرکے نزد کبھی رہنا
ہی رنگریزی ہے۔

گُلِ نوزدہم

فرد

دریاب کہ کیست در دو عالم　　ما ئیم بذاتِ خویش ما ئیم [1]

[1] معلوم کر کہ دونوں جہان میں کون ہے۔ ہمیں اپنی ذات میں قائم ہیں۔ ما ئم کا لفظ دوبارہ تاکید کے واسطے آیا ہے یعنے ہمارے سوا ہر دو عالم میں کون ہے۔ خود اپنی ذات میں قائم ہے۔

دیگر

ماشاخِ درختیم پُر از میوۂ توحید[1] ہر رہگذرے سنگ زند عار ندا‌ریم

مایا و برہم برائے نام دو ہیں۔ ورنہ ایک شے ہی کثرت کے باعث سے مایا نام اور وحدت کے باعث برہم نام سے موسوم ہے۔ جیسے کہ آفتاب و دھوپ ایک ہی چیز ہیں۔ لیکن بباعث زمین و دیوار و اشجار کے دھوپ سورج سے جدا معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ جُدا نہیں۔ اسی طرح جو کچھ دیکھ رہے ہو سب برہم ہی برہم ہے۔ سوائے برہم کے جو نظر آوے سب کو مثل فرزند عقیمہ سمجھو۔ **فرد**

حق جانِ جہان ست جہاں جملہ بدن اقسام ملائکہ حواس این تن
اجسام و عناصر و مو الید اعضا توحید ہمیں ست دگر حیلہ و فن

آئینۂ توحید پُر از زنگ کثرت ہو گیا ہے۔ جس کے باعث اصل نظر جاتی رہی ہے۔ جب صیقل فہمید وحدانیت سے پھر صاف کیا جاوے۔ تو اصل حقیقت منکشف ہو۔ آئینہ دل پر بباعث کثافت حرص و تمنا و الفت وغیرہ کے راستی معکوس نہیں ہوتی۔ اور سوائے پردۂ تعین کے اور کوئی پردہ نہیں تھا سو پردۂ تعین صرف اسم و صفت ہی ہے۔ اگر اس پردہ کو دل سے اُٹھا کر دیکھئے تو نہ کوئی جہان ہے۔ اور نہ کثرت کا نشان ہے۔ جب خیال باہر کی طرف ہوتا ہے تو صد طرح کے اسم و صفت کیساتھ شامل ہو کر پریشان ہوتا ہے۔ اور جب حجرۂ دل میں مقیم ہو کر ذات مطلق کے عمق میں غرق ہوتا ہے۔ تو اپنی ہستی کو بھی گم کر کے واصل بذات ہوتا ہے۔ جمعیت و طمانیت مثل گوہر اس کے ہاتھ لگتے ہیں۔ پس واجب ہے۔ کہ جس قدر ہو سکے برتی یعنی خیال کو باہر یعنے کثرت سے روک کر اندر کیطرف یعنے ذات مطلق میں جو حالت بیخیالی کی ہے۔ اور جہاں سوائے ہست و علم و سرور کے کوئی نشان نہیں ہوتا۔ قائم کرے۔

[1] ہم اُس درخت کی شاخ ہیں جو توحید کے میوے سے لدا ہوا ہے۔ جو راستہ چلنے والا پتھر مارتا ہے۔ ہم اُسکو پھل دینے سے عار نہیں کرتے۔ فرد دیکھو نیکو مثل دے ہی دیتے ہیں۔ ساتے چمن ہذا کے گل ۱ دل میں اسکی تشریح ہو چکی ہے۔ وہاں دیکھیں۔

خیال کو تذبذب کرتے ہیں آرام نہیں۔ بلکہ جمع کرنے میں آرام یا آسائش ہے۔ اُسی وقت ضبط ہوگا۔ جب آپکو محیط عین ہستی و علم و سرور دیکھوگے۔ جسم کے تعلق سے بالکل بری اور مایا کے رشتہ سے فارغ۔ نام روپ سے مبّرا سمجھوگے۔ کیونکہ علت عظیم اِس ظاہری گرفتاری کی صرف تعلق جسمانی واعتقاد اسم وصفت ہے۔ چدا کاس میں چت کے پھُرنے سے جگت اوپت ہوا جب یہ پھُرنا گم ہو جاوے۔ تو جگت کہاں ہے۔ تمام وہم فہم سے دور ہو جاتا ہے۔ جہان کو مثل آب سراب جانکر اُس کی لذات کی طرف خیال کو مائل نہ کرنا بجین حیات نجات حاصل کرنا ہے۔ خواب کی کس حالت پر شاداں اور کس حالت پر غمگین ہوویں جب اُس کی تمام حالتیں نمود بے بود ہیں۔ کوئی حالت نہ راست ہے اور نہ دروغ۔ بلکہ ہیچ ہے پس ہم کو نہ شاداں ہونا ہے نہ غمگین یکساں ذات عین علم میں محو رہنا ہے جیو اور برہم میں صرف خواہش ہی کا فرق ہے۔ خواہش کی صحبت سے برہم پد سے گر کر جیو کے درجہ کو پہنچا ہے۔ پھر جب خواہش سے بری ہووے۔ تو شدھ برہم ہے۔ گیان کا سمجھنا اور قائم کرنا ہمارے لئے فرض عظیم ہے۔ جسم جو ذریعہ حصول معرفت کردگار ہے۔ اسکا کوئی بھروسہ نہیں۔ جس قدر جلدی ہوسکے اس کو یقین کرلینا چاہیئے۔

گلِ بستم

سوال۔ وساوس قلبی کے دُور ہونے پر سرور سرمدی کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب۔ اول سمجھنا چاہیئے۔ کہ سرور سرمدی کس کو کہتے ہیں۔ سُرور سرمدی سدا آنند کو کہتے ہیں۔ جو سروپ آتما کا ہے۔ سو آتما دائما اپنی حالت ہستی و علم و سرور یعنی ست چت آنند میں قائم ہے۔ کوئی چیز یا زمان یا مکان آتما کو اپنی اصلی حالت سے تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر بباعث عشق ازلی یعنے مایا کے خواہش کثرت سے حالت ہستی و علم

وسرور بیں فرق ہونے لگا ہے۔ سو مایا کچھ چیز نہیں ہے۔ آتما کے پوشیدہ کرنے کو مایا میں
طاقت نہیں۔ بلکہ مایا آتما کے آسرے ہے۔ اور آتما کو وِکھیپ یعنے کشش کرتی ہے جس
طرح پانی سے سِوال پیدا ہو کر پانی کو پوشیدہ کر لیتا ہے۔ یا جسطرح تاریکی گھر کی دیواروں
سے پیدا ہو کر گھر کو تاریک کر دیتی ہے۔ اسیطرح مایا نے آتما سے ظہور پا کر آتما کو ڈھانپ
لیا ہے سو مایا۔ اوِدّیا۔ اور اگیان ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ اور اگیان یعنے غفلت قلب
میں مقیم ہوتی ہے۔ قلب نام انتشکرن کا ہے۔ جو مَن۔ چِت۔ بدّھ۔ اہنکار۔ موسوم وموصوف
ہے۔ تاوقتیکہ انتشکرن پُر از غفلت ہے۔ جو محض وساوس اور خیالات ہے۔ تب تک صاف
عکس کے اختیار کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اودیا میں جو چیتن کا پرتمب یعنے عکس ہے
ہے۔ اسکو جیو کہتے ہیں۔ سو جیو بھاؤ تب گم ہوگا جب اوِدّیا اور اگیان دور ہونگے۔ اگیان
گیان سے معدوم ہوگا۔ اسیطرح جب دانش حقیقی اور فہمید اصلیت سے غلاظت اگیان یعنی
غفلت دور ہوئی۔ اسوقت آتما جو ست چت آنند ہے ظاہر ہوگا۔ ظاہر کیا بلکہ اپنا آپ
یقین ہوگا۔ جب ست چت آنند آپکو جانتا ہے۔ سرور سرمدی حاصل کرتا ہے۔ سوا اُس
کو روکنے والا سوائے اگیان کے اور کوئی نہیں۔ کیونکہ آتما سدا پراپت یعنے دائماً حاصل
ہے۔ اور جگت سدا ابرت یعنے دائماً فانی ہے۔ صرف اگیان کے باعث سے آتما اپراپت
یعنے بیحاصل ہے۔ اور جگت ست یعنے باقی معلوم ہو رہا ہے۔ جب اگیان زایل ہوا تب
تمام واہمات اور وساوس نہیں رہتے۔ جب وساوس نہ رہے۔ پھر سرور سرمدی ہے۔
تمثیل۔ جیسے رسن میں وہم مار کا ہونے سے جو خوف عاید ہوتا ہے۔ وہ خوف رسن
کی شناخت سے معدوم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اول اور آخر مار رسن میں بالکل موجود
نہیں۔ صرف درمیان میں بباعث بھولی رسن کے جو منجملہ وساوس قلبی کے ہے۔ مار یقین ہو
رہا ہے۔ یعنے ایک چیز میں دوسری چیز کا علم ہو رہا ہے۔ جو تینوں زمانوں میں اسمیں نہیں

تھی۔ اور کس قدر تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ جب رسّی کا علم ہوا۔ سو فوت مار اور مار کا خوف گم ہو جاتا ہے۔ اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسیطرح آتما کے اگیان سے جگت یقین ہو رہا ہے۔ اور اس میں صدہا طرح کے تفکرات اور وساوس یعنی حیات و ممات و گناہ و صواب اول و آخر کمی و بیشی یقین ہو رہے ہیں۔ جب آتما کا گیان ہوا۔ سو فوت جہان جو اول بھی نہ تھا۔ گم ہو جاتا ہے۔ سو جگت کیا ہے۔ صرف پردہ تعین ہے۔ جب پردہ تعین یعنے وسوسہ قلبی دور ہوا۔ تب سرور سرمدی حاصل ہوا۔ سو ثبوت ہوا کہ وساوس قلبی کے دور ہوتے ہی ہمیشہ سرور سرمدی حاصل ہوتا ہے۔

گلدستہ پنجم

خیال کے طلوع سے اول اور خیال کے غروب کے بعد جو ذات شاہد باقی ہے۔ اُس کو اپنا آپ پہچانو۔ اور جہاں خیال جاتا ہے۔ اُس سے اول جو وہاں موجود ہے۔ سو حق یعنی آتما ہے۔ خیال کی پیروی سے شادی و غم و گرفتاری و رستگاری ہوتی ہے۔ اور شاہد رہنے میں سب تعینات سے آزادی حاصل ہے۔ جسقدر کارروائی حواس ظاہری و باطنی سے ترکیب جسم میں ہو رہی ہے۔ اُس میں اپنا تعلق ماننا باعث گرفتاری و غفلت ہے۔ دانش حقیقی سے آپ کو اس تعین سے منسوب نہ کرنا صرف ذات بیچون و چرا کو حرکت و فعل و خیال سے فارغ جانکر قائم بخود رہنا ذریعہ تسکین خاطری و رستگاری ہے۔ موجودگی جسم میں کوئی وسیلہ بجز نابود ہونے دیدنی و بدن کارو بار کے ذریعہ رستگاری و آزادگی کا نہیں۔ جسقدر امراض و عیوب جسم میں بھرے ہیں۔ وے تادم واپسین اس کے ہمراہ ہیں۔ حواس اور قلب اپنے اپنے فعل میں مشغول رہتے ہیں۔ کوئی جسم ایسا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ جو اپنے لوازمات سے کسیقدر کمی رکھتا ہو۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ کسی میں ستوگن یعنے دانش غالب ہوتی ہے

اور کسی میں رجوگن یعنے فطرت زیادہ ہوتی ہے۔ اور کسی میں تموگن یعنے غفلت باعث ضلالت ہوتی ہے جن میں ستوگن کی زیادتی ہے۔ وے بلاہائے زمانہ سے مامون ہو کر سفر جسمانی طے کرتے ہیں۔ یعنے بذریعہ دانش حقیقی تغیر جسمانی وحوادث آسمانی میں نظر یکسانی رکھ کر دام گاہ جسم میں عیوب وافعال جسمانی سے آزاد رہتے ہیں۔ اور جو لوگ رجوگن وتموگن کے زیر ہو کر فعل کرتے ہیں۔ اُن کو ہمیشہ رنج وتعب آمدن وشدن رہتا ہے۔ اور جیتے جی بھی تبدیلات زمانہ کے حوادث وتشاویش سے سبکبار نہیں رہتے۔ پس واجب ہے۔ کہ بہر حال اپنی عادات کو اوصاف حمیدہ بنا کر حسب قواعد ستوگن تعلق ہستی موہوم کو توڑ کر گزران کرے۔ جب کچھ عرصہ اس شغل میں بسر ہوگا اُسوقت تمام قیود سے خلاص ہو کر عین مطلق ہوگا۔ گنوں و صفات سے رہت گناتیت صفت ہوگا۔ جب ایسا نازک معاملہ ہے۔ کہ کسی کو ایک لحظہ بھی جسم کے تعلق سے گریز نہیں ہوسکتا۔ تو تا یقین رستگاری کو اس زندگی عارضی میں اضبط واجب ہے۔ کیونکہ کوئی لحظہ حالت بیداری وخواب و خواب گراں میں ایسا نہیں کہ جس میں جیو کو تعلق بدن سے فراغت ہو اور بدون قطع تعلق بدن جیو کو درجہ اعلے یعنے برہم حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے تمام اطراف سے خیال کو یکجا کر کے وچار کرے۔ کہ جیو آتما کا سریر کیساتھ تعلق کسی حالت میں نہیں ہے۔ جاگرت سپن سکھوپت بار بار آتی جاتی ہیں۔ اور میں ان تینوں کا شاہد ہوں پس میرا در سریر کا کسی صورت سے تعلق نہیں بن سکتا جب اس صورت سے اس نے آپکو سریر کے دھرموں سے جدا مانا۔ تو اُسوقت اسکے اعمال اور نتیجہ اعمال سے بھی دامن کش ہوگا جب اس درجہ پر پہنچا تو شادی وغم نیک و بد خوب و زشت میں مساوات ہوگی جب ہر حال میں یکساں ہوگا۔ تو جاگرت سپن وسکھوپت سے برتر ہو کر تریا یعنے عالم ذات میں مقیم ہوگا۔ گویا خود بخود خدا ہو کر خود بخود قائم رہیگا +

گلدستۂ دوم

دل ایسی نازک طاقت ہے۔ کہ جس جنز کیطرف مائل ہوتا ہے۔ اُس کی صورت میں

مبدل ہوجاتا ہے۔ دنیا میں تمام کاروبار بایداد دل کے ہو رہے ہیں۔ اگر دل مائل نہ ہو۔ تو کوئی کام نہیں ہو سکتا جس قدر اشیاء موسومہ و موصوفہ احاطہ فکر و قیاس میں آسکتی ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ برتی یعنے خیال راہ آنکھوں سے نکلکر تمام صورتوں اور جسموں کی شکلوں میں آ۔ اُن کے نام سے یقین ہوتا ہے۔ وجود کل اشیاء مرکب از عناصر خمسہ ہیں۔ اور علم اشیاء برتی یعنے خیال سے ہوتا ہے۔ سو اسیطرح ہے۔ کہ انتھکرن کی برتی معہ چیتن کے آنکھوں سے نکلکر پدارتھ یعنے شئے سے شامل ہوتی ہے۔ وہاں چیتن روشن کنندہ ہے اور برتی دُور کنندہ بیعلمی اُس چیز کی ہے۔ یعنی برتی معہ چیتن کے اس شئے سے جو معہ چیتن کے ہے شامل ہوکر ایک روپ ہوجاتی ہے چیتن واحد ہے۔ سو اُس کی ایکتا ظاہر ہے۔ اور برتی عناصر کا لطیف حصّہ ہے۔ اور وجود عناصر کا کثیف حصّہ ہے۔ سو لطیف حصّہ کثیف سے شامل ہوکر اُس کی کثافت کو معلوم کرتا ہے۔ اس صورت سے ایک چیز کا علم ہوتا ہے۔ یا رؤیت ہوتی ہے پس کیا ہوا۔ چیتن کی چیتن کیساتھ ایکتا ہوئی۔ یا خیال صورت وجود میں ہوکر موسوم و موصوف ہوا۔ تو ہر دو صورتوں میں یہ ثابت ہوا کہ وجود اس خیال کا کوئی نہیں۔ صرف بیعلمی سے وجود تعین ہو رہے ہیں۔ جس صورت سے یہ برتی باہر کیطرف جاکر تمام ظہورہ کو پیدا کرتی ہے۔ اور صدہا طرح کے وجود و اشکال دکھاتی ہے۔ اگر اُس کو اندر کیطرف مائل کیا جاوے۔ تو پرماتما سے ایک روپ ہوکر پرماتما میں گم ہوجاوے۔ پس مناسب ہے۔ کہ ظاہر اسباب سے اس لطیف طاقت کو ہٹاکر معنے کیطرف متوجہ کیا کریں۔ اور پھر یہ حال ہے۔ کہ راہ گوش سے صورت آواز میں جو کچھ انتھکرن یعنے قلب میں معکوس ہوتا ہے۔ یا راہ چشم سے صورت بصر میں جو کچھ منظور ہوتا ہے یا راہ زبان سے صورت ذائقہ میں جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ یا راہ بینی سے صورت بو میں جو کچھ مشموم ہوتا ہے یا راہ لمس سے صورت مس میں جو کچھ محسوس ہوتا ہے۔ یہ تمام برتی کے ذریعہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ گویا برتی اُس کی صورت کو اختیار کرکے اسیطرح ہوجاتی ہے۔ اور ہمیشہ برتی کو ان حواس خمسہ

سے آوران حواس خمسہ کو برتی سے تعلق ہے۔ کیونکہ بدون یکدگر اپنی کارروائی نہیں کرسکتے
اِس لئے مقام احتیاط ہے۔ کہ جس چیز کے لئے پانچ راہ اخراج کے ہوں۔ اور تمام
لذایذ مختلفہ سے معمور ہوں۔ اُس کی حفاظت نہایت مشکل ہے۔ سو اگر اُس کو ان کی
صحبت سے دور کرکے آراستہ کرنا منظور ہو۔ تو حتی الامکان برتی کو اشیاء ظاہری کیطرف
متوجہ نہ کرے۔ ہمیشہ معنی میں مستغرق رکھے۔ اور اسقدر پختہ مشق وحدت کی کرے۔ کہ جب
برتی راہ چشماں سے نکلکر باہر کیطرف مائل ہو تو وہاں بھی بجز ذات بری از صفات کے اور کچھ
نہ دیکھے۔ اور راہ گوش سے جو آواز سنائی دے۔ سب کو نغمۂ توحید یقین کرکے قائم رہے۔
زبان سے جو ذائقہ معلوم ہو کر اس سے لذت حاصل ہو۔ اس لذّت کو اپنی لذّت تصور کرے
کیونکہ معدن لذت و سرور آتما ہے۔ اور کسی شئے میں ذائقہ نہیں۔ راہ بینی سے جو بو خواہ خوش
خواہ بد آوے۔ دونوں کو عین علم مانکر یکساں رہے۔ اور حس لامسہ سے جو اختلاف سردی
وگرمی و درشتی و نرمی محسوس ہو۔ اس میں اپنے آپ کو شاہد یقین کرکے لغزش پذیر نہ ہووے
سو یہ مشق تین امور سے پختہ ہوتی ہے۔ وے یہ ہیں۔ تت گیان یعنی علم اصلیت۔ خود منوناس
یعنے نفس کو مارنا۔ واسنا کھے یعنے خواہش کو دور کرنا۔ تت گیان نام ہے۔ اپنی ذات کو بخوبی
پہچاننے کا۔ ذریعہ دو یک۔ جس کو تمیز حق و باطل کہتے ہیں۔ آتما کو جسم کثیف و لطیف و الطف جاگ
(ناسوت)، وسپن (ملکوت)، وسکھوپت (جبروت)، سے جدا جاننا اور پھر اس آتما کو شدھ۔ نردکا
ست۔ چت۔ آنند۔ بودھ روپ۔ چدگھن سمجھنا اور یقین کرنا کہ سو آتما میں ہوں۔ اور میں سدا آتما
ہوں۔ اس علم کو تت گیان کہتے ہیں۔ منوناس اس کو کہتے ہیں۔ کہ من کو حواس خمسہ باطنی کی
لذات سے باز رکھنا کیا معنے کہ حواس کو و محسوسات کو اور من کو ہیچ جانکر ان کا شاہد رہنا۔ وا
کھے۔ واسنائے ناس کرنے کو کہتے ہیں۔ سو واسنا تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک لوک واسنا
دوسری شاستر واسنا۔ تیسری دیہہ واسنا۔ لوک واسنا یہ ہے۔ کہ تمام لوگ میری تعریف کریں

کوئی شخص بدی سے میرا نام یاد نہ کرے۔ سو یہ خیال محض خبط ہے۔ ایسا کام اس طلسم آباد جہان میں ناممکن ہے پس اس خواہش سے بھی دل کو بھی پاک رکھے۔ اور شاستر واسنا یہ ہے۔ کہ دائما شاستروں کو پڑھنے اور لوگوں پر اپنے دلائل ومحاورہ شاستر سے فتح حاصل کرنے اور اپنی شہرت کے لئے سخنان شاستروں کو خوش آوازی سے نغمہ سرائی کرنے میں مشغول رہنا سو یہ تینوں امور محال اور تغیر پذیر ہیں۔ کیونکہ انسان کی عمر اس قدر غیر مکتفی ہے کہ اگر کل عمر تعلیم کتب میں صرف کیجاوے۔ تاہم بھی علوم وکتب درجہ اختتام پر نہیں پہنچیں گے۔ پس کیا حاصل کہ اس خام خیال میں اپنی نقدی حیات ضائع کرنی اور پھر بھی خواہش کی تکمیل نہ ہونی پس یہ بھی داخل نادانی ہے۔ اور اگر اس خیال سے کہ غیر شخصوں باِمداد دلائل وسخنان شاستر میں ظفریاب ہونگا سو بھی قاعدہ کلیہ نہیں کبھی یہ فتحیاب ہوتا ہے کبھی کوئی دوسرا اسکو مغلوب وشرمندہ کرکے فتحیاب ہوتا ہے یا کبھی ایسا موقع ہوتا ہے کہ اس کو موقعہ پر سخن فراموش ہو جاتا ہے۔ یا پورا پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ اسوقت نہایت ہی رنج نمودار ہوتا ہے پس یہ خیال بھی قابل ترک ہوا تیسرا سخنان یا ابیات کو خوش آواز سے پڑھکر شہرت حاصل کرنی۔ سو یہ بھی دائما نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انسان کی طبع عنصری ہمیشہ زیر حادثہ تبدیل رہتی ہے جب کبھی آواز بگڑ گئی۔ اسوقت یہ خیال بھی جاتا رہتا ہے پس تینوں قسم کی شاستر واسنا کو واہیات اور فضول جانکر دل سے نکالنا چاہیئے۔ تیسرے دیہ واسنا یہ ہے۔ کہ دائما جسم کو بذریعہ عمدہ غذا وادویہ مجرب مقوی وفربہ رکھنا اور خواہشمند لذات نفسانی کا رہنا۔ عمدہ پوشاک وبوہائے عطر وغیرہ سے جسم کو آراستہ کرنا۔ اور دیگر سامان لذات سے جسم کو مالامال کرنا۔ یا آنکہ جسم کے پاک کرنے کیلئے برت یعنی روزہ رکھنا۔ تیرتھ جاترا یعنی مقام متبرک کی طرف سفر کرنا سو یہ خیال بالکل ناقص ہے۔ کیونکہ جسم فانی ہے۔ اس کے فربہ ہونے یا

طاقتور رہنے کی ہمیشہ امید رکھنی غلط فہمی ہے۔ ضرور کسی نہ کسی وقت پر عارضہ میں گرفتار ہو کر لاغر و ناتواں ہوگا۔ غذا و پوشاک کچھ نہ چاہیگا۔ اور نہ کوئی لذات نفسانی پوری ہو سکیں گی۔ اسوقت تمام خوشی رنج میں مبدّل ہو جاویگی پس واجب ہے۔ کہ اس خواہش کو بھی ناقص جانکر دل سے نکالے۔ اور دوسرا جسم ایسا پلید ہے۔ کہ اس کا پاک کرنا احاطہ امکان سے باہر ہے اس کی ترکیب استخواں وگوشت وچرم وخون ورگ وپی ونجاست وپیشاب سے ہے۔ ایسے جسم کی پاکیزگی کرنی محض نادانی ہے۔ سو اس خواہش سے بھی پاک رہنا آیا ہے۔ اسصورت سے تینوں قسم کی واسنا سے دل کو صاف رکھکر اور من کو لذات نفسانی سے روک کر دائماً تت گیان میں مشاغل رہنے سے برتی برہماکار ہو جاتی ہے۔ جب برہماکار ہوئی اسوقت برہم روپ ہوتی ہے خواب میں بھی دوئی یا نشان دوئی جو جہان ہے نظر نہ آئیگا۔ پس واجب ہے۔ کہ اس خیال کو آتما کیطرف مائل کرکے برہمانند میں مگن رہے۔ جو ہمیشہ ہے اور یکساں ہے۔ سوائے اس کے اور لذات فانی اور تغیر پذیر ہیں۔ وقت کو صحبت جہلا میں نہ گذارنا چاہیئے۔ عادت نہایت لطیف شئے ہے۔ جب یہ دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ اسوقت اسکا نکلنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور آرام اس حیات مستعار میں صرف حسن عادات سے ہے۔ بلکہ اگر بغور دیکھئے تو بندہ صرف عادات سے ہے۔ اور اگر ان عادات کو چھوڑ دے۔ تو وہی خدا ہے۔ پس اپنے اعمال کا محاسبہ بہرحال واجب ہے۔

گلُ بست و سوم

ایک لحظہ ذات فارغ از اسمار وصفات وجمیع اسمار صفات سے غافل ہونا دام بلاہائے زمانہ نجر فتار میں گرفتار ہونا ہے۔ اور دائماً دائم السّرور میں مستغرق ہونا آشوبہائے روزگار ناہنجار سے مامون ہونا ہے۔ فرد

بس[1] از صد سال این نکتہ محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

دیگر

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن
کہ دارد درد سر بسیار با خلق آشنا بودن

خوشی نام یکجہتی خیال کا ہے۔ اور غم و اندوہ صفت وانتشار خیال کی ہے پس جہانتک ہو سکے اس بادرفتار من کو جس کا قدم بصورت خیال عرش سے فرش تک پڑتا ہی زمام دانش سے روکے۔ سو دانش یہ ہے۔ کہ ہمیشہ من کا شاہد رہے۔ یعنے جب ایک مکان سے برتی یعنے خیال دوسرے مکان کو جاتا ہے تو جہاں وہ جاتا ہے۔ اس کے جانے سے پہلے اور اس کے شامل اور اس کی واپسی کے بعد جو ذات قایم و باقی ہے اُس کو اپنا آپ سمجھے۔ ہمیشہ من کے کرداروں کا شاہد اور بیدار رہے۔ تاکہ دشمن خونخوار جو من ہے خود بخود دوست وفادار ہو جائے۔ کیونکہ من۔ چت۔ بدھ۔ اہنکار۔ جو انتھکرن کے نام سے موسوم ہیں۔ اصلیت سے جڑ یعنے بے علم و مردہ ہیں۔ آتما کی چیتنتا سے چیتن اور اپنے افعال میں فاعل ہوتے ہیں۔ اگر آتما اپنے سوبھاؤ میں قائم ہو جاوے۔ تو من وغیرہ مثل سنگ کے ساکن ہیں۔ پس تم اپنے سوبھاؤ میں قایم رہو۔ سو تمہاری عادت ہی تمہارا سروپ ہے۔ خود بخود روشن عین علم و تمام کا شاہد اور تمام خیالات کے اول اور آخر ست چت آنند۔ اکھنڈ۔ نراکار۔ برہم۔ انگت۔ پورن۔ اچت۔ یہ کل تمہارے ذاتی اوصاف ہیں۔ اسی لئے تمہارا سروپ ہیں۔ ان کا بار بار من کے ساتھ یقین کرو جب ان کے معنے دلنشیں ہو کر یقین واثق ہوگا اُس وقت من برہم روپ ہے جس طرح ٹکڑہ آہن خواہ مربع خواہ مستطیل خواہ مُدوّر۔ جب آتش سوزاں میں ڈالا جائے

[margin] لے نسبت۔ بیرنس ہے۔ سے بصورت۔ سے پورن یا محیط۔ سے یکساں۔ سے محیط کل۔ سے بذات خود فاعل۔

[1] خاقانی کہتا ہے کہ سو سال کے بعد یہ رمز مجھے معلوم ہوئی۔ کہ ایک دم کیواسطے باخدا ہونا یعنے ذات احد میں محو ہونا سلیمان کے ملک کی سلطنت سے بہتر ہے
[2] دونوں جہان سے جدا ہو۔ تب تو باخدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اہل دنیا کی آشنائی سے بہت دردسر ہوتا ہے۔ یعنے دردسر اس میں بہت ہے۔

تو اس کے ساتھ شامل ہونے سے آتش ہو جاتا ہے۔ ہر سہ اوصاف آتش۔ مثلاً تپش۔ سوزندگی۔ شعاع اس میں نمودار ہو آتے ہیں۔ لیکن اس کی صورت خواہ مربع خواہ مستطیل خواہ مدور بدستور رہتی ہیں۔ ایسے ہی برتی مثل ٹکڑہ آہن کے ہے۔ اور پھرنا اُس کی صورت ہے۔ جب آتش برہم گیان میں ڈالی جاتی ہے۔ کیا معنے جب برہم گیان کی مشق کرتی ہے۔ اُسوقت اس کی صحبت کے فیض سے یہ بھی برہم روپ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر سہ صفت برہم جو ست چت آنند ہیں۔ اس میں نمایاں ہو آتی ہیں۔ نمایاں کیا بلکہ برتی ست چت آنند روپ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی صورت جو پھرنا ہے۔ وہ بدستور قائم رہتی ہے۔ مگر وہ پھرنا بھی اُس وقت برہم روپ ہو جاتا ہے۔ جب برتی برہم آکار ہو جاتی ہے۔ پس بار بار اپنے سروپ کا فکر ویقین و یادگاری کرکے اس برتی کو برہماکار کرنا ہے۔ اسی کا نام سمادھی ہے۔ اور اسی کو نِربان اور پرم پد کہتے ہیں۔ جاگرت۔ سُپن سکھوپت۔ یہ تینوں اوستھا برتی کی ہیں۔ جب برتی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ وہ جاگرت ہے۔ جب گلو میں ہوتی ہے۔ وہ سُپن ہے۔ جب ہردے میں ہوتی ہے۔ وہ سکھوپت ہے۔ پس جاگرت وسُپن وسکھوپت برائے نام ہیں۔ برتی کی رفتار سے جو منازل قائم ہوئی ہیں۔ ان کا نام جاگرت سُپن سکھوپت کہا گیا ہے۔ جب برتی برہم گیان کے شغل سے برہم روپ ہوتی ہے۔ تب اس کی رفتار اور نزول کی منازل بھی برہم روپ ہوتی ہیں۔ جہاں اور کچھ چیز نہیں صرف برتی کا ہنگامہ ہے۔ اسی کا باہر آنا صورت جہان۔ اور اندر جانا عدم جہان ہے۔ پس مناسب ہے۔ کہ دائما برتی کو اندر کیطرف مائل کرے۔ اندر سے مراد آتما ہے۔ اور باہر سے مراد سریر ہے۔ دوسرا اس علاج سے بھی من قیام پکڑتا ہے۔ یعنے جہاں جہاں من کی برتی جاوے۔ وہاں وہاں برہم کو نیچے کرے۔ جب ہر چہار طرف برہم نظر آیا۔ تو اُس کا جانا کہاں رہیگا۔ جب اس صورت سے بیداری میں شغل پختہ ہوا۔ تب

خواب میں بھی اس کا اثر نمودار ہوگا۔ شائق کو چاہیئے۔ کہ ثابت قدم رہکر بار بار اپنے سروپ کی وچار ست شاستروں کے سروَن اور من کے یکجہت کرنے میں مشغول رہے سُستی کو ہرگز راہ نہ دیوے۔ پرکھارتھ کو پیش نظر رکھے۔

گلبستِ وچہارم

قطع الفت جسمانی حصول لطف یزدانی ہے۔ سوائے اس کے ترک کے کسی کو درجہ مقبولی حاصل نہیں ہوتا۔ فرد

ہر کہ ترکِ تن نکرد از زندگانی بر نخورد ۔ راحتے گر ہست کفش تنگ را در کندن ست[1]

زہر دنیا گرچہ کم میگردد از تریاق عقل ۔ بہترین افسون مار از دست خود افگندن ست[2]

ضرور جبتک جسم موجود ہے۔ تب تک اس کی آب و نان سے پرورش کرنی ہوتی ہے۔ بقول دانا

تا رسد وقتیکہ باید بر زمین انداختن ۔ جامۂ تن را آب و ناں رفوئے میکنیم[3]

لیکن عارف وجاہل میں اتنا فرق ہے۔ کہ عارف کو بجز حق کے اپنے وجود تک بھی کچھ یقین نہیں ہوتا۔ اُن کی نظر و یقین و قول و فعل حق ہی حق ہے۔ اور جاہل کو یقین ہے کہ میں صرف تن ہوں سوائے فانی اسباب جہان کے اُسکی نظر و یقین و قول و فعل میں اور کچھ ہی نہیں پس مناسب ہے۔ کہ الفت جسمانی چھوڑ کر عاشق جان ہووے۔ جب جان کا طالب ہوا۔ تو جسم

---

[1] جس نے کہ تن کا ترک نہیں کیا۔ زندگانی کا پھل نہیں کھایا۔ تنگ جوتی کے اُتار دینے یا توڑ دینے میں راحت ہے جب تک جوتی پاؤں میں ہوگی۔ آرام نہیں اسطرح جبتک یہ جسم موجود ہے۔ ہر طرح کی تکلیف بنی رہتی ہے

[2] اگرچہ دنیا کا زہر عقل کی تریاق سے کم ہوجاتا ہے۔ کیا معنے۔ کہ وچار بہت گذارہ کرنے سے دنیا کا زہر کم ہوجاتا ہے مگر سانپ کو ہاتھ سے پھینک دینا سب سے بہتر منتر ہے۔

[3] جبتک اسکو زمین پر پھینکدینے کا وقت نہیں آتا۔ روٹی و پانی سے جسم والی گودڑی کو رفو کرتے ہیں۔

کی قید سے رہائی پاکر خود جان ہوگا۔ یہی تعجب ہے۔ کہ جو ذات بصورت جان حجرۂ دل میں مقیم ہے۔ اُس کی جُستجو میں بیرُونی حالات کی تبدیلی یا ایک مکان سے دُوسرے مکان کے انتقال سے اپنی طلب ظاہر کرتے ہیں۔ سوائے دریافت حقیقتِ جان مشاہدہ جانان نہیں ہوسکتا حسب فرمودہ عارف۔ ابیات

گہ درُونِ خرقہ گاہے در کفن میجویمش　　او درون جان و من در پیرہن میجویمش

او درونِ خلوتِ اندیشہ گرم صحبت است　　من چراغِ دل بکف در انجمن میجویمش

ذرہ جب تک اپنے اصل چشمہ آفتاب میں محو نہ ہو۔ تب تک ذرّگی سے عرُوج نہیں پاسکتا قطرہ جبتک اپنے اصل کو نہ سمجھے اور اپنی ہستی حقیقی یقین نہ کرے۔ تب تک یقین قطرگی سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ پس جُزویّت کی یقین گرفتاری و مہجوری ہے۔ اور کُلیّت میں محو ہونا اور عین کُل آپ کو دیکھنا رُستگاری اور وصال ہے۔ بیت

ذرہ چوں محو آفتاب شود　　ہمچو قطرہ کہ محو آب شود

یہ عشق ہے۔ کہ قطرہ کو دریا اور ذرہ کو آفتاب دانہ کو خرمن اور عاشق کو معشوق کر دیتا ہے۔ دو کا ایک ہونا بدُوں عشق کے ناممکن ہے۔ فرد

رُتبۂ شمشیر را از یک دو کردن بیش نیست
عشق را نازم کہ تیغ او دو را یک مے کند

پس عشقِ کو اپنے دل میں مقیم کرکے راہ حق میں قدم اُٹھاوے تا کہ ایک لحظہ میں

۱؎ کبھی گودڑی میں اور کبھی کفن میں اُسکو ڈھونڈھتا ہوں۔ کیا معنے کہ کبھی گودڑی پوش فقیروں میں اُسکو ڈھونڈھتا ہوں اور کبھی مُردوں کی قبروں میں ڈھونڈھتا ہوں وہ جان کے اندر ہے۔ اور میں اُسکو لباس یعنے کپڑے میں ڈھونڈھتا ہوں وہ اندیشہ کی اندر خلوت کے گرم صحبت ہے۔ یعنے وہ وچار والی خلوت میں ہمنشیں ہے۔ اور میں دل والے چراغ کو ہتھیلی پر رکھکر اُسے انجمن یعنے جمع میں ڈھونڈھتا ہوں۔ ۲؎ ذرہ جب آفتاب میں محو ہو تب وہ عین آفتاب ہوجاتا ہے۔ اور قطرہ جب پانی میں لین ہوتا ہے۔ تب پانی ہوجاتا ہے۔ یعنے جب ذرہ اور قطرہ اپنی ذات میں مل جاتے ہیں۔ تب نہ کوئی اسکو ذرہ کہتا ہے۔ اور نہ اسکو قطرہ کہتا ہے۔ ۳؎ تلوار کا مرتبہ اِس سے زیادہ نہیں۔ کہ ایک سے دو کرتی ہے۔ میں عشق پر ناز کرتا ہوں۔ کہ وہ دو کو ایک کرتا ہے۔ یعنے بچھڑوں کو ملاتا ہے۔

فرش ناسوت سے عرش لاہوت پر پرواز کر کے منزل گزین ہووے۔ سوائے ذات احد بیچوں
و بیچگون بحت کے نہ کچھ ہوا ہے۔ اور نہ کچھ ہوگا۔ اگرچہ کثرت کا ہنگامہ بیشمار اور دور دراز ہے۔
قائم وحدت بمثل علم سرکش ہے۔ بلکہ کثرت وحدت ہے۔ ہر شے مفرد ہے صرف انبوہ کے
باعث سے کثرت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ عین وحدت ہے۔ خرمن دانہ ہے۔ سوائے
دانہ کے خرمن کچھ نہیں۔ **فرد**

نگردد معنئے[1] وحدت بدل از کثرت صورت ہماں یک نہ بود چنداں کہ نہ بر نہ بیفزائی

پس ایک احد اپنے آپ میں قائم ہے ؂

گل بست و پنجم

دنیا میں تمام کام وقت کی قید میں ہو رہے ہیں۔ یعنے جو شئے موسوم و موصوفہ
احاطہ فکر و قیاس میں آسکتے ہیں۔ وہ وقت سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور وقت پر فنا ہونگے
ابتدا اور انتہا تمام کا عدم ہے۔ اور جو ذات احاطہ فکر سے بعید ہے۔ اور جس پر کوئی
اسم وصفت قائم نہیں ہو سکتے۔ وہ قید زمانہ سے فارغ ہے۔ کیونکہ ابتدا و انتہا سے
فارغ ہے۔ بلکہ زمانہ خود ہی اُسی سے ابتدا رکھتا ہے۔ اور وہ ذات کل محیط ہے تمام اجسام
میں بصورت جان مقیم ہے۔ بلکہ کل اشیاء۔ تمام اسماء۔ ہمہ صفات۔ وہی ذات ہے۔ صرف
اتنا فرق ہے۔ کہ اُس ذات میں جو صفت اسم وصفت ہے۔ وہ زیر تبدیل ہے۔ اور ذات
دائمًا یکساں ہے۔ جیسے ایک ہی مٹی کہیں سبوچہ اور کہیں مٹی دو صورتوں سے دو نام ہو کر
موسوم ہے۔ ان میں سے مٹی دائمًا یکساں ہے۔ اور سبوچہ زیر تبدیل ہے اور اگر بنظر غور
دیکھیں۔ تو سبوچہ سوائے مٹی کے اور کچھ چیز نہیں۔ گولائی اور پانی وغیرہ اُٹھانے کے

[1] وحدت کے معنے کثرت ظاہری سے بدلتی نہیں۔ نو فقط نو ہی رہتا ہے۔ خواہ اُس پر کتنا ہی نو ایزاد کرو۔ مثلاً نو کو دوگنا کیا تب بھی نو رہتا ہے۔ اور سہ گنا کیا تب بھی نو ہی رہتا ہے۔

قابل ہونے سے اِس کو سُبوچہ کے نام سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور رفعگی صورت کو فنا سُبوچہ مانا گیا ہے۔ ورنہ نہ سبوچہ پیدا ہوا ہے۔ اور نہ مرے گا۔ مٹی ہی اپنے آپ میں قائم ہے اُسی طرح پرماتما بمنزلہ مٹی ہے۔ اور تمام اشیاء جہاں مثل سُبوچہ وغیرہ کے ہیں۔ انکی بجُز ہستی پرماتما کے اور کچھ نہیں۔ صرف اختلاف صورت اور اضاف اوصاف سے ایک شئے میں بہت اشیار کا وہم ہوگیا ہے۔ ورنہ ایک ذات قائم بخود ہے۔ نہ کوئی پیدا ہوا ہے۔ اور نہ کوئی مرتا ہے۔ اب سامنے آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں۔ پڑھ رہے ہیں۔ یا لکھ رہے ہیں۔ یا خیال کر رہے ہیں۔ سب پرماتما ہے۔ سوائے پرماتما کے نہ کچھ ہوا ہے اور نہ کچھ ہوگا۔ اِس نظر کا نام مکت ہے۔ اسی یقین کا واثق ہونا وصل پرماتما ہے۔ چاہیئے۔ کہ اسی یقین کو ہر وقت زیر نظر رکھے۔ جہان کے دیکھنے سے آرام حاصل نہیں ہوتا۔ اِس لئے اِس طرف سے نظر بند کر کے پرماتما کو دیکھے تا کہ آرام حاصل ہو۔ جہان اور خدا میں دھوپ اور آفتاب کی نسبت ہے دونو کو ایک جاننا مکت ہے۔

گُل بست و ششم

یکتائی میں سوائے یکتائی کے اور کچھ نہیں تمام الفاظ ور اُن کے معنے دوئی میں مظہر دوئی ہیں۔ لیکن بمصداق اِس قول کے کہ کُل شئے کو اپنی اصلیت کی طرف رُجوع ہے۔ تمام ہنگامہ دوئی بھی عین یکتائی ہے۔ یکتائی و دوئی صرف خیال میں ہے اگر خیال سے برتر ہو کر دیکھیں۔ تو ذات مفہوم ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ تمام اسماء و صور و الفاظ و معنے با وجود اختلاف نوعیت کے عین ذات بری از صفات صرف مفہوم ہے۔ سلسلہ خیال اِس درجہ تک پہنچا ہے۔ کہ تمام کلمات نیک و بد اسی سلسلہ میں مسلسل ہیں۔ یعنے تمام علوم و فنون اسی خیال کی شاخیں ہیں۔ کلمہ خُدا۔ اُس کے معنے اور اُس

کی شناخت خیال کا جزو عظیم ہے۔ یعنے یہی خیال قدرت و مایا و شکت ہے۔ اِسی خیال
کو اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو اِس کے دو حصّے ہوتے ہیں۔ ایک خیال دوسرا بے خیال
خیال میں تمام ہنگامہ نام و رُوپ شامل ہے۔ اور بے خیال میں صرف ذات مفہوم
ہے یعنے ایک ہی خیال صورت خیال میں جہان کے نام سے اور صورت بے خیالی میں خدا
کے نام سے نامزد ہے۔ اور وہ بے خیالی اور خیال ایک ہی خیال ہے۔ اور لفظ خیال
بھی اِس موقعہ پر قایم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جسقدر الفاظ ہیں۔ وہ اپنی ضد کی مخالفت
سے معنے پذیر ہیں۔ اور جس درجہ پر بیٹھکر اِس وقت تقریر ہو رہی ہے۔ وہاں نہ ضد
ہے۔ اور نہ شرک ہے۔ اِس خیال کو عین ذات سمجھکر قایم ہونا انسب ہے۔ جسقدر زیادہ جُستجو
و تجسّس کیا جاوے۔ اُسی قدر زیادہ توہمات کی ترقّی اور مقصود دلی سے مہجوری ظاہر
ہوتی ہے۔ بس لازم ہے۔ کہ صرف ذات احد و یگانہ کو سمجھکر قایم بخود رہنا چاہئے۔ من ایسی
زور آور طاقت ہے۔ کہ تمام رنج و راحت اِسی کی حرکت پر حصر رکھتا ہے۔ یہ من پانچ
اقسام پر منقسم ہے۔ کھیپت۔ وکھیپت۔ موڈھ۔ نرودھ۔ اکاگر جن کے معنے یہ ہیں۔ اوّل
کھیپت اُس کو کہتے ہیں۔ کہ من لذات حواس کی طرف متوجہ ہو کر اُنہیں کا فکر کرے۔
یعنے شبد۔ سپرس۔ رُوپ۔ رس۔ گندھ۔ ان پانچ وشوں کے آکار ہووے۔ دوم
(آواز۔ حواس۔ بصر۔ ذائقہ۔ بو)
وکھیپت اُس کو کہتے ہیں۔ کہ من کبھی باہر وشوں کیطرف جاوے۔ اور کبھی اندر آتما
کیطرف متوجہ ہو۔ سوم موڈھ وہ حالت ہے۔ کہ جب من کسی سخن متعلقہ معرفت
کے سمجھنے کو ناقابل ہو۔ اور اُس میں لیتا یعنے غنودگی بھی شامل ہے۔ یعنے وہ حالت
کہ جب من بے خبر ہو کے نیند میں محو ہو جاتا ہے۔ چہارم نرودھ اُسکو کہتے ہیں۔
کہ من کے یکجا کرنے کا تدارک پیش ہو۔ ہر وقت تمام اطراف سے روک کر آتم
سرُوپ میں اپنا آنند مانے۔ پنجم اکاگر وہ حالت ہے۔ کہ سب طرف سے ہٹکر یکجی

ہووے۔ اور کوئی تدارک باقی نہ رہے۔ یہ پرمانند حالت اس من کی ہے۔ اب بغور ان پانچ اقسام کے ترک و اختیار کا طریقہ گوش ہوش سے سُنئے۔ تاکہ پرمانند کی پراپتی اور سرب دُکھ کی نورتی۔ رُوپ جو موکھ ہے۔ سو اس سریر کی موجودگی میں ہر وقت حاصل ہو۔ دو قسم یعنے کھیپت و موڑھ جگیاسی کو قابل ترک ہیں۔ اور تیسرا قسم وکھیپت جگیاسی کی حالت ہوتی ہے۔ چوتھا نرودھ جگیاسی کو ہر حالت میں کرنا واجب ہے۔ پانچواں اکاگر نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ جس سے سالک کی محنت اور مسافت راہ حقیقی میں طے ہو جاتی ہے۔ پس مناسب ہے۔ کہ اِن کو ذہن نشین کرکے اپنی طبیعت کا خود ہی امتحان کرتا رہے۔

گلِ بست و ہفتم

گیان چار پرکار کا ہے۔ ایک شرون گیان۔ دُوسرا منن گیان۔ تیسرا ندھیاسن گیان۔ چوتھا ساکھیات گیان۔ اب اُن کی تشریح کرنے میں ایک تمثیل دیگر نتیجہ دکھلایا جاتا ہے۔ **مثال** آگ چار قسم کی ہوتی ہے۔ ایک آتش ہیزم۔ دوم آتش برق سوم آتش غریزی۔ چہارم آتش قیامت کبریٰ۔ جن کے ہندی الفاظ یہ ہیں۔ لکڑی کی اگن۔ بجلی کی اگن۔ بڑوانل اگن۔ یا جھڑا اگن۔ مہاپرلے کی اگن۔ آتش ہیزم یا لکڑی کی اگن۔ اُس وقت تک شعلہ آور ہوتی ہے۔ جب تک اُس میں لکڑیاں ڈالی جاویں۔ جب لکڑی نہ ڈالی جاوے۔ تو آگ گم ہو جاتی ہے۔ اُسی طرح سرون گیان ہے۔ کہ جب تک ست سنگت میں مُقابل مہاتما پُرش کے بیٹھکر سُخنان آب حیات مثل ہیزم کے اُس کے حجرِ سینہ میں راہ گوش سے پڑتی رہیں۔ تب تک آتش معرفت صورت یقین میں شعلہ آور رہتی ہے۔ جب درمیان میں جُدائی ہُوئی تو اُس وقت یاد فراموشی سے معدوم ہو جاتی ہے۔ یہ سرون گیان ہے۔ اس سے صرف

لذت شنوائی حاصل ہوتی ہے۔ یا قدرے آگاہی۔ دوم آتش برق وہ ہے۔ جو بادلوں
میں کبھی چھپتی ہے۔ اور کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اُس کا وجود ہر وقت موجود ہے۔ اُسی
طرح جو شخص سُخنان شُنیدہ کو گوشہ میں بیٹھکر تہ دل سے فکر کرتا ہے۔ اور حصولی عین
الیقین کے لئے بار بار یاد کرتا ہے۔ اُس کو منن گیان حاصل ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ دل
میں قایم رہتا ہے۔ اور گاہے گاہے جو شزن ہوکر شعلہ آور ہوتا ہے۔ اور گاہے
کسی دُنیاوی امُورات کے استغراق سے فراموش ہو جاتا ہے۔ مگر پھر اُسی لحظہ میں
اپنی چمک اور دمک نکالتا ہے۔ اس سے یہ فایدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ جسقدر واہمات
درباب صداقت کلام الٰہی و یکتائی جیو برہم ہیں رفع ہو جاتے ہیں۔ تیسرا آتش غریزی
اس میں دو قسم کی آتش شامل ہے۔ ایک آتش غریزی جو انسان کے معدہ میں غذاء ماکول
ومشروبہ کو ہضم کرتی ہے۔ اور دوسری آتش غریزی جو شکم سمندر میں طُغیانی آب کو
سوختہ کرکے سمندر کو اپنی حد میں رکھتی ہے۔ پس اِن دونوں کا کام باہر کے دخول کو
اپنے میں محو کرنے کا ہے۔ اُسی طرح ندھیاسن گیان ہے۔ کہ ادویت گیان برتی میں اس
قدر غالب ہو جاوے۔ کہ تمام خیالات لذات حواس کو مثل غذا یا آب دریا آتش معرفت
میں محو کرکے آپ میں قایم رہے۔ یعنے یہ کہ ہر وقت برتی ادویت وست یعنے ذات احد
میں شاغل ہوکر اُسی کی آکار رہے۔ اس غرض سے کہ وہ یقین جو بذریعہ شرون (سماعت)
ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ اور بذریعہ منن (یقین) جس کو ہم نے خزانہ یادگیری میں ڈالا ہے
وہ اب بذریعہ ندھیاسن (عین الیقین) ہوکر ہماری اپنی ہی نظر ہو جاوے اور اس سے
یہ فایدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ گاہ بیگاہ جو شُبہ اپنے آتما کو برہم رُوپ یقین کرنے اور آپ
کو تمام بندھنوں سے رہت یقین کرنے میں دیکھتا تھا۔ دُور ہو جاتا ہے۔ چہارم
آتش قیامت کبُرے یعنے مہاپرلے کی اگن وہ ہے۔ جو تمام جہان اور مافیہا کو جلا کر

آپ ہی باقی رہتی ہے۔ اُسی طرح ساکھیات گیان ہے۔ کہ استھول۔ سوکھم۔ کارن سریر۔ جاگرت سپن۔ سُکھوپت۔ اوستھا۔ وِسو۔ تیجس۔ پراگ جیو۔ ویراٹ۔ سُوترآتما۔ ایشور علیٰ ہذالقیاس تمام اونام وتفاوات کو دُور کر کے صرف گیان سرُوپ رہتا ہے۔ کیسا گیان جس میں گیاتا (عالم)، گے (معلوم) کی سمائی نہیں۔ نہیں نہ تو نہ وہ نہ یہ ایک ادوئیت نروکار چد گھن اپنا آپ ہے۔ ایسی حالت کو سالک انبھو کر کے کرِت کرِت (دائم السرُور) ہوتا ہے اب مناسب ہے۔ کہ اِن چار اقسام کے گیان کو بخوبی ذہن نشین کر کے اپنی طبعیت کا امتحان کرے۔ جس درجہ میں اپنی برتی کو دیکھے۔ اُس سے زیادہ درجہ کے لئے کوشش کرے کیونکہ بحر معرفت اس قدر عمیق اور ناپیدا کنار ہے۔ کہ صدہا لوگ اس میں مثل غوّاص غوطہ زن ہو کر تہ کو دریافت کرنے لگے ہیں۔ بوالعجب کہ وہاں اپنی ہستی سے ہاتھ دھو کر زبان سے بے زبان۔ چشم سے بے چشم گم درگم ہو کر محو ہو گئے ہیں۔

مثنوی مصنّف

یار[1] ہر جا حاضر و موجود است — در تلاشش جستجو بے سود است

پردہ[2] اسم و صفاتی را بدر — ہر کجا یکرنگئے معنے نگر

خود[3] خدائم خود خدائم خود خدا — بلکہ اصلاً از خدا بودن جدا

چوں[4] درین راہ آمدم دیدم چہ ام — من نمیدانم کہ خود ہم من کہ ام

ور[5] بگویم من خدائم من خُدا — بندہ بہر بندگی سازم کرا

ایں[6] دو اسماء محض موجب امتیاز — ذات بیچون وچرا فارغ زراز

---

[1] یار ہر جگہ حاضر اور موجود ہے۔ اس کی تلاش کرنی بے فائدہ ہے۔ [2] نام اور روپ والے پردہ کو پھاڑ اور ہر کہیں یکرنگی حقیقی کو دیکھ۔ [3] میں آپ خدا ہوں میں آپ خدا ہوں میں آپ خدا ہوں بلکہ خدا سے خدا ہونا اصل سے جدا ہوتا ہے۔ [4] جب اس رستے میں آیا ہیں۔ تب میں نے کیا دیکھا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ میں آپ کیا ہوں۔
[5] اور اگر یہ کہوں کہ میں خدا ہوں۔ تو بندگی کے واسطے بندہ کس کو بناؤں۔ [6] یہ دو نام ایک خدا اور دوسرا بندہ فقط تمیز یعنے پہچان کے واسطے ہیں۔ ذات بے چون وچرا بھید سے فارغ ہے۔

ظاہرو باطن ہماں یک جلوہ داں　　پاک از یکی دوئی وز این و آں
نور حق این است بیں اے ہوشمند　　چشم حیرت واکن ولب را بہ بند

گُل بست وہشتم

وہ ذات جو محیط کُل ہے۔ بلکہ عین کُل دریچہ وحدت سے سر نکال گوناگون زیورات اسمار سے موسوم و انواع ملابس صفات سے موصوف وملبوس بازار کثرت میں آکر کہیں گُل کہیں خار۔ کہیں نور کہیں نار۔ کہیں گلخن کہیں گلزار۔ کہیں صحرا کہیں بازار کہیں عاشق کہیں دیدار۔ کہیں سودا کہیں خریدار۔ کہیں لیل کہیں نہار۔ کہیں منظور کہیں نظار۔ کہیں دیوانہ۔ کہیں ہوشیار۔ کہیں دشمن کہیں یار۔ کہیں جامہ۔ کہیں دستار۔ کہیں مائل کہیں بیزار کہیں مفلس کہیں زردار۔ کہیں بے شرم۔ کہیں شرمسار۔ کہیں کافر۔ کہیں دیندار کہیں تاجدار کہیں باجگذار۔ کہیں بندہ کہیں کردگار۔ کہیں بے نام کہیں نامدار۔ کہیں زمین کہیں اشجار۔ کہیں کوہ کہیں دیوار۔ کہیں ہموار کہیں ناہموار۔ کہیں خشک کہیں ثمردار۔ کہیں خوش خلق کہیں بدکردار۔ کہیں پنہاں کہیں نمودار۔ کہیں قطرہ کہیں بحر ذخار۔ کہیں ذرہ کہیں خورشید انوار۔ کہیں برگ کہیں بار۔ کہیں صحیح کہیں بیمار۔ کہیں رشتہ کہیں تار۔ کہیں سوسن کہیں گلنار۔ کہیں لالہ کہیں ہزار کہیں مخفی کہیں اظہار۔ کہیں سمع کہیں گفتار ہو رہی ہے۔

غزل

نُمایاں ہر سمت میں یار کا جلوہ صفاتی ہے　　صفاتی کو اُٹھا دیکھو یہی اسرار ذاتی ہے

لہ باہر اور اندر اسی ایک جلوہ کو سمجھ جو ایک اور دو اور یہ اور وہ سے پاک یعنے علیحدہ ہے
سلہ اے ہوش والے یہی نور حق ہے۔ حیرت والی آنکھوں کو کھول اور لبوں کو بند کر یعنے خاموش ہو۔

وصالِ یار گر چاہو تو پوچھو واصلوں سے جا	کہ حکمت یار کے ملنے کی اُنکو خوب آتی ہے
دوئی کو دور کر دیکھو کہ ہر جا یار ہے پیدا	صفاتی ہیں عیاں ذاتی ہے ذاتی ہیں صفاتی ہے
تماشا گاہِ عالم میں ہر اِک انسان یکتا ہے	طلسما بادِ کثرت میں بھی وحدت کہاتی ہے
نہ مانو آپ کو بندہ کہ بندہ محض گندہ ہے	خدا کو ذات اپنی کے سوا نہیں اور بھاتی ہے
نقابِ ہستیٔ موہوم کو دل سے اُٹھا دیکھو	کہ سر سے پا تک اِک ذاتِ خدا ہی جگمگاتی ہے
کہاں آنا کہاں جانا تعین کو بھلاویں جب	اس آمد رفت میں قیدِ تعین ہمکو لاتی ہے
خدائی میں جدائی کا نشاں ملتا نہیں ہرگز	جُدائی صرف غیریت میں ہو کر پائی جاتی ہے
جہاں تنزیہ تشبیہہ کا ٹھکانا کچھ نہیں ملتا	خودی اُس میں غبار گردِ تن کو اُڑاتی ہے
جہاں اطلاق میں تو کا نہیں اُس ذاتِ مطلق کو	مقید تک کے صدہا رنگ میں غفلت دکھاتی ہے
خدا کے واسطے تم بھول کر دیکھو نہ دُنیا کو	ہزاروں آفتیں سر پہ یہ فتنہ ساز لاتی ہے
تکبر و ظاہر و باطن کو جب دل سے اُٹھا دیکھا	نہ خطرہ موت کا دل میں اب خواہش حیاتی ہے
دیا ساقی نے جسدم جامِ وحدت کا تلطف سے	اُسی دم سے یہ کثرت عین وحدت نظر آتی ہے
تعین کا نقاب ایسا اُٹھا اب دلکی آنکھوں سے	کہ چار اطراف میں اک ذات مولی جی کو بھاتی ہے

فرد

محمدؐ کو ہوا معراج شب میں عرش و کرسی پر	زمیں پر بیٹھے وہ معراج ہم کو روز حاصل ہے

غزل دیگر

میں ہوں وہ ذات ناپید اکنار و مطلق و بیچید	کہ جسکے سمجھنے میں عقلِ کُل بھی طفلِ ناداں ہے
کوئی مجھکو خدا مانے کوئی بھگوان مانے ہے	میری ہر صفت بنتی ہے میرا ہر نام نمایاں ہے
کوئی بتخانہ میں پوجے حرم میں کوئی گرجا میں	مجھے بتخانہ و مسجد کلیسا تینوں یکساں ہے
کوئی سوتبہ مجھے مانے کوئی مطلق پہچانے ہے	کوئی خالق پکارے ہے کوئی کہتا یہ انساں ہے

میری ہستی میں یکتائی دوئی ہرگز نہیں بنتی سوا میرے نہ تھا ہوگا نہ ہے یہ رمز عرفاں ہے

گلِ بست و نہم

سوال۔ خدا کیا چیز ہے۔ اور روح اور جان اور آتما کیا ہے۔ اگر آتما کو بعد فنا ہو جانے جسم کے سورج اور گنالی ظرف میں عکس کی مثال دیجاوے۔ تو اول تو وہ آتا جاتا سورج کی طرح معلوم نہیں ہوتا۔ دوم سورج تو سامنے کھڑا ہے۔ اور نظر آتا ہے۔ آتما کا مبدا ایسا نہیں چمکتا۔ اور نہ نظر آتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔؟

جواب۔ وہ ذات جو اول و آخر سے پاک۔ خالق و مخلوق سے فارغ۔ عین ہستی علم سرور کل تعینات سے بعید و عین کل ہے اُسکو علمائے قدیم نے بخاطر ارشاد خدا کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور وہ ذات جو جسم میں مقیم ہو کر جسم کے تمام حواس ظاہری و باطنی کو طاقت پہنچا کر اپنے افعال کے قابل کرتی ہے۔ اُس کو روح یا جان یا آتما کہتے ہیں جب جسم فنا ہوتا ہے۔ اُسوقت آتما کہیں نہیں جاتا۔ جسطرح کہ سبوچہ کے ٹوٹنے سے سبوچہ کا خلو کہیں نہیں جاتا۔ اُسیطرح جسم کے فانی ہونے سے آتما جو مثل خلو اُس میں پر ہے کہیں نہیں جاتا۔ کیونکہ ذات حق بغیر تفرقہ محیط کل شئے ہے۔ یعنے اس ذات میں قید اندروں و بیروں۔ زیر و بالا۔ راست و چپ آمد و رفت قائم نہیں کر سکتے۔ صرف علت جسم سے اُسمیں یہ تعینات یقین ہوتی ہیں۔ سو جسم اُس ذات میں اسطرح ہے جس طرح دیوار پر تصویر۔ اور اگر یہ کہو آتما نظر نہیں آتا۔ تو اُسکا جواب یہ ہے۔ کہ جیسے آنکھیں اپنی مردنک کو نہیں دیکھ سکتیں اسطرح جب آپ ہی آپ ہے۔ تو کون دیکھے اور کس کو دیکھے اور کیا دیکھے۔ دیکھنا غیریت میں ہوتا ہے۔ جو چیز ہم دیکھتے ہیں اُس کو دوسرا سمجھ کر دیکھتے ہیں کبھی ہم نے اپنے چہرہ کو بغیر امداد آئینہ کے نہیں دیکھا جب ظاہر اسباب میں

یہ حال ہے۔ تو معاملات باطنی کو جن میں آنکھ اور صورت کا دخل نہیں۔ کس طرح دیکھے جاویں۔ سورج کا عکس ظرفِ گلِ پُر از آب میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور پانی کے دُور ہونے سے گم ہو جاتا ہے۔ سو صرف علت کا باعث ہے۔ سورج میں نہ عکس تھا۔ اور نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ پانی نے بباعث اپنی شفافی کے اُس کے عکس کو ظاہر کیا۔ ورنہ وہ عکس نہ پیدا ہوا ہے۔ اور نہ مرتا ہے۔ اور نہ کہیں سے آیا ہے۔ اور نہ کہیں جائیگا۔ اور یہ مثال صرف اس غرض سے سمجھائی جاتی ہے کہ اختلاف اجسام سے جو یکتائی آتما میں شُبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ رفع ہو۔ ورنہ یہ آتما کے سمجھانے میں یا اُس کی مناسبت میں کوئی مثال قائم نہیں ہو سکتی۔ اور اگر سورج کی مانند آتما کو دیکھنا چاہو۔ تو غیر ممکن ہے کیونکہ سورج غیر چیز ہے۔ اور بامداد غیر چیز یعنے آنکھ کے دیکھا جاسکتا ہے۔ اور آتما اپنا آپ ہے۔ اُس کے دیکھنے میں آنکھ ناقابل ہے۔ صرف اس کو اپنا آپ جاننا اور اس پر یقین واثق کرنا اُس کا دیکھنا ہے۔ اور آتما کا مبدا آتما سے اسطرح جدا نہیں۔ کہ جسطرح عکس کا مبدا سورج اس سے کروڑہا کوس کے فاصلہ پر قایم ہے۔ بلکہ آتما خود ہی وہ ذات مطلق ہے۔ کہ جسکو پرماتما۔ خدا۔ برہم۔ یا اللہ کہتے ہیں۔ صرف جسم کے تعلق سے اُس کو آتما کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ وہ ذات ہے۔ کہ جس کا کنارہ آجتک کسی نے نہیں پایا۔ اس کا آنا وجانا تب قرار دیا جاوے۔ جب یہ ذات کسی جگہ ہو۔ اور کسی جگہ نہ ہو۔ چونکہ یہ محیط کل ہے۔ اس لئے نہ کہیں سے آتی ہے۔ اور نہ کہیں جاتی ہے۔ اور وہ آتما تم ہو۔ آپ کو بھول کر اُس کو کہاں دیکھنا چاہتے ہو۔ اُس کے پرکاش سے۔ سورج۔ چاند ستارہ۔ بجلی۔ آتش۔ روشن ہیں۔ اُسی کے نور سے آنکھیں منور ہیں۔ وہی ذات کل جہان میں معمور۔ کہیں مستور کہیں مشہور کہیں نزدیک کہیں دُور۔ کہیں غلمان کہیں حور۔ کہیں نار کہیں نور۔ کل میں محیط بلکہ عین کل ہو رہی ہے۔ بینائی بینائی ہا شنوائی شنوائی ہا۔

گویائی گویائی ہا علم علمہا خیال خیالات یقین الیقان ہے۔ اُسکا دیکھنا یہی ہے۔ کہ
تقریر مذکورہ بالا کو خوب ذہن نشین کرکے درجہ عین الیقین وحق الیقین پر پہنچانا۔ صرف
غفلت کی وجہ سے ایسے آتما کو کہ جس کے مقابل آفتاب مثل تاریک شب کے ہے۔
نہیں دیکھ سکتے۔ مثال جس طرح کہ زید کو یہ بیماری ہوئی۔ کہ آپکو بکر ماننے لگا۔ اور زید کے
اوصاف حمیدہ سنکر خواہش مند ہوا۔ کہ اس کو دیکھوں۔ کوچہ بکوچہ اور دربدر اُس کی تلاش
میں پھرنے لگا۔ کسی شخص سے جو اُس کا واقف تھا پوچھا۔ کہ زید کہاں رہتا ہے۔ یہ سخن سنکر
وہ کہنے لگا۔ کہ تجھ کو کیا ہے۔ کہ تو آپ زید ہو کر زید کو ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ اُس نے کہا ایسا
نہ کہو میں بکر ہوں۔ زید نہایت خلیق اور اوصاف حسنہ سے آراستہ ہے۔ اُس شخص نے سوچا
کہ اس کو اپنی ہستی میں وہم پیدا ہوا ہے۔ اِس لئے آپکو بھولکر اپنی تلاش میں مصروف ہے
اس لیئے اس نے زید کا حُلیہ پوچھا اور پھر آئینہ دکھایا۔ اور کہا دیکھ۔ جو حُلیہ تو بیان کرتا ہے
وہی تو ہے۔ اُس وقت اُس کو یقین ہوا کہ میں زید ہوں۔ اسیطرح غفلت کے باعث سے
وہ آتما جو مثل آفتاب مشرق سینہ میں روشن ہے۔ اور جس کے ذرات روزن چشماں و گوش و
بینی و زبان سے نمایاں ہیں۔ نظر نہیں پڑتا۔ جسم کے فنا ہونے سے آتما میں کسی قسم کا تغیر و
تبدّل نہیں ہوتا۔ مردہ جسم میں بھی ہستی علم و سرور ہو کر موجود ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ اُسوقت
جسم میں کوئی حرکت نمودار نہیں ہوتی۔ اُسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ حرکت بذریعہ ہوا کے ہے۔
جو آتما سے طاقت پاکر صورت نفس میں آتی جاتی ہے۔ تمام لوگ اس ہوا کے نکلنے سے
سمجھتے ہیں۔ کہ آتما جسم سے نکل گیا ہے۔ یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ آتما کوئی وجود دار چیز نہیں
صرف طاقت ہے۔ کہ جس کا وجود محض ہستی علم سرور ہے۔ اور ہر جگہ محیط ہے مثل بحر عمان
خود در خود قائم ہے۔ بیشمار مخلوقات ساکن و متحرک اُس بحر میں مثل امواج و حباب لحظہ
بلحظہ موجود و معدوم ہوتی ہے۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ آتش۔ اکاس۔ سورج۔ چاند۔ برق

ابر- کوہ- بحور- اشجار- فرشتہ- انسان- چارپایہ- طیور- مورچہ- تمام بحر ذات کی امواج ہیں- جب ہمارا یہ حال ہے- تو ہم کس کو دیکھیں- اور کیا ہو کر دیکھیں- صرف یہی کرنا ہے- کہ اپنی ہستی کے فخر کو جو باعث مہجوری ہے- دُور کر کے اُس ذاتِ مُطلق کو جو ہمارا اپنا آپ ہے پہچانیں اور پہچان کر قائم بذات خود رہیں- ہستی نام یقین غیریت کا ہے- جب غیریت درمیان سے اُٹھ گئی- تو صرف ذات واحد ہے-

(۳۰)
گُلِ تیس

بوالعجب[1] کاریکہ من در کارِ جاناں دیدہ ام
درمیانِ قطرہؑ دریائے عمّاں دیدہ ام

ذات بیچون و چرا فارغ از صفات و اسماء چون و چرا ہو لباس اسماء و صفات پہنکر برہم ایشور- پرکرت- گُن- مایا- اگیان- مہتت- اکاس- پون- اگن- جل- پرتھوی کی صُورت میں آ- چار اقسام کی مخلوق یعنی انڈج- جیرج- سیتج- ادبھج- میں ظاہر ہو کر چودہ لوک میں آبادجہاں کے نام سے موسوم ہے- مختلف اجسام میں صورت جیو ہو- انواع و اقسام کی کارروائی کرنے لگی ہے- مختلف افعال کو مختلف نتائج سے منسوب کر کے تناسخ مانکر تو لید و تولیدگی کی قید میں آ- پھر آپ کو بھول کر جستجو میں شاغل ہوئی ہے-

کبت

آپ ہی کے دیکھنے کو آپ ہی ترگُن بھیو شت رج تم ہوئے جگ کو پسار یو ہے
گود ادیج گُو ویچ کو وراٹ کو وُرنگ کہوں داس کہوں ٹھاکر آپ ہو بدھار یو ہے
پُن پاپ بھاؤ کر کرم کا دبھاگ بھوگ کرم اُپاسن کہوں گیان کو وچار یو ہے
تین گُن تین آپ بھیو تینوں نے وتریک ہیراج آپ ماہیں آپ بلیو نہ نیار یو ہے

[1] تعجب خیز یعنے اچنبھا دینے والا ہے- جو کام کہ میں نے معشوق یعنے پریتم کے کام میں دیکھا ہے- قطرہ کے درمیان میں نے دریائے بے پایاں کو دیکھا ہے-

دیگر

مارت دیوم بیچ جل دہرانڈ بھیو نرناری ہوئے کرکھیل کو رچپایو ہے
سورچند تارا اگن دامن پرکاش کر میگھ ہوئے گرنج گرنج دھوم کو مچایو ہے
بڑوانل اگن ہوئے جل کو سنوکھ کینو جھٹرا اگن ہوئے آن کو بچپایو ہے
کرم وبھاگ کر بھانت بھانت روپ ہوئے جیو روپ دیہہ ماہہ ناچ کو نچایو ہے

جستجو کرتے کرتے سوچا کہ پرتھوی معہ اپنے حصص واجزا کے جل کا کارن یعنے نتیجہ ہونے سے جل روپ ہے۔ جل معہ اپنے حصص واجزا کے اگن کی پیدائش ہونے سے اگن روپ ہے۔ اگن معہ اپنے حصص واجزا کے ہوا کی مخلوق ہونے سے ہوا کیصورت یعنی پون روپ ہے۔ پون معہ اپنے حصص واجزا کے اکاس کا کارج ہونے سے اکاس روپ ہے اکاس مہتت یعنی مجموعہ عناصر کثیف کا کارج ہونے سے مہتت روپ ہے۔ مہتت اگیان کا کارج ہونیسے اگیان روپ ہے۔ اگیان اور مایا کمی بیشی گنوں سے دو حصہ پرکرت کے ہیں۔ یعنے سُدھ ستوگن مایا ہے اور مَلن ستوگن اگیان یا اودیا ہے۔ پس مایا و اگیان ہر دو حصہ پرکرت کا کارج ہونے سے پرکرت روپ ہیں۔ پرکرت صفت النشور ہے یعنی جو چیز پرکرت سے شامل ہے۔ وہ النشور کے نام سے موسوم ہو کر جگت کا کرتا قرار دیا ہے۔ پس پرکرت کا النشور سے تاداتم سنبدھ (بھید اور ابھید رہت بندھ) ہے اسلئے پرکرت النشور روپ ہے اور النشور برہم میں اسطرح مفروض ہے۔ جیسے جل میں سمندر مفروض ہے۔ پس النشور برہم روپ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک برہم ہے۔ اب سو برہم کا نام بھی مناسبت جزویت سے ہے جب موجب مناسبت درمیان میں کوئی نہیں۔ تو ذات بیچون وچرا ہے۔ اور وہ ذات بیچون وچرا ایسی ہوں پس باوجود موجودگی ہمہ صفات وکل اسما۔ بوقلموں انتیار وانواع صور وبیشمار الفاظ ونعتا ایک ذات قایم بخود ہے۔ اور نہ کچھ ہوا ہے نہ کچھ ہوتا ہے۔ نہ ہوگا جب اس درجہ پر فہمید کی رسائی

ہوئی اُسوقت مسافت جستجو طے ہوکر منزل جمعیت و سرور میں استقامت ہوتی ہے ۔ جہاں ناظر
نظر منظور ۔ عالم علم معلوم ۔ عامل عمل معمول ۔ عاشق عشق معشوق ۔ جاہل جہل مجہول ۔ فاعل
فعل مفعول یکساں ہوکر ذات بے صفات باصفات ہوتی ہے ۔ نہ چشم کی بینائی ۔ نہ گوش کی شنوائی ۔
نہ زبان کی گویائی ۔ نہ بینی کی بویائی ۔ نہ فکر و قیاس ۔ نہ گمان نہ یقین خود بخود نہ عین نہ غین ہوتا
ہے ۔ ہوتا کیا ہے صرف بے علمی سے جو یقین دوئی تھی ۔ دور ہوکر آئینہ وحدت میں پھر اپنا مشاہدہ
کرکے آپ ہی آپ ہوتا ہے ۔ اس حالت کا نام برہم پرماتما ۔ اللہ ۔ خدا ہے ۔ بلکہ اِن سے برتر ہے
معقولات اور دلائل کی سمائی نہیں ۔ اسم وصفت کی آشنائی نہیں ۔ صرف صرف محض محض مفہوم
ہے ۔ اس حالت کے استحکام کیلئے سالک کو چاہئے ۔ کہ تنہا گوشہ میں بیٹھکر سر کے اہنکار یعنے فخر جسمانی کو اپنے
نام میں لے یعنی فناہ کرے ۔ مراد یہ ہے ۔ کہ سر سے گذر کر صرف نام آپکو مانے پھر نام کو اہنکار میں فنا کرے یعنے
یعنے نام کو مفروض تصور کرکے اس سے بھی گذرے ۔ اور جسکے آسرے نام ہے ۔ اُس اہنکار کو اپنا آپ مانے
پھر اہنکار کو جیو میں لیں ۔ یعنی محو کرے ۔ مطلب یہ ہے کہ اہنکار سر خود کوئی شئے نہیں ہے جیو کے آسرے ہوکر
مختلف اعضاء و حواس ۔ بیرونی اشیاء میں اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے ۔ پس اہنکار کو باطل تصور کرکے
اس سے گذر کر جیو آپ کو مانیں ۔ اور پھر جیو کو ادھشٹان کوٹستھ یعنے چیتن میں محو کرے ۔ اس دلیل
سے کہ جیو سرخود کوئی چیز نہیں ہے ۔ انتھکرن میں جو کوٹستھ چیتن کا پرت بنب یعنی عکس پڑتا
ہے ۔ اس عکس کو مع انتھکرن کے جیو کہتے ہیں ۔ پس جیو کچھ نہ ہوا ۔ کوٹستھ ہوا ۔ اس لئے جیو سے
گذر کر کوٹستھ آپ کو یقین کرے اور پھر وچار کرے ۔ کہ کوٹستھ برہم کے ساتھ اس طرح یکتائی رکھتا
ہے ۔ جیسے گھٹ اکاس ۔ مہا اکاس سے کیا معنے ۔ کہ یکھ سماں آدھی کرن کرکے کوٹستھ برہم
روپ ہے ۔ کیونکہ جسطرح برہم نرِوکار ۔ پورن سب کا ادھشٹان ہے ۔ اسیطرح کوٹستھ
نرِوکار پورن اور تمام بدن اندریاں انتھکرن کا ادھشٹان ہے ۔ صرف علت بدن سے
اس کو کوٹستھ کہا گیا ہے ۔ ورنہ کوٹستھ و برہم میں سرمو بھی فرق نہیں ۔ کوٹستھ دو الفاظ کوٹ

اور استھ سے مرکب ہے۔ کوٹ کے معنے اہرن لوہار استھ بمعنے قایم یعنے لوہار کی اہرن کی مانند قایم بجود کیا معنے جسطرح اہرن کو صدہا ضرب ہتھوڑوں سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کئی چیزیں مرتب اور شکست ہوتی ہیں۔ لیکن اہرن اپنے آپ میں قایم ہے۔ اسی طرح کوٹستھ روپ اہرن پر انتھکرن۔ روپ ہتھوڑوں کی بے شمار چوٹیں لگتی ہیں۔ کئی سنکلپ اُٹھتے ہیں۔ اور کئی مٹتے ہیں۔ لیکن کوٹستھ اپنے آپ میں قائم نروکار ہے۔ انتھکرن کے ہونے اور نہ ہونے سے اُس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہے۔ اور دیگر کوٹ بمعنے بدھ اور استھ بمعنے ادھشٹان بدھ کا ادھشٹان مراد یہ ہے۔ کہ بدھ وغیرہ انتھکرن جس سے ہیں۔ جس کے آسرے ہیں۔ اور جس میں لین ہوجاتے ہیں ایسا جو ادھشٹان چیتن سو کوٹستھ سدا ایک روپ تمام حالات میں یکساں ہے۔ اسلیئے کوٹستھ برہم روپ ہے۔ سو کوٹستھ روپ برہم میں ہوں۔ اس طرح یقین کرکے قائم ہوجاوے۔ اور پرانند روپ تمام سنکلپوں سے رہت ہوکر استھت یعنی قائم بذات خود رہے۔ پھر جب برتی انتھان یعنی پریشانی کو پاوے۔ اُسوقت اس سلسلہ سے ایکاگر یعنی جمع کرے۔ اول تمام اندریوں کو معہ اپنے وشیوں کے من میں لین کرے۔ کیونکہ من کی ترغیب سے حواس اپنے اپنے محسوسات کے ساتھ شامل ہوکر فاعل مختلف افعال ہوتے ہیں۔ اس لیے من اندریوں کا حاکم ہے اور من کو بدھ میں محو کرے۔ کیونکہ جو کچھ بدھ میں نتیجے ہوتا ہے۔ اُس کے مطابق من سنکلپ کرتا ہے۔ اور جو چیز ہماری بدھ کے احاطۂ یقین میں نہیں ہے اُسکا خیال ہرگز نہیں کرتا پس من بدھ کے آسرے ہے۔ اور بدھ کو اہنکار میں فنا کرے۔ کیونکہ جب اول ہم کو اپنی ہستی کا فخر ہوتا ہے۔ اُسوقت دوسری اشیا کی ہستی کو تحقیق کرکے خزانہ یقین میں جمع کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بدھ کی بنیاد اہنکار ہے۔ پھر اہنکار کو جیو میں لے یعنی محو کرے۔ کیونکہ اہنکار ایک صفت جیو کی ہے۔ پس اہنکار خود کچھ شے نہیں۔ اس لئے جیوان تمام چیزوں کے متحرک کرنے والا ہے پھر جیو کو ایشور میں محو کرے۔ کیونکہ جیو ایشور کی اس

طرح نسبت ہے۔ جیسے موج کی بحر سے ہے جیو سر خود کچھ چیز نہیں۔ ایشور ہی کے تعلق سے جیو کے نام سے موسوم ہوا ہے پس ایشور ست ہوا۔ اور پھر ایشور کو برہم میں لین یعنی محو کرے کیونکہ ایشور کی برہم کے ساتھ اسطرح نسبت ہے جیسے سمندر کی پانی سے یعنی سمندر اور موج پانی میں مفروض اور تقلیدی ہیں اسلئے پانی ہی ست اور باقی ہے اس طرح برہم میں ایشور اور جیو بوجہ کلیت وجزویت دو اوصاف مفروض اور مقلد ہیں ایک برہم ہی قائم بالذات ہے پس سب کا اصل اور راست برہم ہے سو برہام میں ہوں اسطرح آپکو برہم یقین کرکے برہم سروپ ہو رہے اور کوئی خیال نہ اٹھے اس کا نام ساوکلپ سمادھ ہے اسی طرح ابھیاس کرنے سے نروکلپ سمادھ جو بہل روپ ہے حاصل ہوگی یعنی بغیر کسی تدارک و محنت کے حالت جمیعت خاطری و آرام ہر وقت رہتی ہے کبھی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ کسی حالت کے آنے جانے سے کمی بیشی یقین ہوتی ہے ہمیشہ سرور لذت اور پرم آنند او ستھا بنی رہتی ہے چاہیے کہ مذکورہ بالا طریقوں سے اپنی ذات میں قایم ہوکر اپنے سروپ آنند میں قیام کرے۔ اگرچہ سروپ میں کچھ کمی نہیں مگر تاہم جمیعت خاطری و پریشان خاطری میں جو فرق ہے اُس کو زیر نظر رکھ کر دائما جمیعت خاطری میں رہنا مناسب ہے۔ کمال پرم۔ نکتہ بزبان پد۔ وصال اسی کا نام ہے ÷

گل اکتیس

سوال۔ جیو اور برہم میں کیا بھید ہے۔

جواب۔ چاہ اور اچاہ کا یعنی چاہ سے جیو ہے۔ حسب قول بھر تھری ؎

کیو برہم تے جیو چاہے اب چاہ تو کہاں ۔۔۔ کدھوں کرے تر جیو آسے تو آسے کون

اور اچاہ سے برہم ہے حسب قول مہاتما پرکھ ؎

چاہ چمیارنی چوہڑی اَت نیچن کی نیچ — یہ تو پورن برہم تھا جے چاہ نہ ہوتی بیچ۔

گذشتم ازہر مطلب تمام شد مطلب — نقاب چہرۂ مقصود بود مطلب ہا۔

دیگر

تمنا نشاند دل چوں سنگ زمسجد دور میباید — اگر دانی چہ مطلبہاست در بے مدعا بودن

اور اس چاہ کی بنیاد فخر جسمانی ہے۔ جب تک یہ آپ کو پاسے سر تک باکہ خاص
نام والا جانتا ہے تب تک اس کی نظر و تعلق و خوشی محدود رہتی ہے یعنی یہ خواہش
کرتا ہے کہ فلاں شے میرے قبضہ میں آجاوے۔ فلاں علم پڑھ کر میں شہرۂ آفاق ہو
جاؤں۔ فلاں عہدہ حاصل کروں جس کام میں میری تعلیم و تکریم و پرستش ہو۔ کوئی ایسا
کام کروں یا مکان بنواؤں کہ جس سے میرا نام روشن ہو۔ یہ زمین میری ہو جاوے۔ یہ
ہاتھی۔ گھوڑا۔ گائے بھینس میرے پاس ہوتی۔ اس صورت سے محدودیت میں
گرفتار ہو کر خیالی اشیاء کی حصول میں خوشی اور عدم حصول میں غمی مانتا ہے یہ نہیں
جانتا کہ میری خواہش کبھی ان ظاہری اشیاء کی حصول سے سیر نہ ہوگی۔ بلکہ برخلاف اس
کے روز افزوں ہوگی۔ کیونکہ خواہش نہایت ہی لطیف اور باطن ہے اور اسباب
دنیا مثلاً دولت۔ فرزند۔ زن۔ اسپ۔ فیل۔ گاؤمیش۔ مادہ گاؤ۔ اراضی عمارت نہایت
ہی کثیف اور ظاہر ہیں۔ بس لطیف و باطن شے کی کثیف اور ظاہر اشیا سے موافقت
ہو کر سیری ہونی نہایت ہی محال ہے۔ اگر مرض کے موافق علاج ہو تو مرض جلدی
رفع ہو جاتی ہے اور اگر برخلاف ہو تو روز بروز ترقی پاکر اسقدر غلبہ کر لیتی ہے کہ پھر زندگی
محال ہو جاتی ہے اس طرح بوجہ نہ ہونے موافق علاج اور پرہیز کے مرض خواہش نے ترقی
پاکر اسقدر غلبہ پایا ہے کہ جیو کو تنہائی خانہ جسم میں گرفتار کر کے نظر محدود سے ایسا نابینا
کیا ہے کہ شب و روز بمراد زیادتی مال و متاع مختلف اقسام کے دھندوں میں مصروف

ہوکر چکی پیستا رہتا ہے جب تک اُسکا علاج اسکے ہمجنس ادویہ سے نہ ہو اور پُورا پُورا پرہیز نہ رکھا
جاوے تب تک یہ تپ دق رفع نہیں ہوتا سو اس کا علاج سنتوکھ یعنی قناعت ہی اور حصولی
اسباب ظاہری کیلئے تدارک نہ کرنا پرہیز ہے جب اس صورت سے کوئی عرصہ معالجہ ہوتا رہا
تو اُسوقت یہ عارضہ رفع ہو کر صحت روحانی حاصل ہوگی اور پھر بیخواہش ہو کر برہم روپ ہوگا پس
واجب ہی کہ اس خواہش کو جو باعث گرفتاری و ندامت ہے دولت قناعت و صبر سے سیر
کرکے درجہ آزادی و استغنا حاصل کریں اور تعلق جسمانی کو جو بنیاد خواہش اور باعث مجبوری
پرماتما ہے ویراگ اور وچار سے دور کرکے اپنے سروپ کو پہچانے اور پھر سوچے کہ جیو اور برہم میں
کیا فرق ہے امید ہی کہ اُسوقت کچھ فرق معلوم نہ ہوگا بلکہ دونو ایک روپ یقین ہونگے سریر کے
تعلق سے جیو اور بے تعلقی سے صُورت کُل میں برہم ہے جس طرح کہ ایک ہی پانی تنگی
کناروں سے نہر اور فراخی سے بحر کہلاتا ہے ورنہ پانی میں دونو نام یعنی نہر و بحر مفروض
صرف علت تنگی و وسعت کے باعث سے قایم کیئے گئے ہیں اسی طرح ایک چیتن میں جزویت
جسم سے جیو اور کُلیت جہاں سے برہم مفروض ہیں ورنہ وہ ذات فرق جُزویت و کلیت
سے فارغ یکساں قایم بخود ہے اور یہ وہم یا کلپنا بھی اسی سریر کے تعلق سے
جیو کو اپنے ہم جنسوں کے دیکھنے سے ہوئی ہے برہم میں یہ کلپنا بھی نہیں کیونکہ برہم ایک
ہے اپنے برابر نہ دیکھ کر تمام واہمات سے پاک خود در خود قایم ہے اور تعلق جزویت ایسی
ناقص چیز ہے کہ بے عیب میں عیب بے علت میں علت رُستگاری میں گرفتاری باطل میں صداقت
ناپائیدار میں پائیداری ناپاک میں پاکی ناموجود میں موجودگی دکھاتی ہے خیالی اشیائی حصولی
کیلئے خواہش کی اس قدر پُشت پناہ ہوتی ہے کہ تا دم مرگ اُس کی سیری بعید از امکان
ہو جاتی ہے جیو کو ایسا تنگ ظرف بُنبک خسیس طامع اور گُرسنہ بنا دیتی ہے کہ اپنی شان و شوکت
کو بھول کر اپنے ہمجنسوں سے اپنے مدعا کی تکمیل بصد عجز و انکسار چاہتا ہے تھوڑے سے

فائدے کے لئے دربدر بھٹکتا ہے سالہا شب و روز محنت کر کے علم دُنیاوی حاصل کرتا ہے
قانونی امتحان کے پاس کرنے میں اپنی نقدی حیات ضائع کرتا ہے حُکام کی حد سے
زیادہ خایہ مالی کرتا ہے صدہا طرح کی خوشامد کر کے اُن کو خوش کیا چاہتا ہے اُنکی خوشنودی
کے لئے اپنی بے آرامی منظور کرتا ہے عزت اور توقیر کو بر سرِ طاق رکھکر جو کچھ پیش آوے
بے تامل کرتا ہے۔ صرف اس خیال سے کہ کچھ فایدہ از قسم ترقی عہدہ یا ایزادی تنخواہ
حاصل ہو اگر افسوس کہ مایوس ہو کر دست پشیمانی ملتا ہے اور ندامت سے سر برانو ہو کر
اپنی پراربدھ کا شاکی یا دیگر اشخاص سے ناراضمند ہوتا ہے اس کے سوائے کچھ بھی ہاتھ
نہیں لگتا۔ باوجود اس ہتک کے پھر بھی اس نجاست خانہ سے رغبت نہیں موڑتا
اس لئے اس کو جیو کا درجہ ملا ہے۔ اگر اس تعلق جسمانی کو چشمۂ تکلیف بے سود معدن ندامت
و پشیمانی وسیلہ مہجوری و دُوری۔ باعث گرفتاری و خواری۔ علت ناپاکی و جیوپنا سمجھکر
اس سے اپنی ذات کو بذریعہ وچار الگ یقین کرے۔ اُسوقت برہم رُوپ ہے پس ثابت
ہوا کہ دیہہ ابھمان یعنی فخر جسمانی سے جس کا تخم اگیان ہے جیو کہلاتا ہے اور تمام عیوب سے
فارغ محیط کُل برہم ہی اسلئے برہم رُوپ ہونیکے واسطے دیہہ ابھمان کو دور کرنا نہایت ہی مناسب ہے

گُل بتیس

سوال مُکت (نجات) کیا ہے اور کس تیین سے پراپت ہوتی ہے۔

جواب سرب (کل) دُکھ (رنج) کی نورتی (فنا) اور پرمانند کی پراپتی (وسیلہ/حصول) مُکت کہلاتی ہے اور گیان سے
پراپت ہوتی ہے کیونکہ سب دُکھوں کا مول اگیان ہے۔ اگیان سے تمام دُکھ پیدا ہوتے ہیں
سو اگیان کا دشمن گیان ہے۔ گیان کے ہونے سے اگیان دُور ہو جاتا ہے اگیان کے دور
ہونے سے سب دُکھ دُور ہو جاتی ہیں پس گیان سے سرب دُکھوں کی نورتی رُوپ اول حصہ مُکت کا حاصل ہوتا ہے اور

پرمانندروپ آتما ہے۔ سوآتما سب کا اپنا آپ ہے اگیان سے آتما کا پرم آنندروپ پرت
بھنت نہیں ہوتا جب گیان ہوتا ہے۔ اُس وقت آتما اپنا آپ پرمانندروپ یقین ہوتا ہے پس
گیان سے ہی پرم آنند کی پراپتی روپ دوسرا حصہ مکت کا حاصل ہوا۔ اس صورت سے دونو
حصص مکت کے صرف گیان سے حاصل ہوئے اسلئے گیان کو حاصل کرنا حصول مکت کے
لئے ضروریات سے ہے سوگیان اسطرح حاصل ہوتا ہے۔ اول چاہئے کہ انتہکرن کی شُدھتا
یعنی صفائی کے واسطے نسکام کرم اور اُپاسنا کرے نسکام کرم یعنی اعمال بلاخواہش نتیجہ سے
مُراد مفصلہ ذیل عادات کی ہے۔ دیا یعنی رحم وچشم پوشی۔ دھرم یعنے حسب شاستر پیشہ کو
سمجھنا۔ سنتوکھ یعنی قناعت وصبروشکر۔ برہم چرج یعنی منکوحہ عورت کے سوائے غیر عورت
کی بابت نہ سُننا نہ یاد کرنا۔ نہ تعریف کرنا نہ سوچنا۔ نہ تنہا ہوکر بات کرنا نہ مصمم ارادہ کرنا نہ مدارک
کرنا اور نہ اُس سے جمع ہونا۔ ست وچن یعنی راستگوئی۔ آستی یعنی تسلیم۔ شُدھ من یعنی نیک نیتی
آرجو یعنی گفتار ورفتار وکاروبار بیعیب وحسب قواعد شاستر رکھنا۔ اشنان یعنی جسم کو غلاظت
سے اور دل کو اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھنا۔ دان یعنی خیرات کرنی اور اوپاسنا نام اونکار کے
دھیان کا ہے جب ان ہردواشغال سے دل کی صفائی ہوئی تب وویک ویراگ شم دم کا
سادھن کرے۔ سرونا یعنی ارادتمندی اور سماد ھانتا یعنی ہوشیاری وبیداری سے ست سنگ
کرے۔ ست سنگ میں جو سُخنان درباب ناپائیداری جہان وپائداری برہم ویکتائی جیو برہم
سُنے اُن کو منن کرے یعنی اُن پر اپنا یقین واثق لاوے اور پھر اُن کا بار بار سمرن کرکے ندھیاسن
کرے۔ گوشہ میں بیٹھ کر تمام اطراف سے برتی کو روک کر سُخنان شُنیدہ کو وچار کرے بعد وچار
کرنے کے جو نتیجہ حاصل ہو اُس میں اپنی برتی کو محو کرے۔ غرضیکہ بذریعہ ندھیاسن اُسکو دیکھے
جب ندھیاسن دڑھ یعنی پختہ ہو اُسوقت ساکھیات یعنی مشاہدہ ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ یقین
کامل ہوگا کہ میں ست چت آنند برہم ہوں اور جگت مجھ میں مثل امواج وحباب ہے اُسوقت
اگیان کا خاتمہ ہوکر مکت حاصل ہوتی ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ حسب طریق

مذکورہ بالا کاربند ہو۔ ان تمام اشغال کا بُنیاد ستسنگ ہے۔ چاہیئے کہ دائماً ستسنگ کرے جس سے خود بخود دیگر سادھن حاصل ہو کر گیان ہوگا اور اُس کا ثمرہ مُکت حاصل ہوگی

گل تینتیس

سوال۔ پراربدھ کے انسیار سب کچھ حاصل ہوتا ہے یا پُرکھارتھ کرنے سے سوائے پراربُدھ کے زیادہ حاصل ہوتا ہے

جواب۔ پراربدھ کے سوائے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن وہ پراربُدھ بغیر پُرکھارتھ کے حاصل نہیں ہوتی پراربدھ منزل ہے پُرکھارتھ سفر ہے جس طرح سفر کرکے منزل پر رسائی ہوتی ہے اُسی طرح پُرکھارتھ کرنے سے پراربُدھ حاصل ہوتی ہے پراربُدھ اور پُرکھارتھ میں کچھ فرق نہیں۔ پراربدھ گذشتہ جنموں کے کرموں کا نام ہے اور پُرکھارتھ موجودہ جنم کے کرموں کا نام ہے۔ پس پراربدھ اور پُرکھارتھ میں صرف گذشتہ اور حال کی وجہ سے فرق ہوا ورنہ دونوں کرم کے نام ہیں۔ اور پراربُدھ اسواسطے زور آور کہی گئی ہے کہ موجودہ جسم کی ترکیب جن کرموں سے ہوئی ہے اور جنکا نتیجہ بھوگنے کے لئے یہ صورت ظاہر ہوئی ہے اُنہیں کرموں کے پھل کو اُس نے بھوگنا ہے۔ اُس سے کم وبیش نہیں گویا یہ جسم صرف کرموں کے بھوگنے کا مکان ہے اور اُن کرموں کا اثر سر پر ہے یعنی سر پر کئے ہوئے ہیں۔ اور سر پر اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں جیو کو صرف تعلق کے باعث راحت ورنج دینے والے ہوتے ہیں۔ اگر جیو اپنا پُرکارتھ کرکے اپنا تعلق جسمانی توڑے تو توڑ سکتا ہے ✤

گل چونتیس

سوال۔ جب سارے کام متعلقہ جسم آتما کی طاقت سے ہوتے ہیں اور نیز

اُس کی طاقت سے سانس جاری ہیں وہ آتما کبھی جدا نہیں ہوتا۔ اس کی طاقت بھی ہمیشہ قایم رہتی ہے تو یہ کیا سبب ہے کہ جسم فنا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو آتما کی طاقت معدوم ہو جاتی ہے یا آتما ہی نہیں رہتا۔

جواب۔ آتما کی طاقت کسی شئے کی پیدایش اور فنا سے تعلق نہیں رکھتی وہ ہمیشہ یکساں حالت میں قایم ہے۔ پیدایش کے وقت پیدائش کی مُمد اور فنا کے وقت فنا کی مُمد ہوتی ہے۔ کسی شئے کے جو عناصر خمسہ سے موجود ہے۔ وجود اور عدم سے آتما یا آتما کی طاقت میں اظہار یا معدومی نہیں آتی جیسے حباب جو پانی کی سطح پر پانی کی طاقت سے صورت مختلف میں بنام حُباب نمودار ہوا ہے یا پانی کی طاقت سے پھوٹ کر صورت حُباب سے معدومی اختیار کر کے پانی ہو گیا ہے۔ اِن دونوں حالتوں میں پانی یا پانی کی طاقت کے سوائے اور کوئی شئے باعث وجود اور عدم نہیں ہے۔ اگر ایک حباب کے فنا ہونے سے ہم تصور کریں کہ پانی کی طاقت زائل ہو گئی ہے تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہزارہا امواج و حُباب لحظہ بلحظہ پیدا ہوتے اور فنا ہوتے ہیں پانی میں نہ کمی ہے نہ بیشی۔ وہ یکساں اپنی حالت میں قایم ہے۔ اسی طرح بدن مثل حُباب ذات آتما میں آتما کی طاقت سے نمودار ہو کر صورت مختلف میں بنام بدن ظاہر ہے۔ یا آتما کی طاقت سے اپنی کارروائی سے ساکن ہو کر صورت معدومی میں فنا ہو جاتا ہے۔ اِن دونوں حالتوں میں آتما یا آتما کی طاقت کے سوائے اور کوئی شئے باعث وجود اور عدم اس بدن کے نہیں ہوتی۔ لیکن آتما میں ان مختلف حالات کے ورود سے وجود اور عدم نہیں کہا جا سکتا اگر کہیں تو عدم شناخت آتما ثابت ہوتی ہے۔ جسم کی پانچ حالتیں ہوتی ہیں اوّل بصورت نطفہ حمل میں آنا۔ دوم لڑکپن۔ سوم جوانی۔ چہارم پیری۔ پنجم مرگ۔ سو پانچوں حالتیں آتما کی طاقت سے آتی جاتی ہیں۔ آتما کو کسی حالت سے الُفت

یا نفرت نہیں۔ جسم رہے یا نہ رہے آتما یکساں عین ہستی علم سرور ہے۔ آتما کو جسم کی پیدائش اور فنا سے کچھ بھی نسبت نہیں جسم پیدا ہوا ہے۔ ضرور مریگا۔ اور آتما نہ پیدا ہوا ہے۔ نہ مرے گا جس طرح سمندر میں حباب اٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح آتما روپ سمندر میں سریر روپ حباب اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اور ساری کارروائی اس کے آسرے کرتے ہیں۔ اور اسکی طاقت سے مرکر فنا ہوجاتے ہیں۔ ایسے آتما کی شناخت طرفہ لذت و ذوق رکھتی ہے۔ کہ جو کسی حالت میں گرفتار نہیں اور سب حالات میں شامل ہے اور اگر بغور دیکھیں تو جسم بھی فنا نہیں ہوتا جسم پانچ تت یعنے عناصر خمسہ سے مرکب ہے اور وہی عناصر اس میں کارروائی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کارروائی کو زندگی اور عدم کارروائی کو موت سمجھ کر نادانایاں بید کو وہم ہوا ہے۔ کہ جسم مرجاتا ہے مرتا نہیں بلکہ تبدیل صورت اختیار کرتا ہے۔ سو اس تبدیل صورت میں اس کی ترکیب سے کوئی شئے کم یا زیادہ نہیں ہوتی۔ صرف ظاہری حالت مبدل معلوم ہوتی ہے جس کو ظاہر بین دیکھ کر کچھ اور کا اور خیال کرتا ہے۔ سو اس کا اپنا وہم ہے۔ ورنہ وہ شئے بدستور قایم ہے اگر اس کو وزن کیا جاوے تو کچھ کمی نہیں ہوئی پس ہم کیوں کہتے ہیں کہ وہ شئے فنا ہوئی۔ درخت کو یا دیگر اشیا ساکن کو ہم مردہ فنا شدہ کیوں نہیں کہتے یا سمجھتے اور بدن کو مردہ سمجھکر کیوں وہم پیدا کر لیتے ہیں کہ اس میں سے آتما کی طاقت زائل ہوگئی ہے یہ سراسر باطل خیال ہے اگر جسم پیدائش سے فارغ ہوتا تو اس پر فنا کا داغ بھی نہ لگتا۔ چونکہ یہ پیدا شدہ ہے اس لئے فنا ہوتا ہے۔ اور آتما اس کے پیدا ہونے سے اول موجود تھا اور اس کے فنا کے بعد باقی قایم رہتا ہے۔ جیسے وجود جامہ سے اول ہوتا ہے اور صدہا جامہ اس کی موجودگی میں پھٹ جاتے ہیں۔ لیکن وہ باقی رہتا ہے اسی

طرح جسم کے پیدا ہونے اور ناش ہونے میں آتما کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ آتما نے
صورت صرف ہستی و علم و سرور ہو کر کل اشیاء میں محیط ہے۔ زندہ میں بھی اور مرد
میں بھی۔ پس ثابت ہوا کہ آتما کی طاقت ہمیشہ قایم بوجود ہے اور جسم پیدا ہوتا اور مرتا
ہے اور اسی طرح رہیگا۔ اس سبب سے کچھ خلل ذات آتما میں نہیں آتا۔ اور اگر یہ کہو کہ
بوقت مرگ جیو آتما جسم سے نکل جاتا ہے۔ سو اس میں مختلف دلائل و مسائل ہیں۔ بعضے
کہتے ہیں کہ آتما برا د حصولی نتائج افعال نیک و بد تناسخ اختیار کرتا ہے۔ یعنی ایک قالب
کو چھوڑ کر دوسرے قالب میں داخل ہو کر رنج و راحت حسب کردہ بھوگتا ہے۔ بعضے
کہتے ہیں کہ بعد مرنے کے روح ایک جگہ جمع رہتے ہیں۔ قیامت پر کل ارواح اپنے
اپنے ... اجسام کو شناخت کر کے اُس میں داخل ہونگی اور بحضور باریتعالے اپنے
افعال کے حساب دیگر نتیجہ دوزخ و بہشت حاصل کرینگے۔ بعضے کہتے ہیں کہ بعد مرنے
کے کچھ نہیں سب کچھ جیتے جی ہے۔ اسی جگہ افعال کا ارتکاب اور اسی جگہ حصولی نتائج
بعد اس کے سراسر بہتان ہے بعضے کہتے ہیں کہ روح کوئی شئے نہیں۔ جسم میں جو
حرارت غریزی ہے۔ وہی روح ہے۔ پس اُنکے یقین میں بھی کہیں آنا اور جانا نہیں ہے
بعضے کہتے ہیں کہ لطیف عطر عناصر کا روح کہلاتا ہے۔ سو ہمیشہ وہ عناصر میں رہتا
ہے نہ کہیں سے آتا ہے اور نہ کہیں جاتا ہے اور بعضے روح کو بالکل نہیں مانتے
سو اب کس کی رائے کو درست اور کس کی رائے کو غلط قرار دیکر کلمہ آفریں۔ یا نفرین اُس
کی نسبت کہیں اس لئے ان تمام اقوال کو صرف اختراع سمجھ کر عارفان حق گو حق جو
حق دان حق بین نے یہ مُصمم کیا ہے کہ روح یعنی آتما وہ ذات ہے کہ جسکی دریافت
بجز نادریافتگی کے آج تک کسی کو نہیں ہوئی اس لئے اُس کو تمام عیوب مثلاً آمد
شد گناہ و ثواب سے مبرا سمجھ کر ذات حق میں محو کیا ہے اور ایک ذات یقین کیا

جس قدر تکلیف اور تعینات اس روح میں نمایاں ہوتے ہیں۔ سو باعث صحبت بدن کے ہیں۔ ورنہ روح آتما ذات پاک عین علم ہے۔ عارف اور جاہل میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ عارف باوجود تعلق جسمانی آفات جسمانی مثلاً بیماری و صحت۔ حیات و ممات۔ گرسنگی و تشنگی سرما و گرما کو بذریعہ دانش حقیقی اپنی ذات میں نہ دیکھ کر موجودگی اختلاف حالات میں یکساں رہتا ہے اور جاہل نہ جان کر یقین کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ صحیح ہوں۔ پیدا ہوا ہوں مرتا ہوں علے ہذا لقیاس۔ اس واسطے ہمیشہ آفات جسمانی میں گرفتار کر عذاب میں رہتا ہے اور پھر اس قسم کا یقین بھی اس کے دل میں بباعث عدم شناخت اصلیت خود مصمم ہے کہ میرا حساب لیا جاوے گا۔ سو اپنے یقین میں ویسا ہی دیکھتا ہے۔ کیونکہ سلسلہ جہان کی بنیاد بھی صرف خیال اور یقین پر رکھی گئی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کل مسائل میں سے رائے عارفان برحق و ذریعہ نجات ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ تمام اشتباہ جو درباب معدومی و انتقال آتما دلنشین ہوں ان کو بذریعہ فہمید تقریر مذکورہ بالا احاطہ یقین سے نکال کر یقین کرنا چاہیئے۔ کہ آتما شدھ یعنی پاک و بے عیب۔ وجود عدم سے مبرا۔ آمدن و شدن سے فارغ بصورت و بے صورت عین ہستی علم سرور قائم بخود ہے اور جسم فنا پذیر بلکہ دائما فانی ہے۔ اس کی کسی حالت سے آتما میں تغیر تبدل راہ نہیں پا سکتے۔

گل پینتیس

سوال۔ ہم پیدا شدہ خدا کے ہیں اور اس غرض سے پیدا کئے گئے ہیں کہ ہم اس کو پہچانیں۔ چاہئے تھا کہ وہ منشاء پورا ہوتا۔ مگر برخلاف اس کے جس نے اپنے ارادہ سے ہمیں پیدا کیا بذریعہ اور چیزوں کے جو اس کی ہیں ہمیں کیوں مانع

ہوتا ہے۔

جواب ضرور ہم لوگ پیدا شدہ خدا کے ہیں اور ہمارا فرض عظیم یہی ہے کہ خدا کو پہچانیں۔ لیکن ہمارے اس کام سے خدا کو کچھ غرض نہیں کیونکہ اُس کی ہستی قایم بالذات ہے۔ ہماری شناخت سے اُس میں بیشی اور عدم شناخت سے اُس میں کمی نہیں آتی۔ جس طرح ذرہ کی شناخت سے چشمۂ آفتاب میں کسی طرح کی زیادتی نہیں ہوتی۔ اور اُس کے نہ پہچاننے سے کچھ کمی نہیں آتی۔ البتہ خود ذرہ کو شناخت آفتاب ذرگی سے خلاص کرکے داخل خورشید بلکہ عین خورشید بناتی ہے۔ یا جس طرح امواج وحباب کی شناخت اور عدم شناخت میں سمندر یکساں فارغ از بیشی وکمی ہے لیکن حباب وموج سمندر کی شناخت سے درمیانی تکالیف وتعینات مثلاً آمدن وشدن۔ ظاہر شدن وفرد شدن سے خلاص ہوکر آپ کو عین سمند یقین کرتے ہیں اُسی طرح ہم تمام لوگوں کی شناخت سے اور عدم شناخت سے ذات باری تعالےٰ میں سر مو بیشی وکمی دخل نہیں پاسکتی اگر ہم سب لوگ یکدفعہ عارف ہوکر اُس کی معرفت میں مستغرق ہوں تو اُس ذات کو اُس کے درجہ سے کچھ زیادہ نہیں کرسکتے بلکہ جو کچھ ہے اُسی طرح شناخت کرینگے اور وہ بھی مشکل ہے کہ درجہ معرفت پورا حاصل ہو جس طرح پیغمبر نے فرمایا ہے نہیں پہچانا ہم نے جو پہچاننے کا حق ہے۔ اگر ہم تمام لوگ دریائے جہالت میں غرق ہوکر اُس کی ہستی سے منکر ہو جاویں۔ تو بھی اُس کی ذات میں سر مو کمی راہ نہیں پاسکتی اگر ہم اپنی معرفت یا عبادت کو اُس ذات بیچون وچرا سے نسبت دیں تو کچھ بھی نہیں۔ پس ہماری معرفت اور عبادت ہمارے اپنے لئے مفید مطلب ہے کیونکہ بذریعہ معرفت ہستی موہومہ سے خلاص ہوکر ہستی حقیقی میں محو ہونگے اور عین حیات میں تکالیف اور تشویش سے برتر ہوکر سرور ابدی حاصل

کرینگے اور خداوند تعالےٰ نے ہمکو منجملہ اشیاء دلفریب مختلف عادات و حالات ۔ انواع تبدیلات بلاہائے ارضی و سماوی ۔ عوارض ۔ شہوت ۔ غصہ ۔ طمع ۔ اُلفت ۔ تکبر ۔ حسد نعمائے صبر شکر ۔ معرفت قناعت تسلیم ۔ اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہمارا امتحان ہو کر آزمائش ہو کہ اس بازار پُر از بوقلموں اسباب خیر و شر میں سے کس چیز کی طرف راغب ہو کر طاقت روحانی اور عمر جسمانی کو صرف کر کے سارٹیفکیٹ حاصل کرتے ہیں ۔ اگر ایک ہی قسم کی عادات اور اطوار کُل نوع انسان کے ہوتے تو تمیز عارف و جاہل نہ رہتی ۔ پھر وہ مدعا جو ظہور کثرت سے تھا تکمیل نہ پاتا ۔ اس لئے دو قسم کے عادات و اوصاف و اطوار اس ہنگامہ کثرت میں نمودار ہیں جس سے شرافت اور رذالت نوع انسان کے منقوش ہو کر درجہ مقبولی و مردودی کا ثمرہ ملتا ہے ۔ سو اس حکمت سے ہم خدا کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہم کو اپنی شناخت سے مانع ہوتا ہے ۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی شناخت کے لئے ترغیب و تحریص کرتا ہے اور ہماری صفائی و شوق کا امتحان کرتا ہے اگر اوصاف ملکی ہوتے اور موانعات کو بالکل دخل نہ ہوتا تو معرفت سبحانی اور شناخت ربانی کی قدر و منزلت بھی نہ ہوتی اور اس کی لذت کا بھی اس قدر شان نہ ہوتا ۔ اب جو ہم لوگ کمربستہ ہو کر حصول معرفت کے لئے دل و جان سے کوشش کرتے ہیں سو اُس کی وجہ یہ ہے کہ معرفت کو جہالت سے افضل سمجھتے ہیں اور لذات دنیاوی سے جو دائمہ تبدیل پذیر ہیں لذت معرفت کو جو دائمہ بریک قرار ہے معظم خیال کرتے ہیں ۔ اگر موجودگی ضدین اور موانعات نہ ہوتے تو اسقدر عظمت اور شرافت جو اہل عرفان و عبادت کی حین حیات اور بعد ممات ہو رہی ہے ۔ نہ ہوتی اور اس سے جو ترغیب فزونی اشتیاق مخلوق آئندہ کی ہو رہی ہے وہ بھی نہ ہوتی ۔ پس ان موانعات کا ہونا حکمت ازلی ہے ۔ کیونکہ سوائے مخالفت

کے دوسری چیز کی طرف جو اُس کی ضد ہے محبت پیدا نہیں ہو سکتی جیسے تلخی کے سوائے شیرینی کا قدر کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر صرف شیرینی ہو تو اُس کی تعریف کا باعث کوئی نہیں۔ جب تلخی کو کھایا جاوے تو اُسوقت شیرینی کا قدر معلوم ہوتا ہے اور اُس سے اُلفت ہوتی ہے اُسی طرح جہالت اور معرفت میں سمجھنا یہ صرف ہمارے فایدے کے لئے ذات باریتعالے نے حکمت قایم کی ہے۔ ورنہ اُس کو مانع ہونے سے کیا غرض تھی۔ اور ہمارے ارادہ معرفت کا محمد ہونے میں کیا مُدعا۔ وہ ذات ناپیدا کنار قایم بخود عارف۔ معرفت۔ معروف۔ جاہل۔ جہل۔ مجہول سے مُبّرا ہے۔ پس ہمکو مناسب ہے کہ موانعات سے پرہیز کر کے حصول معرفت کے لئے بدل و جان کوشش کرکے اقتضائے بشریت و قید جزویت سے رُستگاری حاصل کریں +

گل چھتیس

سوال۔ خودشناسی کس اوپاؤ سے ہو؟

جواب۔ اول چاہیئے کہ اُلفت فرزند و زن و مادر و پدر و دوست و دولت سے دل کو پاک کر کے لذات محسوسات سے اپنی خواہش کو باز رکھے۔ صحبت عیاش قمار باز و زانی۔ جاہل۔ ژاژ گو سے پرہیز کر کے دُنیا کو نیست و نابود سمجھ کر اُس کے اسباب کی حصول کے لئے عمر کو ضائع نہ کرے علم دُنیاوی بقدر ضرورت کہ جس کے وسیلہ معاش ہو سکے پڑھے اور علم حقیقت کو جس قدر تحصیل کر سکے کرے۔ صحبت عارفان دل و جان سے کرے۔ اور اُن کے سُخنان پُر راست یقین کرے۔ پوشاک و غذا سادہ رکھے۔ کسی سے برعونت و تکبر گفتگو نہ کرے۔ سب سے بہ تواضع و خوش خُلقی و خاکساری و حلم برتی اپنے گھر کو مہانسرائے اور فرزندوں وغیرہ کو مسافرین تصور کرے

جسم سے اُلفت کو توڑ کر جان سے اُلفت پیدا کرے کسی کی شکایت اور تعریف نہ کرے اور نہ سُنے۔ سُب گو گوبند روپ جانے۔ من کو خیالات واہی سے صاف رکھے۔ عزت بے عزتی۔ سرما۔ گرما۔ گرسنگی تشنگی کو بحوصلہ برداشت کرے۔ ست گور کو اپنا مونس اور دلخواہ سمجھے۔ اس طرح اپنے باطن کو صاف اور اپنے اخلاق کو آراستہ کر کے مفصلہ ذیل بحث کو جو مابین شاگرد و اور اُستاد کے مرتب کی گئی ہے بغور پڑھے اور یقین کرے +

بحث درمیان شاگرد و اُستاد درباب خودشناسی

شاگرد۔ میں کون ہوں؟

اُستاد۔ تو ست چت آنند روپ برہم ہے۔

شاگرد۔ برہم اکرتا اور دُکھ سُکھ سے فارغ ہے اور میں نیک و بد کرموں کے کرنے والا اور اُس کا نتیجہ سُکھ دُکھ بھوگنے والا ہوں۔ اس لئے میں برہم نہیں ہوں۔

اُستاد۔ جسم کے تعلق سے تو آپ کو مختلف افعال کا فاعل اور سُکھ دُکھ بھوگنے والا مانتا ہے ورنہ تو شُدھ چیتن ہے۔

شاگرد۔ کیا میں جسم سے جُدا ہوں۔ میں تو جانتا ہوں کہ میں جسم ہوں۔ میرا نام ہے۔ فلانے کا بیٹا ہوں۔ میری۔ ذات میرا ورن میرا آسرم ہے آپ کس طرح کہتے ہو کہ تو جسم نہیں۔

اُستاد۔ اگیان سے تو آپ کو سریر مانتا ہے ورنہ تو سریر نہیں۔

شاگرد۔ کس طرح میں سریر نہیں۔ میں ظاہر جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ میں سریر ہوں۔ سریر کو چھوڑ کر اور کیا مانوں۔

اُستاد۔ جسم تین قسم کا ہے ایک جسم کثیف (استھول سریر)، دوسرا جسم لطیف

(سوکھم سریر) سوم جسم غفلت دکارن سریر ان تینوں میں سے تو کون سریر ہے۔

شاگرد۔ میں جسم کثیف ہوں۔ یعنی استھول سریر ہوں۔

استاد۔ جسم کثیف عناصر خمسہ کے پچیس ۲۵ اجزا سے مرکب ہے۔ یعنی ایک ایک عنصر کے پانچ پانچ جزو ملکر پچیس اجزا سے اُس کی ترکیب ہوتی ہے حسب تفصیل ذیل

اکاس کے پانچ جزو۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ سوگ۔ بھے۔ (شہوت۔ غصہ۔ طمع۔ غم۔ خوف)

ہوا کے پانچ جزو۔ چلنا۔ ولنا۔ دوڑنا۔ پسرنا۔ سنکوچنا۔

آتش۔ کے پانچ جزو۔ بھوکھ۔ پیاس۔ آلس۔ نیند۔ کرانت۔ (جاوہ ۱۲)

جل۔ کے پانچ جزو۔ ویرج۔ خون۔ کف۔ پیشاب۔ پسینہ۔

زمین۔ کے پانچ جزو۔ استخوان۔ گوشت۔ چرم۔ ناڑی۔ بال۔

تم جو آپ کو سریر قرار دیتے ہو۔ سو سریر مذکورہ بالا اشیاء کا نام ہے ان کے سوائے اور کوئی چیز نہیں۔ اس لئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ تم ان پچیس اشیاء میں سے کونسی شے ہو۔

شاگرد۔ میں ان پچیس چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ان سب کو جانتا ہوں۔ اس لئے میں ان سے جدا سوکھم سریر ہوں۔

استاد۔ تم سوکھم سریر بھی نہیں۔

شاگرد۔ کس طرح۔

استاد۔ سوکھم سریر مفصلہ ذیل سترہ ۱۷ اشیاء سے مرکب ہے۔ دو انتہکرن

من بدھ۔ پانچ گیان اندری۔ سروتر۔ تُچا۔ نیتر۔ جیہبا۔ ناسکا۔ (گوش۔ پوست۔ چشم۔ زبان۔ ناک یا بینی)

پانچ کرم اندری۔ پان۔ پاؤ۔ واک۔ لنگ۔ گودا۔ (دست۔ پاؤں۔ گویائی۔ آلہ تناسل۔ مقعد ۱۲)

پانچ پران۔ پران۔ اپان۔ ویان۔ اودان۔ سمان

ان سترہ چیزوں کے مجموعہ کا نام سوکھم شریر ہے۔ اگر تم سوکھم شریر ہو تو مذکورہ بالا سترہ چیزوں
میں سے کونسی چیز ہو کان ہو پوست ہو۔ چشم ہو یا مٹی ہو۔ یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کرم اندریان
ہو یا پران ہو۔ یا بدھ ہو کیونکہ سوائے ان کے سوکھم شریر خود کچھ چیز نہیں ہے۔

شاگرد۔ ان چیزوں کو تو میں جانتا ہوں۔ میں کس طرح کہوں کہ میں کان ہوں یا
چشم یا زبان وغیرہ ہوں ہاں ان سے الگ کارن شریر ہوں۔

اُستاد۔ تو کارن شریر بھی نہیں ہے۔

شاگرد کس طرح۔

اُستاد۔ کارن شریر اگیان کو کہتے ہیں اور وہ سکھوپت اوستھا میں ہوتا
ہے۔ سو جاگرت اوستھا میں اُٹھ کر تو کہتا ہے کہ میں ایسا سویا کہ مجھ کو کچھ خبر نہ رہی۔ پس ثابت
ہوا کہ بیداری میں وہ شریر نہ رہا اور تو موجود ہے۔ اس لئے تو کارن شریر نہیں۔

شاگرد۔ اگر میں جسم نہیں ہوں تو نام۔ ذات ورن۔ آشرم کس کے ہیں

اُستاد۔ نہ تو نام ہے اور نہ تیرا نام ہے۔ یہ نام صرف جسم کثیف کا ہے۔ کیونکہ پیدائش
سے اول یہ نام نہیں تھا اور بعد پیدائش کے یہ نام فرض کر کے رکھا گیا ہے اس غرض سے
کہ مختلف اجسام میں سے کسی خاص جسم کی شناخت ہو پس ثابت ہوا کہ یہ نام استھول
شریر یعنی جسم کثیف کا ہے اور جسم کثیف کے بھی کسی حصّہ یعنی بازو میں یہ نام نمودار نہیں
ہے۔ اُس کے مختلف اعضا مختلف اسما سے موسوم ہیں یہ نام کسی جگہ ڈھونڈا بھی نہیں
ملتا پس ثابت ہوا کہ یہ نام نہ تیرا ہے نہ استھول شریر کا۔ صرف شناخت کے لئے فرض کیا گیا
ہے اس واسطے باطل ہے اسی طرح ورن اور آشرم بھی مفروض اور باطل ہیں پس تو
نہ نام ہے نہ ذات ہے نہ ورن ہے اور نہ آشرم ہے اور شریر یہ تیرے ہیں

شاگرد۔ جب یہ حال ہے کہ نہ میں شریر ہوں اور نہ میں ذات ورن آشرم ہوں تو

کچھ نہ ہوا کیونکہ جو کچھ نظر آرہا ہے سو سپنا ہے۔ جب میں ظاہر چیز سپنا نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا۔

اُستاد۔ اگر تو کچھ نہ ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میں کچھ نہیں۔ تو کچھ نہیں کے بھی جاننے اور روشن کرنے والا ہے اس لئے تو کچھ نہیں سے جدا ہے۔

شاگرد۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کون ہوں۔ آپ مہربانی کر کے فرمائیے کہ میں کون ہوں اور میرا سروپ کیا ہے۔

اُستاد۔ تمام چیزوں کے جاننے اور روشن کرنیوالا تو آتما ہے اور تیرا سروپ ست چت انند ہے۔

شاگرد۔ ست چت آنند کے کیا معنے ہیں۔

اُستاد۔ جو تین زمانہ میں قایم رہے سو ست ہے جو آپ کو اور دوسروں کو بھی جانے سو چیتن ہے۔ جس سے تمام دکھ روپ پدارتھوں میں آنند یقین ہوتا ہے سو آنند ہے۔

شاگرد۔ میں ست چت آنند کس طرح ہوں۔

اُستاد۔ جسم کی پیدایش سے اول تو تھا جسم کی موجودگی میں تو ہے اور جسم کے فنا کے بعد تو باقی رہتا ہے اس لئے تو ست ہے آپکو جانتا ہے اور آپ سے جدا انتہکرن اندریاں استھول سریر و دیگر بیرونی اشیاء کو بھی تو جانتا اور روشن کرتا ہے اور وے تجھ کو نہیں جانتے اس لئے تو چیتن ہے۔ دکھ روپ سریر میں تجھ کو آنند پرتیت ہوتا ہے۔ اور اس سریر میں کوئی شئے آنند دینے والی نہیں۔ صرف تو ہی پرم پریم کا وشے یعنی نہایت ہی محبوب ہے۔ تمام اشیا یعنی انتہکرن اندریاں استھول سریر زن فرزند دولت وغیرہ کو تو اپنے آنند کے لئے عزیز رکھتا ہے۔ پس تیرا آنند ان سب سے زیادہ ہوا اور تو آپ کو نہایت عزیز ہوا اس لئے تو آنند روپ ہے اس صورت سے تو ست چت آنند روپ ہے۔

شاگرد۔ ثابت ہوا کہ میں ست چت آنند روپ آتما ہوں۔ لیکن برہم روپ میں

کس طرح ہوں۔

اُستفاد جسطرح تو ست چت آنند رُوپ ہے اسیطرح برہم ست چت آنند روپ ہے۔
کیونکہ جگت کی پیدایش سے آول برہم تھا جگت کی موجوگی میں برہم ہے پرلے کے
بعد بھی برہم باقی رہتا ہے۔ اس لئے برہم ست ہے اور تمام پنج بھوتک پدارتھوں کو یعنی کُل موجود
کو پرکاشتا ہے اور آپ گیان سُروپ ہے۔ اس لئے چیتن ہے اور تمام ادوک یعنی منفرض
وباطل اشیاء جس کے ذریعہ آنند دیتی ہیں اسلئے آنند رُوپ ہے۔ پس برہم ست چت
آنند رُوپ ہے۔ اُوپر ثابت ہو چکا ہے کہ تو ست چت آنند رُوپ ہے اور اب ثابت ہوا
ہے کہ برہم ست چت آنند روپ ہے پس تیرا سبھاؤ اور برہم کا سبھاؤ ایک ہی ہوا۔ چونکہ ایک
سبھاؤ والی چیزیں ایک روپ ہوتی ہیں۔ اسلئے ثابت ہوا کہ تو برہم روپ ہی اور جس طرح
برہم کُل جگت میں محیط ہے یعنی ویاپک ہے اسی طرح آتما یعنی تم کُل بدن میں محیط ہوا۔
کیونکہ تم ایک ہی وقت میں آنکھوں سے دیکھتے کانوں سے سُنتے مُنہ سے بولتے یا
ذائقہ لیتے۔ بینی سے بو لیتے۔ ہاتھوں سے کام کرتے۔ پاؤں سے چلتے من میں سنکلپ کرتے
بدھ سے سوچا کرتے ہو اسلئے تم کُل میں شامل اور محیط ہو۔ پس تم برہم ہو۔ کیونکہ برہم نام
پورن کا ہے۔ چونکہ تم بدن میں جو تمہارا جہان ہے پورن ہو۔ اسواسطے تم برہم ہو اور برہم
اور جیو دو الفاظ ایک ذات چیتن میں اس وجہ سے مفروض ہیں کہ جو ذات کُل جہان میں
ویاپک ہو کر پرکاشتی ہے وہ برہم ہے اور جو ذات جُزو جہان یعنی وجود میں ویاپک ہو کر
پرکاشتی ہے وہ جیو ہے ذات ایک ہے اُس میں تفریق و تقسیم نہیں ہے۔ صرف علت کی وجہ سے
اسمیں۔ دا صاف قایم ہوتے ہیں۔ ورنہ ایک ذات قایم بخود ہے۔ یعنی جو ذات کُل جہان میں ویاپک
ہے وہی ذات وجود میں ویاپک ہو ذات میں دوئی نہیں اسلئے جیو برہم ہوا اور برہم جیو ہی بلکہ جیو اور
برہم دونو مفروض ہیں۔ ۔ ۔ ایک ذات فارغ از اسماء و صفات قایم بخود ہی اور وہ ذات تم ہو۔

مثال جسطرح ایک اکاس میں دو الفاظ ہوتے ہیں ایک گھٹ اکاس دوسرا مہا اکاس سو صرف گھٹ کی علت سے اکاس گھٹ کے نام سے موسوم ہوا ہے ورنہ اکاس میں اس نام کی سمائی نہیں اگر گھٹ کو توڑا جاوے تو پھر مہا اکاس اور گھٹ اکاس میں تمیز نہیں رہتی بلکہ دونو ایک روپ ہو جاتے ہیں اور آگے بھی ایک روپ تھے صرف علت کی وجہ سے درمیانی شبہ ہو گیا تھا اسی طرح ذات مطلق میں برہم اور جیو دو الفاظ صرف علت سے ہیں سو جب بذریعہ وچار یعنی دانش علت کل یعنی جہان و علت جزو یعنی وجود کو صرف نمود بیبود کیسے ہیچ سمجھا تو پھر برہم اور جیو میں تمیز نہیں رہتی۔ آگے بھی فرق نہیں تھا صرف اگیان سے شبہ ہو گیا ہے کہ میں کچھ اور ہوں سو یہ بات غلط ہے۔ دوئی کو اس ذات میں ہرگز دخل نہیں۔ بس تم یقین کرو کہ تمہاری ذات میں کسی قسم کی کمی نہیں۔ تم شدھ برہم ہو۔

شاگرد۔ ہے بھگون آپکی کرپا سے مجھکو یقین واثق ہوا ہے کہ میں ست چت آنند روپ ہوں تمام علتوں سے فارغ گناہ و صواب سے پاک گرفتاری و رستگاری سے خلاص زادن و مُردن سے بیخوف وجود خود قایم کہیں سے آیا ہوں نہ کہیں جاؤنگا سدا یکساں ایک حالت میں قایم ہوں

گل سینتیس

اچل اکھنڈ نام اک اگم اپار روپ — نر وکار اوکت سم اہل ابھید الوپ
دیس کال پر چھید تے رہت اکال اویش — نروشیش انگت سدا نشیر نرنت وشیش
لکھ و نام اروپ سب سرب اکال ادیش — سرو دیو آپ ہی پیش مہیش گنیش
تین گنان ہیں تُو نیکے مایا نام کہاے — ایک انیکی ہو ٹیکے نانا بھانت دکھاے
آپ پرتھوی جل بیو تیج پون اکاس — گرتھن وروت پرکاش چیتنا اور گیاس
تینج تت مل انڈ سیں نانا دیہہ بناے — بھانت بھانت کر...

کھوں انڈج جیرج بھوسیتج اوبھج آپ — کھوں کرتا کارج بھیو کھوں تھاپے کھوں تھاپ
کھوں دیوا دیوی بھیو گن گدھرب پساچ — بھوت پریت راکھس بسو نرناری ہوئے ناچ
کھوں ہرا رتھی کھوں جگیاسی کھوں مکت — کھوں گیانی مورکھ کھوں نہ جانے جگت اجگت
کھوں جاگے سوئے کھوں کھوں بولے کھوں مون — کھوں سرگ جانے سبھی کھوں پوچھے تو کون
کھوں سوامی کھوں داس ہے کھوں جوگی کھوں بھوگ — کھوں ویسک کھوں سیکھ ہی کھوں ویدک کھوں روگ
ہیمراج آپے بھیو اپنا کھیل رچائے — آیا میں آپا بھیو پھر آپن ماہنہ سمائے
اگیانی جانے نہیں جگیاسی کو آس — گیانی جانے آتمانت ورسی نرداس
جوگی دیہہ ابھمان ہو بھوگی گرہت ابھمان — گیانی مکت ابھمان ہے تت وت نرابھمان
ہیمراج اس جگت میں سو سکھیا پہچان — دوادنہ کا ہو سے گہے نہ کا ہو کی مان
جے جانے تاں آپ ہے نہ جانے تا آپ — انجانے تے ہوت ہے مدھ کال سنتاپ
جو جانے سو مکت ہے نہ جانے سو بندھ — بھائی بھاتا بھرم کی جیوں مچھلی وچ پھند

گل اٹھتیس

بینائی میں عجیب کیفیت ہے کہاں زمین اور کہاں سورج چاند ستارہ وغیرہ کروڑہا کوس کا فاصلہ ان کے درمیان آنکھوں کی امداد سے ایک لحظہ میں ایسی دور دراشیاء کا ایک ہی وقت مشاہدہ ہوتا ہے یہ صرف بینائی کی توجہ اور کیفیت ہے جو جسم میں اور کوئی عضو نزدیک یا دور کی اشیا کی کیفیت کو معلوم نہیں کرسکتا۔ صرف چشمان بباعث اپنی بصارت اور طاقت بینائی کے نزدیک اور دور کی اشیا کو معلوم کراتی ہیں اب جائے غور ہے کہ کل اعضا کی نسبت چشم نہایت ہی خفیف اور لطیف ہے اور پھر اس چشم میں بھی حصہ بصارت جو مردمک ہیں بالکل ہی لطیف اور قلیل ہیں الغرض بینائی کی وجہ سے یہ طاقت ہے کہ بشمار فاصلہ تک مختلف اشیا خواہ کثیف خواہ

لطیف کی ہیئت کو مشاہدہ کر سکتی ہیں پس کل جسم کثیف میں بینائی عمدہ اور معظم عضو ہے اسی طرح اگر بینائی باطنی جسکو گیان کہتے ہیں انتہکرن میں ہو تو ذات بیچون و چرا نام و نشان سے مبرا جو باعداد چشمان دیکھنی کلی محال ہے۔ بامداد گیان مشاہدہ ہو سکتی ہے مشاہدہ کیا اپنا آپ یقین ہوتی ہے۔ پس گیان کل اشیا سے افضل اور اعلے ہے اسکی حصولی سے کل کی حصولی متصور ہے اسکی امداد سے اُس ذات کا مشاہدہ ہو کر اپنا آپ یقین ہوتا ہے کل عوارض جسمانی و جہانی سے نجات حاصل ہو کر دایم السرور رہتا ہے۔ کل اشیاء سبق شناخت ذات وہاب ہیں۔ جہان ایک کتاب عظیم ہے تین گن دفتر ہیں۔ پانچ تت پانچ ورق ہیں ایک ایک تت کے اجزا و حصص و پیدائش ایک ایک ورق پر سطریں ہیں ایک ایک جزو مثل لفظ ہے کتاب کے پڑھنے سے جو معنی مفہوم ہوتا ہے وہ برہم ہے۔ تین گن پانچ تت اور انکی پیدائش برہم ہے پس ایک ہی برہم اپنی مہماں میں قایم ہے نکوئی پیدا ہوتا ہے اور نکوئی مرتا ہے۔ ایک اودیت اکھنڈ نرو کار سرورُوپ ہوا آپ دیکھ کر طرح طرح کے خیالات اور اوہام پیدا کر رہا ہے سو کیا ہے کچھ بھی نہیں اپنی الوہیت میں قایم نہ کمیں بیش نہ کم یکساں اپنی ہستی میں معمور ہے جسقدر تنازعہ ہے سو صرف الفاظ اور معنی میں ہے سماعت کے رو سے جو جو الفاظ گوش سے انتہکرن میں معکوس ہو کر صورت یقین میں مقیم ہوئے ہیں وہ جہان کے نام سے موسوم ہیں اور باعث تکلیف ہو رہے ہیں اُنکی فہمیدین جو تعین قایم کیا گیا ہے اُنکے یقین سے انسان آب سراب میں غوطہ کھا کر ڈوبتا ہے بغیر سن پابند رسومات و اضافات تقلیدی ہے آجتک سوائے سماعی الفاظ کے کسی نے کچھ نہیں دیکھا۔ خدا جو اس جہان میں سب کا خالق اور پالک مشہور ہو رہا ہے وہ سوائے سماعی کلمے کے اور کچھ نہیں صرف اُس نام کو سنکر خوش ہو رہے ہیں اور اُسی نام کی عبادت اور التجا کر رہے ہیں۔ سوائے اُس سماعی لفظ کے کسی نے خدا نہیں دیکھا۔ پس ثابت ہوا کہ کل ہنگامہ خواہ نیک خواہ بد صرف سماعی ہے درحقیقت کچھ

نہیں اگر تمام الفاظ کو سمہ انکے معنی کے دل سے بھلاویں تو باقی وہ ذات رہتی ہے کہ جسکا
نہ حد ہی نہ پایان کلام ہے مبترا قیاس سے بالا۔ فکر سے برتر اور یقین سے فارغ خود بخود
خود ہے جو کچھ ہے سو وہی ہے کسی قسم کے تعلق کی سمائی نہیں وہ ذات اصل ہے اور
آپکا تماشہ ہے ایسی ذات کو اپنا آپ جاننا معرفت ہی سوائے اسکے تمام ریا اور تقلید ہی خیالی
تو وہ طوفان اٹھاکر خراب ہوتی ہیں +

گل انتالیس

ذات بیچون وچرا میں لفظ جہان کی وہ حقیقت ہی جیسے کہ شعاع آفتاب میں آب منزل
کی دیکھنے ہیں اگرچہ ذرات خورشید ذرات ریگ سے مجتمع ہوکر صورت آب میں جلوہ زن
ہوتے ہیں مگر نظر بالائے اور سرسری میں جب بغور اسکی طرف توجہ لگا کر دیکھا جاوے تو سوائے
دھوکے کے اور کچھ ثبوت نہیں ہوتا برائے نام آب ہی کوئی خاصیت پانی کی اس سے حاصل نہیں
ہوتی۔ اگر کوئی ہر سال طاقت صرف کیے چاہے کہ مجکو سیری و سیرابی حاصل ہو تو نہ ہوگی بلکہ برخلاف
اسکے تشنگی اور تپش افزوں ہوتی جاویگی۔ اگر بہ وجود تجسس کرئے یہ چاہے کہ اسکی کچھ اصلیت
معلوم ہو تو بدوں اسکے نابودی اور محو بے اور ہو نے کے اور کچھ ثبوت نہ ہوگا بعلیٰ سے
نیست ہست اور عدم وجود یقین ہو رہا ہے جب علم ہوا کہ ذرات کا عکس موج زن ہوکر آب
معلوم ہوتا ہے۔ اسوقت تمام تدارک اور آرزو حصول آب رفع ہو جاتی ہیں اور آرام حاصل ہوتا
ہے اسیطرح ذرات خورشید حقیقی صور اسماء و صفات میں جہان ہیں ہو رہے ہیں کل ہماری کوشش
او تدابیر اسوقت تک ہیں کہ ہم اسماء و صفات میں راستی اور اثبات یقین ہو رہے ہیں سراسر باعث
نقصان اور بیسود ہیں بے بنیاد شئے سی سیری چاہتی گویا اپنی تشنگی کو تیز کرنا ہو اپنے سایہ کے پیچھے
دوڑنا نتیجہ شرمندگی اور پریشانی حاصل کرنا ہے کل اسماء و صفات کا مقصود وہ ذات ہے جو عین اور تعلق سے

پاک جزو وکل سے فارغ صرف مفہوم ہے۔ پس اسماء و صفات کی صورت میں خود آگر بوقلموں لباس سے ملبوس، بتفرقہ معرفت و جہالت میں اپنا جلوہ دیکھ رہی ہے۔ جہالت میں اپنی تلاش میں سرگرداں اپنے سایہ کے پیچھے دواں مثل طوق گردن گرد اپنی ذات کو چھوڑ کر چہار طرف حیراں۔ کہیں ابد شب بیدار کہیں عابد کردگار کہیں نماز گزار کہیں روزہ دار کہیں تارک لذات نفسانی کہیں نالاں متعلقین جسمانی۔ کہیں نالاں و پریشان۔ کہیں توبہ کناں و لرزاں۔ ہجر و وصال میں ہجو رہیں صحت میں معاول۔ عین بینائی میں کور اور عین اظہار میں مستور ہے۔ معرفت سے کل تعلقات کو چھوڑ دوئی کو توڑ پردہ اسم و صفت کو چاک کرکے خود در خود محو ہے۔ آپ جلوہ ہیں اور آپ جلوہ کن خود ہی ناظر خود ہی نظر خود ہی منظور خود ہی عاشق خود ہی عشق خود ہی معشوق ہے۔ کل سے فارغ جزو سے مبرا ہے نہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ عین کل و جزو نہ بندہ نہ خدا تمام تکالیف جسمانی و تشاویش روحانی سے سبکبار عہد بے انتظاری و قرار میں ساکن نہ خیال عبادت نہ فکر زہد نہ تمیز شب و روز نہ وہم نماز و روزہ نہ احتیاج ترک و اختیار نہ نالاں نہ خنداں فکر و قیاس و گمان و یقین سے برتر خود در خود ہی ایک ہی ذات میں دو صفات کے باعث اسقدر اختلاف ہے در اصل نہ جہالت ہے اور نہ معرفت ہے ایک ہی ذات قائم بخود ہے۔ باوجود اختلاف الفاظ ایک معنی قایم بخود ہے۔ موجودگی بوقلموں صور میں ایک ہی ذات مفہوم ہے۔ اظہار انواع خیالات و تبدیلات میں یکسانی عیاں ہے تو بس کیا ہے کچھ ہی نہیں۔ ایک ذات قایم بخود ہے۔ نہ عارف نہ جاہل نہ لفظ نہ سخن نہ خیال نہ یقین نہ جائے کلام نہ موقع خاموشی عین عین ہے۔ کس کو درست کسکو غلط قرار دیا جاوے سب درست ہے بمع الفاظ معہ معانی۔ کل افعال معہ نتائج۔ کل خیالات۔ افکار۔ اوہام۔ ایقلت انظار درست ہیں۔ ایک او دوئیت شدہ وست آپ میں آپ قایم ہے۔ یہ علم تمام تکلیف سے نجات بخش معدن آرام و طمانیت ہے جسقدر محنت اس علم کی حصول کیواسطے کیجائے اسیقدر فرحت و آسایش کی توقع ہے۔ دیگر علوم جو سیکھے اور پڑھے جاتے ہیں صرف اس علم کبیر کی خاطر ہیں جب اس کی تحصیل

بدرجہ اتم ہو جاوے۔ تو سب کا خاتمہ ہے۔ مگر چونکہ انسان نے کچھ عرصہ اس جسم میں گذران
کرنی ہے۔ سوائے شغل اسمیں ایک لحظہ بھی بآرام بسر نہیں ہو سکتا اسلئے دوراندیش
کسی شاستر کا مطالعہ بخاطر بہلاوٹ طبع رکھتے ہیں یا اگر ذوق لذت حقیقی زیادہ ہو تو برتی
کو سمادھ کے سنگ میں لگاتے ہیں یا بذریعہ وچار ست وست کو ثابت کرکے اُسکے اکاہ ہونے
میں مشغول رہتے ہیں۔ سو تینوں اشغال برابر درجہ رکھتے ہیں اصلیت میں کسی کام کرنیکی ضرورت
نہیں صرف تعلق جسمانی نے ہمکو کچھ نہ کچھ احتیاج کارروائی کی ڈالی ہے۔ سو کُل کارروائی برہم روپ
ہے جگیاسی کو چاہیئے کہ اپنی بُدھ کو بذریعہ مطالعہ شاستر و آتم وچار بڑہاتا رہے جسقدر
بُدھ ترقی کرتی جاوے اُسی قدر گیان بھی ترقی پر آتا جاوے۔ بیشک سمادھ میں بڑا آنند ہے
مگر ہر وقت سمادھ نہیں ہو سکتی۔ وقت بے وقت یہ حالت ہو سکتی ہے اور ہر وقت اس
حالت کو اپنے اُوپر وارد رکھنے سے کچھ مطلب بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ بغور دیکھیں تو
ہمارا سروپ کیول سمادھ روپ ہے۔ سُنّون و گیان کے سوائے اور کچھ نہیں۔ ایسی سمادھ
اور شُونّ روپ میں پھر سمادھ کا تدارک کرنا گویا اُس کی اصلیت سے آپکو بے علم ثابت کرنا
ہے سمادھ نام اپنی ذات کو برتی اور جیون کا بیتون جاننے کا ہی ہمارے سروپ میں تو سمادھ کلپت ہے
اگر کچھ ہے تو برتی کو ہے برتی کی اکاگرتا ور ست وست دیکھ لینا کا نام سمادھ ہی ہے۔ سو اصل میں
برتی سروپ سے کچھ شئے نہیں۔ اگیان کا کارج یعنی بیدائشی ہی جب تک گیان سے اگیان
نہ ہٹا تو اُسکا کارج کیسے رہیگا۔ پس سدا آپ کو اپنی حالت میں انہو کرنا یہ سب سے اُتم ہے۔

گُل چالیس

کبھی گرمی اور کبھی سردی۔ ہوا اور آتش کا چکر ہے۔ کُل مخلوق پانچ تت سے
پیدا ہوئی ہے اور اُسی سے پرورش پارہی ہے اور پھر اُنہیں میں سما جاتی ہے کُل حالات

مثلاً سردی۔ گرمی۔ بارش۔ آندھی۔ زلزلہ۔ برق۔ خشک سالی۔ طغیانی آب۔ بیماری صحت قحط سالی۔ کشائش اِنہیں پانچ تتوں کے بھاؤ یعنی عادات ہیں۔ پانچ تتوں کا ایک انڈا یعنی بیضہ ہے۔ جس کو برہم انڈ کہتے ہیں۔ اس بیضہ عنصری یعنی برہم انڈ میں بیشمار اقسام کی مخلوقات بھری ہے۔ سو کیا ہے۔ جیسے گولھر کے پھل میں بیشمار کیڑے ہوتے ہیں۔ سو اُس گولھر سے جدا نہیں ہیں۔ تمام ہی گولھر کا سروپ ہیں۔ اُسیطرح تمام ہی اس انڈ کا سروپ ہیں۔ کوئی شے اس برہم انڈ سے باہر یا جدا نہیں ہے۔ بلکہ تمام اشیا اور کل مخلوق اُس میں اُسی کا سروپ ہیں۔ اور یہ برہم انڈ برہم میں برہم سروپ ہے۔ ذرا بھی برہم سے باہر یا جدا نہیں۔ پس کل ہی برہم ہے۔ سوائے برہم کے کچھ تھا نہ کچھ ہے۔ اور نہ کچھ ہوگا۔ یہ تمام ظہور اُسی کا اُسی میں ہے نہ کوئی کہیں سے آیا ہے۔ نہ کہیں جاتا ہے۔ ایک ہی جگہ پیدا او فنا ہوتے ہیں۔ بعد طوالت اور عرض کے باعث سے مختلف نام سے قطعات مشہور ہوکر شہر موضع وغیرہ بن گئے۔ اور پھر اُن میں مختلف محلہ۔ کوچہ۔ گھر۔ قائم ہوگئے۔ اور خود بھی ایک مختصر صورت بنام انسان اختیار کرکے اُن میں بسا ہے۔ اپنی نظر جزویت اور محدودیت کے باعث کل برہم انڈ کو فراموش کرکے ایک گھر اور ایک کوچہ اور ایک شہر میں گرفتار ہوگیا ہے۔ اور دراصل کل برہم انڈ ایک شہر یا ایک گھر ہے۔ کچھ غیریت نہیں ہے۔ نہ کوئی باہر ہے نہ کوئی اندر نہ وطن ہے۔ نہ بیوطنی ہے سب چیز اُسی سے پیدا ہوکر اُسی میں اپنا زور دکھا دکھا کر پھر اُس میں سما جاتی ہے۔ پس کل اشیا برہم ہیں اکاس۔ پون۔ اگن۔ جل۔ پرتھوی جو پانچ تت کہلاتی ہیں۔ یہ پانچ بھاؤ برہم کے ہیں۔ پہلا بھاؤ برہم کا آکاس کے نام سے نامزد ہر جگہ محیط ہو رہا ہے۔ چتین بھاؤ برہم کا پون کے نام سے نامزد کل اجسام کو متحرک کر رہا ہے۔ پرکاش بھاؤ برہم کا اگن کے نام سے نامزد کل جہان کو سورج۔ چاند۔ ستارہ ہوکر روشن کر رہا ہے۔ منز بھاؤ برہم کا جل کے نام سے نامزد ہو۔ سب سے شامل ہوکر اُسی کا سروپ بن جاتا ہے۔ دھیرج بھاؤ برہم کا پرتھوی کے نام سے

نامزد اپنی حالت میں قائم سب کا آرامگاہ ہو رہی ہے پلس کیا ہے ۔ایک ہی برہم قائم بجود ہے نہ کبھی کم ہوتا ہے ۔نہ زیادہ ۔نہ اُس کی ابتدا ہے ۔نہ انتہا ۔نہ دور ہے نہ نزدیک ۔نہ ظاہر نہ مستور ۔نہ جزو نہ کل عین عین ہے ۔ظاہر و باطن نزدیک و دور اول آخر جو چیتن بھرپور ہے سو برہم ہے ۔جہاں اسکا دوسرا نام ہے ۔یہ برہم گیان ہے اس یقین کو مصمم کرنا کل واہمات کیلئے مقراض ہے ۔نظر دوئی کی قاطع ہے ۔جبتک یہ نظر پیدا نہ ہو ۔تب تک آرام حاصل نہیں ہو سکتا پس اسی نظر کا ابھیاس کرکے کل کو برہم اور برہم کو کل دیکھیں ۔

گُل اکتالیس

تفرقہ الفاظ سے دگر ملابس معانی ہے عور ۔غیریت سے مستور ۔وحدت میں معمور کلمات پرماتما ۔اللہ ۔گاڈ سے مشہور ایک ذات قائم بجود ہے ۔نورانی میں نور ۔تاریکی میں تار ۔وقت میں وقت ۔شے میں شے ۔مکان میں مکان ۔ساکن میں سکوت ۔گویائی میں صوت ۔زمین میں زمین ۔آب میں آب ۔آتش میں آتش ۔ہوا میں ہوا ۔آکاس میں آکاس ۔جزو میں جزو ۔کل میں .... کل ۔نہ عین نہ غین ۔خود ہی خود ہے ۔عالم میں معلوم ۔جاہل میں نہ معلوم ہے ۔عبادت سے عابد اور معبود ۔معرفت سے عارف اور معروف ۔جزویت سے بندہ ۔کلیت سے خدا گوناگون صور اور اشکال سے ظاہر ہے ۔بوقلمون الفاظ اور معانی سے پر مختلف افعال و مختلف نتائج کی جا ۔راحت و رنج شادی و غم افلاس و دولتمندی کی نمائش گاہ جہان کہلاتا ہے جس میں کل کارروائی ظہور ذات پر از صفات ہوتی ہے ۔جہان کا نام صفات ذات ہے ۔صفات کو ذات سے سرمو جدائی نہیں ۔ذات صفات ہے ۔صفات ذات ہے ۔قدرت کو قادر سے کسی حالت میں جدا نہیں کہہ سکتے ۔بلکہ قادر بین قدرت ہے ۔اور قدرت عین قادر ہے ۔پس ثابت ہے کہ ایک ذات دو ناموں سے مشہور ہے نظر

زبان انگریزی میں خدا کو نام ہے گاڈ

خاص میں اُس کو برہم یا اللہ کہتے ہیں۔ نظر عام میں اس کو جہان کہتے ہیں۔ اصل میں دو الفاظ
ہیں۔ بلکہ کُل اشکال کُل اسمار کُل صفات۔ کُل رسوم۔ کُل علوم کُل الیقان۔ کُل مذاہب کُل
اشیار۔ کُل مخلوق۔ کُل الفاظ۔ کُل معانی۔ لفظ برہم کے معنے دیتے ہیں یعنی برہم نام کُل کا ہے
کسی خاص صفت کی جگہ نہیں۔ بلکہ کل صفات صفت برہم ہے۔ کُل اسمار اسم برہم ہے۔ برہم ایک
وہ ذات ہے جو پُر از انواع خزائن و دفائن و اضاف مخلوقات و حالات نیرنگی زمانہ ہے گویا
برہم ایک صندوق ہے اور کُل جہان اُس میں مندرج ہے۔ اور وہ صندوق اپنے مندرجہ
سے جُدا نہیں۔ بلکہ صندوق اور مندرجہ بلکہ ایک برہم کہلاتے ہیں۔ جگت کو متھیا جاننا گویا
اصلیت سے ناواقفیت ہے۔ متھیا اُس کو کہتے ہیں۔ جو نہو وے اور بھاسے۔ پس ایسی چیز کا نہو باطل
بعید از عقل ہے۔ کیونکہ جو چیز اصل میں نہیں ہے۔ اُسکا بھاسنا بھی نہیں ہے۔ اور پھر کہنا
کہ ہے نہیں۔ اور بھاستی ہے۔ یہ دانائی کے برخلاف ہے۔ اِس لئے متھیا ایک لفظ برائے نام
ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی چیز اس صفت والی نہیں ہے۔ گویا متھیا متھیا ہے۔ اور کچھ
متھیا نہیں۔ کُل اشیار میں جو اشیار کی ذات ہے۔ وہ اصل ہے۔ ذات اشیار سے جدا۔ کوئی
ذات نہیں ہے۔ بلکہ کل میں کُل کی ذات ایک ذات ہے۔ جو کتب متقدمین میں اسمار پرماتما
برہم۔ خدا۔ اللہ۔ گاڈ سے موسوم ہے۔ کوئی شئے اپنے موقع پر کم درجہ نہیں رکھتی۔ بلکہ اپنے
اپنے موقع پر سب افضل اور اعلےٰ ہے۔ جیسے ایک جسم میں ہر ایک عضو اپنے اپنے موقع پر فضیلت رکھتا
ہے۔ اور کل اعضار ملکر ایک جسم کہلاتے ہیں۔ گویا جسم کل اعضار کی صفات کا مجمع ہے۔ اور کل
اعضار کی ذات ہے۔ اور کل اعضار ہے۔ اسیطرح کل اشیار ساکن و متحرک برہم کہلاتی ہیں گویا
برہم کل اشیار کی صفات کا مجمع ہے۔ اور کل اشیار کی ذات ہے اور کل اشیار ہے۔ پس ایک
ہی شئے ہوئی۔ کل اشیار نہ ہوئیں۔ یا کُل اشیار ایک شئے اور ایک شئے کُل اشیار ہوئیں۔ اب
اس جگہ راست اور دروغ کا فرق نہ رہا اور نہ جگت اور برہم کا فرق رہا۔ تمام امور کا تصفیہ

ہو کر ایک ذات ثابت ہوئی۔ اُسی کا نام برہم گیان ہے۔ اسی گیان سے کُل تفرقہ او توہمہ رفع ہو کر ایک حالت رہتی ہے۔ چاہئے کہ اس کو بخوبی سمجھ کر دلنشین کرے۔ اپنے خیالات کو مثل کوہ گراں محکم کرنے سے صفت مستقیم المزاجی ہوتی ہے۔ اخلاق پسندیدہ کو مونس بنانے سے انسان ہمیشہ آسودہ رہتا ہے۔ اپنے چمن ست سنگ کو آپ ابھیاس سے تر و تازہ رکھنے سے دماغ حق الیقین مشموم رہتا ہے۔ چاہیئے کہ شغل میں تغافل نہ ہووے۔ ضرور ایک دوسرے کے اخلاق کا محاسبہ کرکے ایک دوسرے کو مطلع کرنا واجب ہے۔ کیونکہ باہم اتفاق کا یہی لطف ہے۔ کہ کوئی شخص اخلاق حسنہ سے محروم نہ رہے جسطرح دو چراغ ایک جگہ ہوں۔ تو دونو کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اُسیطرح باہم اتفاق سے روشنی گیان ہوتی ہے۔

گُل بیالیس (۴۲)

ذاتیکہ معبود عابدان و مسجود ساجدان و معروف عارفان ستؔ منم۔ من لفظے ستؔ۔ کہ مشترک ہمہ ست۔ یعنے من در ہمہ اجسام محیط ست۔ با ہمہ حواس ظاہری و باطنی شامل شدہ۔ لذت و علم لذت اختیار کند۔ ہمہ افعال و علوم را سبب ست از اطلاق قومیّت محدود و منقسم شدہ تنازعات مذہبی برپا میکند۔ بوسیلہ شناخت اصلیّت خود از تمام قیود و توہمات فارغ شدہ خود در خود ستؔ۔ پس من کہ در من و تو راگنجائش نیست محیط کُل است کہ بر و اطلاق این و آں قائم نے تواند شد۔ اصل ذات ہمہ ست آں منم۔ نشاوران دریائے حقیقت چہار منازل بلحاظ تحقیق حقیقت زیب ارشاد کردہ۔ منسلک بہ سلک تحریر کردہ اند چنانچہ تفصیل آن کہ در تحت نوشتہ بود۔ غور طلب چشم بینا و منصف ست۔ اول ہمہ اوست دانستن۔ دوئم ہمہ اوست دیدن۔ سوم ہمہ اوست شُدن۔ چہارم ہمہ اوست فراموش

کردن ازیں رمز مفہوم بیشود کہ ذات عین ذات ہست۔ کہ در دانستن و دیدن وشدن وفراموش کردن نگنجد۔ حصولی وغیرحصولی برائے نام بمراد تشفی قائم شدہ اند۔ ورنہ ذاتے کہ ہست ہست نہ علم در وراہ یابد نہ جہل نہ عبادت را نتایاں نہ معرفت راپایاں خاموشی در وگفتار وگفتار مثل خاموشی ست۔ نظر محدود باعث تعین مختلف اسمار وامتیاز یعنے بندہ وخدا اگر دیدہ ذاتے راکہ در وجُز ذات نگنجد۔ مثل معاینہ خواب گوناگوں وانواع انواع مے نماید۔ وقتیکہ ایں نظر کہ اصلاً محض وہم ست از میان برخاست آن حالت رو نماید کہ زبان دربیان او گنگ وچشم در دیدن آں کور وعقل در دانستن آں لنگ۔ نہ این آں راست نہ چپ نہ من نہ تو نہ اندروں نہ بیروں۔ نہ بندہ نہ خدا۔ محض محض عین مفہوم کہ درو فہم فہمندہ مفہوم را راہ نیست۔ آں حالت اصلیت ہمہ ہست بلکہ عین ہمہ ست ہمہ بلحاظ فہمانیدن گفتہ شدہ۔ ورنہ جائے دم زدن نے۔ زہے ہمت مردانکہ دریں وادیٔ پُرسوز و آتش جاں سوز کہ دیدنی آں مثل سراب ست چشم از غیر بینی بستہ خود را در خود یافتہ سیر شدہ اند وباوجود موجودگی تعینات اسم وصفت از قیدایں وآں رستہ بہ شہر گمنامی خندہ اند وتنازعہ دوئی کنیغ آں انانیت جسمانی ست از دل دور کردہ بہ سلوک صلح کل ہمہ را تواضع کنند۔ کسانیکہ از قید اسم وصفت رستہ واصل وبحر ذات شدہ اند۔ دائما سرور وبریک قرار اند۔ اگرچہ آں ذات لا محضو بہ کسے نیست سلکہ در ہمہ باہمہ وبیہمہ است تاہم بامداد وسیلہ شناخت آں بعید از احاطۂ امکان ست انکسانیکہ وسیلہ شناخت راکہ مراد از ست گورو ست ستا سترا بر حق دانستہ سخن ایشاں اعتقاد درست کردہ اند بسلامتی اندر سیلئے دنیا کہ سراسر وہم ست عبور کردہ بکنارہ طمانیت ووحدت ساکن اند۔ مثنوی معنف

لفظ[1] از معنے چہ میدانی جُدا	ایں چہ گوئی نیست ایں بندہ خدا
تو[2] چہ بینی لفظ را معنے ببیں	لفظ خود در معنے پوشیدہ ببیں

[1] لفظ کو کیا تو معنے سے جدا جانتا ہے۔ یہ کیا کہتا ہے کہ بندہ خدا نہیں ہے۔ [2] تو کیا لفظ کو دیکھتا ہے معنے کو دیکھ۔ لفظ آپ معنے میں پوشیدہ ہے۔ دیکھ

لفظ[1] بے معنے بود خالی ندا　　معنے ہم معلوم گردد از صدا

این[2] شود ثابت کہ معنے لفظ ہست　　لفظ معنے ہست معنے لفظ ہست

بندہ[3] ہم لفظ ست معنے آن خُدا　　نیست بندہ از خُدا گاہے جُدا

خود[4] خدا اندر لباس آدمی　　خود خُدا اندر لباس خادمی

پردۂ[5] اسم و صِفت پردہ دان　　بندہ دان ہم خدائے جاودان

چون[6] دروا پردۂ اسم و صفِت　　رونماید ذات بے اسم و صفِت

گُل تینتالیس

تفریض کلمات سے ذات سادہ لوح پر الوف اسمار وصفات قائم ہو کر بوقلمون نقوش ظاہر ہیں۔ مگر بحیثیت یکدیگر مختلف بہ تعلق ذات ایک ہیں۔ ظاہراً کثرت باطناً وحدت۔ ظاہراً جدائی۔ باطناً وصال۔ ظاہراً تبدیل حالات۔ باطناً یکساں حالی۔ ظاہراً صورت۔ باطناً معنے۔ ظاہراً صفات۔ باطناً ذات۔ ظاہراً گفتار باطناً خاموشی ظاہراً حیات۔ باطناً ممات۔ ظاہراً ممات۔ باطناً حیات۔ تماشائے ذات و معرفت ذات ہیں۔ اختلاف ایقان۔ نفاق مذاہب۔ تفرقہ ملت ہائے ثبوت یکتائی ذات میں شاہد ہیں و عدم ثبوت ماہیت طاقت اعلیٰ میں مصداق ہیں۔ عدم واقفیت ذات میں ان کا وجود ہے اور واقفیت ذات میں ان کا لعدم ثابت ہے۔ پس جو شئے اصلیت کی بعلمی سے صفحۂ وہم پر نقش پذیر ہو۔ اُس کی ہستی بمثل نیستی ہے۔ اس واسطے کُل اسمار وصفات موہوم ہیں۔

[1] لفظ بے معنی خالی آواز ہے۔ معنی بھی آواز سے معلوم ہوتا ہے۔ [2] یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ معنے لفظ ہے۔ لفظ معنے ہے اور معنے لفظ ہے۔ [3] بندہ بھی لفظ ہے۔ اور اسی کا معنی خدا ہے۔ بندہ کبھی بھی اپنے آقا سے جدا نہیں ہوتا۔ [4] خود خدا ہی انسان کے لباس میں ہے۔ مکرر کہنے سے تاکید کی گئی ہے [5] نام اور روپ کو پردہ سمجھ بندہ کو جان کر خدا ہے باقی ہے۔ یعنے لافانی ہے۔ [6] جب یہ پردہ نام اور روپ والا ہٹ یعنے اُٹھ جائے تو بغیر نام روپ کے اصل ذات کا درشن ہوگا +

موہوم شے باطل ہوتی ہے۔ پس کُل باطل ہیں۔ باطل کیا یعنی اُن کی ہستی سوائے ہستی ذات کے سرِ مُوجدائی نہیں رکھتی۔ مفرُوض شے اصل سے کسی صُورت میں جُدا نہیں۔ بلکہ عین اصل ہے۔ جس طرح الف کا نام الف سے سرِ مُو جُدا نہیں بلکہ صُورت الف نام الف ہے۔ اگر محدُودیت ہی نہیں۔ تو نام کہاں ہے۔ اسی طرح ذات میں کُل اسماء وصفات مفرُوض ہیں۔ پس کُل اسماء وصفات عین ذات ہیں۔ ذات میں سوائے ذات کے اور کچھ نہیں۔ اسواسطے اسماء وصفات بلحاظ اپنی ہستی کے اور بخاطر دُور کرنے دُوئی کے باطل قرار دئیے گئے ہیں۔ یعنی دوسری چیز نہیں ہیں۔ عین ذات ہیں۔ بے ہمتائی۔ غیر محدودی۔ بے انتہائی۔ الوہیت۔ وسعت۔ یکتائی۔ نادر یافتگی۔ لطافت۔ اعلےٰ ہمتی۔ کُلیت۔ فِطرت طاقت اظہار۔ نیرنگی۔ قیام بذات خود۔ اُس ذات پر سروجان تصدق ہیں۔ یعنی لاثانی اپنی مانند آپ ہے۔ غیریت نہ تھی۔ نہ ہے نہ ہوگی۔ تماشائے غیریت عین وحدت ہے کثرت امواج وحدت دریا میں کسی صورت سے خلل انداز نہیں ہوسکتی۔ کثرت ذراتِ وحدت آفتاب میں کسی صورت سے شُبہ پیدا نہیں کرسکتی۔ کثرت الفاظ وحدت کاغذ میں کسی صورت سے مُخل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح کثرت اسماء وصفات وحدت ذات میں کسی صُورت سے خلل انداز نہیں ہوسکتی۔ بلکہ واحد لاشریک خود درخود قایم ہے۔ سو ذات میں ہول اسی نظر میں قایم عارف کو ہر طرح فراغت و آزادگی و آرام حاصل ہے۔ موجودگی کار و بار دُنیا میں وہ آزاد ہے۔ شاہد کو کنارہ خودشناسی پر تماشاء خود بینی اور آرام آلام ہر دو حاصل ہیں۔ دانندہ لطافت کو لطافت حاصل ہے۔ اور دانندۂ کثافت کو کثافت حاصل ہے۔ خاک کو پاک سے کچھ نسبت نہیں۔ پاک کو پاک سے نسبت ہمجنسی ہے۔ پس خاک سے نظر اُٹھا پاک ہوکر پاک کو دیکھتا ہے۔ یعنی ہمجنس ہوکر یار کو ملتا ہے۔ بیت

پاک شو[ا] تا پاک حاصل مے شود　　　خاک میں کے پاک و اصل مے شود

[ا] پاک ہوتا کہ پاک حاصل ہووے۔ یعنے پاک ہونے سے ہی پاک کی ملاقات ہوتی ہے۔ خاک یعنے مٹی کو دیکھ کر کب پاک سے ملتی ہے۔ گویا مٹی پاک نہیں ملتی۔

گُل چوالیس

ذاتیکہ در ہمہ است وا و در ہمہ است وا و ہمہ است ہمچنانکہ ہست ہست ہستی
مطلق ہستی ہست و نیست شدہ در ہستی خود ہست است۔ تغیر و تبدل سر مو دراں راہ نتواند
یافت۔ ابتدا و انتہا محض گمان اند۔ درمیان صرف تفریق بدون قید زمانہ ز اطلاق این
و آں در حالتِ خود قایم است۔ دریافتگی آن بجز نادریافتگی در یافت نشدہ است الوف
علماء و فضلاء در بحر فکر غوطہ زن شدہ سعی ہائے بلیغ در تجسس اصلیت کردہ اند و مے کنند
و خواہند کرد۔ بوالعجب و طرفہ ترین کارے کہ در تہ بہ توقع حصول گوہر دریافتگی بدون
نادریافتگی ہیچ نیافتہ فکر را کوتاہ۔ زبان را خاموش قلم را ساکن کردہ در تصور آں ذات
محو شدہ ہستی موہومی خود را فنا کردہ اندر کلمہ اقرار و انکار را بہ پایۂ ثبوت نہ رسانیدہ۔ ہمہ
را اتفاق بہ ہستی ہست مطلق شدہ ہست۔ بعض را براہ راست بصورت اقرار و بعض را
براہ پیچیدہ بصورت انکار۔ مگر ہر دو وال بہ ہستی ہست اند۔ نیز اختلاف مذاہب تفریق
مختلف اسماء و ذات۔ تفرقۂ ملت ہائے و مشارب کثرت طرائق عبادت تردید عقائد
یکدیگر۔ ظہورۂ مختلف اشخاص بعہدہ پیغمبری و ولایت و اوتار و رکھیشر وغیرہ در زمانہ
ہائے مختلف نزول مختلف کتب ایزدی۔ و اختلاف رائے بر ماہیت روح و خدا بعد از مرگ
دال بر نادریافتگی اصلیت اند۔ ہرگاہ این نوبت است۔ کہ اصل ذات ہمچناں سر بمہر است
ہیچ راز تا ہنوز مکشوف نگشتہ است۔ سر اسرار ربانی و سر نہانی ہمچناں مخفی و پوشیدہ
است۔ لہذا واجب آمدہ کہ کل ہنگامہ اسماء و صفات را کہ بلباس بوقلموں باعث ضلالت
و تشویش است محض مفروض و بے بنیاد یقین کردہ در چاہ فراموشی انداختہ حالتے
کہ باقی ماند دراں قرار گیرد۔ این حالت از راہِ نفی میسر شدہ منتہائے حالات و مطالب است

واصل این حالت را قرار و استقامت و جمعیت و سرور حاصل اند عارف بریں مسند گمنامی
جانشین شده نظر حقیقت را وا مے کند و مے بیند که هرگاه باطل شئے بدون امداد راست
در وجود قائم نتواں ماند لهذا معلوم میشود که ذاتیکه هست مطلق هستی کل هست این حالت
را اختیار کرده در صورت تشبیه انواع لباس پوشیده واز مختلف اسماء موسوم گشته
در بوقلموں صفات موصوف شده۔ خود تماشا و خود تماشابیں شده است
لطافت را به کثافت مبدل ساخته۔ گمنامی را بنام داده تنزیه را به تشبیه ملبوس
کرده۔ ذات را به صفات ظاهر کرده۔ غیر محدودی را به محدودی تنگ کرده عریانی
را بلباس جسمانی پوشیده۔ نادریافتگی را به دریافتگی در آمده وحدت را بکثرت
آورده ظهور هنگامه شده است۔ یعنی همان ذات کل شده است پس هرچه دیده
شنیده۔ گفته۔ فهمیده۔ بوئیده۔ مساس کرده و چشیده مے شود ذات مطلق
است۔ من و تو و او یک ذات اند۔ دوئی را دریں محل راه نیست یک بصد شده ظاهر
است و صد به یک محو مے شوند۔ یعنی یک ذات در بازی خود سرگرم است و سهو از
حالت خود متعجب و ذره نکرده با وجود اظهار بوقلموں رنگهائے همچناں در بیرنگی خود
قائم است۔ پس همه است است واصل هست باطل را دریں نظر راه نیست
اندروں و بیروں ظاهر و باطن۔ راست و چپ۔ زیر و بالا۔ بدون تفرقه و اختلاف
یک ذات قائم بخود است۔ پس ترک و اختیار هر دو ناممکن اند۔ ایں نظر از راه اثبات
حاصل کرده هر چهار اطراف مشاهده ذات کرده مسرور مستغنی میشود و برتر از ال
میداند که در ذات من نفی و اثبات هم مفروض اند از هر دو راه بالا رفته خود در خود گم
میشود و بدون بینائی مے بیند۔ بدون صفت موصوف است۔ ایں حالت حال
است که در و جائے تحریر و تقریر نیست و اینست اصل حالت که عارف را حاصل

کردن آں از ضروریات است +

غزل

مقراضِ موج دامنِ دریا کتر گئی
وحدت کا بُرقعہ پھٹ گیا ساری بکھر گئی

دریائے بیخودی پہ جو بادِ خودی چلی
کثرت کی موج ہوکے وہ ساری بسر گئی

اسم و صفت کے شوق نے ایسا کیا ذلیل
گُنمی بیصفاتی کی ساری قدر گئی

جامہ وجود پہن کے بازارِ دہر میں
ذات و صفات اپنی کی ساری خبر گئی

فرزند و مال و زن کی محبت میں ہوکے غرق
انسان کے وجود کی ساری وقر گئی

شہوت طمع و خشم و تکبر میں آپھنسے
یکتائی ذات کی جو شرم تھی اُتر گئی۔

یہ کرلیا یہ کرتا ہوں یہ کل کروں گا میں
اس فکر و انتظار میں شام و سحر گئی

باقی رہی کو دل کی صفائی میں صرف کر
آرائشِ وجود میں ساری گذر گئی

بھولے تھے دیکھ دُنیا کی چیزوں کو ہم یہاں
ہادی نے اک طمانچہ دیا ہوش پھر گئی۔

غفلت کی نیند میں جو تعیّن کی خواب تھی
بیدار جب ہوئے تو نہ جانا کدھر گئی

معشوق کی تلاش میں پھرتے تھے دربدر
نظر آیا بے نقاب دوئی کی نظر گئی

دلدار کا وصال ہوا دلمیں جب حصول
دلدار ہی نظر پڑا دیدہ جدھر گئی۔

توحید کے عمیق میں غوطہ لگایا جب
کثرت کی دار و گیر جو تھی سب بسر گئی

ساقی نے بھر کے جام دیا معرفت کا جب
دستار بھولی ہوش گیا یاد سر گئی۔

ص

چمن چہارم در باب حالات عارف

گل اول

سوال ۔ کیا جیو کرموں سے فارغ ہو سکتا ہے +

جواب ۔ ہاں آتم گیان سے ہو سکتا ہے ۔

سوال ۔ کرم کتنے پرکار کے ہیں

جواب ۔ کرم تین پرکار کے ہیں ۔ سنچت ۔ پرالبدہ ۔ اگامی یا کریان +

سوال ۔ اِن کی تعریف کیونکر ہے ۔

جواب ۔ جنم ہائے گذشتہ کے کرموںکا جو ذخیرہ چلا آتا ہے وہ سنچت کرم ہے ۔ جن کرموں سے سریر کی ترکیب ہوئی ہے اور جو سریر پر چنت بھوگے جاتے ہیں وہ پرالبدہ کرم ہے ۔ جو کرم اب کئے جاتے ہیں ۔ اور جن کا پھل آئندہ ملے گا وہ کریان یا اگامی کرم ہیں ۔

سوال ۔ بھلا یہ کرم کس طرح دور ہو سکتے ہیں ۔

جواب ۔ جب اس جیو کو اپنے سروپ کا گیان ہو کر سرو برہم نسچے ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ میں جنم مرن سے رہت ہوں ۔ تب سنچت کرم ناس ہو جاتا ہے اور چونکہ موجودہ سریر کے ہوتے ہی اس کو یہ گیان ہوا ہے ۔ کہ میں سریر اور اندریان اور انتہکرن اور اُن کے کرموں سے جُدا ہوں اُن کے کرموں کے ہونے میں میرا کچھ سمبندہ نہیں ۔ اس گیان سے کریان یا اگامی کرموں کا ناس ہو جاتا ہے اور پرالبدہ کرم بعد بھوگنے کے ناس ہوتے ہیں ۔ کیونکہ برہم گیان سے اول ہی

پرالبدھ کرم سے سریر کی رچنا ہو چکی ہے۔ اس لئے جبتک ان کرموں کا اتمام نہ ہووے تب تک سریر کا ناس نہیں ہوتا۔ جیسے جو تیر کمان سے نکل چکا ہے جبتک اُسکا زور کم نہ ہو۔ تب تک زمین پر نہیں پڑتا۔ لیکن آئندہ کے لئے اختیار ہے کہ اور تیر نہ مارا جاوے اُسی طرح جو کرم اگیان کال میں ہوئے ہیں اور جن سے اس کی ترکیب ہو چکی ہے وہ تاوقتیکہ نہ بھوگے جاویں ناس نہیں ہوتے۔

مثال۔ جیسے کوئی شخص خواب کی حالت میں کسی چھت سے گر پڑے۔ اور اُس کے زانوں اور ٹانگوں پر زخم ہو جاویں۔ بیدار ہو کر دیکھتا ہے۔ کہ میرے زانوں اور ٹانگیں زخمی ہیں۔ لاچار اُن کا علاج کرنا پڑتا ہے۔ اُسی طرح اگیان خواب میں جو کرم کئے گئے اور اُن کا ابھمان کیا گیا۔ اُن کا نتیجہ یہ سریر مثل زخم کے اس جیو کو لگا ہے۔ اب اگرچہ بیداری گیان بھی حاصل ہوئی ہے۔ مگر تاہم اُس زخم کی میعاد تو ابھی باقی ہے اس لئے اُسکا علاج آپ وناں سے کرنا پڑا ہے اگر بغور دیکھیں تو گیانوان کے یقین میں پراربدھ بھی نہیں۔ کیونکہ اُس نے موجودہ سریر کو جھوٹا اور ناس روپ سمجھکر آپ کو اُس سے الگ ست چت آنند روپ جانا ہے۔ اُس کے نسچے میں نہ سریر آگے تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہو گا کبھی مجھ کو سریر کا تعلق ہوا بھی نہیں نہ میری پراربدھ ہے نہ میں پراربدھ ہوں اور نہ میں پراربدھ کے بھوگنے والا ہوں۔ پراربدھ اس سریر کی ہے سو یہ سریر اگیان کلپت ہے۔ اس لئے اسکی پراربدھ بھی کلپت ہے اور اگیان روپ ہے میں اگیان سے رہت کیول گیان سروپ ہوں۔ پس سریر اور پراربدھ دونو مجھ میں نہیں ہیں۔ یہ نسچہ گیانوان کا ہے۔ صرف اگیانی کی نظر میں وہ سریر کے ساتھ شامل اور پراربدھ کا بھوگتا معلوم ہوتا ہے سو اُس کی غلطت دور کرنے کے واسطے پراربدھ باقی دکھایا گیا ہے۔ ورنہ آتم گیان کے ظاہر ہونے پر سرو کرم اور اُن کے پھل شبد

یعنی الفاظ معہ اپنے معنی کے کالعدم یعنی انتینت ابھاؤ ہو جاتے ہیں ۴

گل دوم

ہر طرح سے آرام اُن لوگوں کو ہے جو راضی برضا، سرد و گرم زمانہ میں خوش خواب جہاں کے تماشا ہیں۔ گوشہ توحید میں قایم۔ سب کے امتحان کنندہ اور بے تعلق بازیچہ کار و بار میں مصروف ہیں۔ بیت

در دیش و فقیریم درین گوشۂ دُنیا[1] | با نیک و بدِ خلق جہاں کار نداریم

غزل

نہ غم دُنیا کا ہے اُسکو نہ دُنیا سے کنارہ ہے | نہ لینا ہے نہ دینا ہے نہ حیلہ ہی نہ چارہ ہے
نہ اپنی سی محبت ہے نہ نفرت غیر سی اُسکو | سبھو نکو ذات حق دیکھے یہی اُسکا نظارہ ہے
نہ شاہی میں وہ شاداں ہی گدائی میں نہ غم اُسکو | جو بن جاوی سوئی اچھا یہی اُسکا گذارہ ہے
کُفر اسلام سی فارغ نہ ملت سی غرض اُسکو | نہ ہندو گبر و مسلم ہی سبھوں سے پنتھ نیارہ ہے

یہ حالت پیدا ہوتی ہے تو واہ واہ حالت ہے ضرور اس حالت کو پیدا کرنا انسان پر فرض عظیم ہے

گل سوم

شادی و غم میں یکسانی تحصیل کمال انسانی ہے۔ فرد۔

ز شادی نہ شاداں نہ از غم غمے[2] | ہمانست در پیش من آدمی

جہان نہ ہے نہ تھا نہ ہوگا۔ غفلت سے یقین ہو رہا ہے لاہذا اس کی نیستی کو تصور

---

[1] ہم دُنیا کے گوشہ میں ہم دُرویش ہیں۔ فقیر ہیں۔ جہان کے مخلوقات کی نیکی و بدی سے ہم کو کچھ سروکار نہیں ۱۲ [2] جو شخص کہ خوشی میں خوش نہیں اور غم سے غمگین نہیں۔ وہ ہی میرے سامنے آدمی ہے یعنی اسی کو آدمی جانتا ہوں ۱۲

سمر کے باقی ہستی مُطلق کو اپنی ہستی یقین کرتے ہیں۔ گذشتہ کو یاد نہیں کرتے آئندہ کا فکر نہیں کرتے۔ حال میں شادی و غم سے فارغ مثل دریائے سنجیدہ عُمر کو گذارتے ہیں۔ سرپا اور سر پر کے اعمال کو معہ اُن کے نتائج کو نابود جان کر نام و ذات وورن وآشرم و عہدہ وحسب ونسب کے فخر سے بری رہتے ہیں سب کو ذات حق دیکھتے ہیں۔ نہ کوئی اپنا دیکھتے ہیں نہ بیگانہ۔ نہ دشمن دیکھتے ہیں نہ دوست۔ صرف آپ کو آپ دیکھ کر مگن رہتے ہیں۔ جسم کی گذران پراربدھ پر چھوڑ کر وچار کو مونس وصلاح کار رکھتے ہیں۔ ویراگ کو اپنا خدمتگار سنتوکھ کو اپنا خزانچی رکھتے ہیں۔ رُشد ھ من کو چیلا قائم کرکے آتم گیان کا اُپدیش کرتے ہیں۔ دھیرج اور جنت کو دربان مقرر کرتے ہیں۔ کہ بلا اجازت کام وکرودھ کو اندرونِ محل نہ آنے دیں۔ سمتا (یکسانی) پرسنتا (خوشی) و دیا (علم) و سومتا (شہوت، غصہ، تواضع) کو اپنی باندھی قائم کرکے سدا اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں۔ یہی اپنا شغل رکھتے ہیں۔ اس صورت پر تمام عملہ کام پر لگا ملک جسم میں بادشاہی بسلامت وصُلح وو دشمنوں سے مامون ہو کر کرتے ہیں +

گل چہارم

سوال۔ جو جیون مُکت ہیں یعنے بحین حیات عارف کامل ہیں اُن کے امورات دنیاوی کس طرح ہوتے ہیں۔

جواب۔ دوہرا۔ جاگرت میں سُکھپت بھیو متوار سے کے کھیل۔
کرے چیشٹا بال جیون آتم سُکھ رہیو جھیل۔

دیگر جاگرت میں سُکھپت بھیو سُکھپت جاگرت ہوئے۔
نیترن اوستھا سم بھئیں جیون مُکت ہے سوئے۔

دیگر باہر کرتا بھوگتا۔ انتر ایک نہ دوئے۔

ترپٹی میں ترپٹی رہت جیون مُکت ہے سوئے +

دیگر۔ انتر باہر آتمان بھید بہاؤ نہیں کوئے +

پُورن آتم دیکھیا سنسے گئے بلوئے +

کبت۔ اودی بھیو گیان سور۔ تین تاپ بھئے دور۔ نشچی سرو آتم پور۔ بھید ہے نہ بہار ہے

تین تے وتریک۔ سدا برہم برت ایک۔ رہی آن کی نہ ٹیک۔ بھیو سہج ہی سبھاؤ ہے

کلنا رنگ نتھ چھوٹ پڑی۔ بھرم بھیت ٹوٹ پڑی۔ اہنگ پوٹ پھوٹ پڑی بہاؤ نہ ابہاؤ ہے

است بھانت پریا ہیم اج بچ بھیا گرہن تیاگ نار ہیا کوئی رنگ ہے نہ راؤ ہے

جیون مُکت اُس حالت کا نام ہے۔ جب جیو بھاؤ معدوم ہو جاوی اور برہم

نشچے ہو۔ آپ کو اور سرب کو کیول سُدھ چیتن برہم جانے دیکھے اور سمجھے۔ بھید اور

بہاؤ۔ یعنی اختلاف اُس کی نظر میں نہیں ہوتا وہ اپنے سروپ کو ویاپک یعنی محیط

کل دیکھتا ہے۔ کیا دیکھتا ہے۔ بے مخالفت محیط دیکھتا ہے جسطرح آکاس بغیر کسی

قید کے ہر جگہ پُر و سالم ہے۔ اُسی طرح سدھ چیتن برہم بغیر قید اندر و باہر و نزدیک و

دُور کے پُر و قائم ہے۔ سو اسی ذات کو جیون مُکت اپنا آتما یعنی اپنا آپ دیکھتا ہے

جسطرح کہ سمندر امواج و حُباب و غیرہ کو اپنا جل سروپ دیکھتا ہے اُسی طرح گیانوان

تمام جگت اور جگت کے ارتھ یعنی امور دُنیاوی کو اپنا آپ چیتن سروپ دیکھتا ہے

بلکہ اس سے برتر آپ کو کیول۔ نرمل۔ سروپ۔ نروکار۔ نرادپادھ دیکھتا ہے کسی

کام اور کسی وقت اور کسی حالت میں خوشی یا غمی نفع اور نقصان نہیں مانتا۔ تمام

اوقات اور سب حالات میں آپکو یکساں دیکھتا ہے جسطرح بالک یعنی طفل بغیر

کسی آلائش گناہ و ثواب و نیک و بد کی جو کچھ اُس کے سامنے آوے اُسکو اختیار کرنے

میں یا ترک کرنے میں کچھ عار نہیں کرتا یا جسطرح انسان کی حالت مخموری کی ہوتی

ہے اُسی طرح گیانوان جو کچھ اُس کے سامنے آوے اُس میں اُپادھ یعنی تکلیف
سے فارغ ہو کر بغیر فخر فاعلیت یا خیال نیک و بد اُس کو کرتا ہے۔ کیونکہ غیریت کو
اُس میں جگہ نہیں غیریت کی کیا کہنی ہے وحدانیت کو بھی اُس میں سمائی نہیں
کیول اہنورو پ آپ میں آپ قائم ہے نہ کوئی جگت ہے نہ جگت کا پدارتھ ہے نہ دُنیا
ہے نہ دُنیا کا امور ہے نہ فاعل ہے نہ فعل ہے نہ مفعول ہے۔ میں تو یہ اور وہ اُنکے معنے کون
ڈھونڈے نہیں ملتے ایسے گھن سروپ میں امورات دنیا وی کہاں۔ برہم اور پرماتما
کے کلموں کی بھی سمائی نہیں۔ جیسے نمک کی پتلی برائے دریافت عمق دریا پانی میں اُتری
اور دریا کے تہ میں جاکر چاہا کہ دریافت کروں خود نہ رہی پانی میں پانی ہو گئی
زیر و بالا راست و چپ۔ تحت و فوق۔ دُوں و بیروں۔ ظاہر و باطن ہو گئے
پانی کے کچھ نہ پایا اور آپ کو بھی اُس میں سوا پانی کے کچھ نہ پایا نہ کوئی غیر پایا
نہ یار پایا۔ نہ اپنا پایا نہ بیگانہ پایا۔ صرف جل ہی جل پایا پھر جب بغور دیکھا تو جل یعنی
آب میں اول تھی اور اب بھی آب ہوں۔ درمیان میں بھی پانی تھی۔ صرف علم
میں فرق تھا تو میں نے کیا پایا اور کیا کھویا اور کس کو خبر دی یہ حالت اسطرح ہے
تو خود بخود ہو کر خود میں خود محو ہے۔ اُس میں خود بخود کہنا نہیں بنتا خدا ہے
نہ خود۔ صرف خود بخود قایم بھی تب کہا جاوے اگر لغزش کا خوف ہو۔ جہاں لغزش
ہی ہرگز نہیں تو اُس میں قیام کیا لغزش قرار دیا جاوے۔ پھر دیکھتی ہے کہ میں جل
سمندر دریا نہر جوئے اور قطرہ ہوں اور میں ہی موج و حباب و گرداب و حرکت ہوں
میں آپ میں آپ قایم ہوں۔ نہ مجھ میں سمندر ہے نہ دریا نہ نہر نہ جوئے نہ قطرہ
کا اختلاف ہے۔ صرف ذات جل ہے۔ نہ موج ہے نہ حباب ہے۔ نہ گرداب ہے نہ حرکت ہے
صرف پانی میں پانی ہے۔ پانی کا کہنا بھی نہیں کس کی ضد کر کے کہا جاوے کہ جل ہے جب سوائے

جس کے کوئی دوسری چیز موجود ہی نہیں اسی طرح گیانوان جب اپنے انبہوروپ دریا کے عمق کی دریافت واسطے نہیں غوطہ زن ہوتا ہے۔ تو غوطہ مارتے ہی اپنی کثافت اور علم کثافت سے برتر و معرا ہو کر خود ہی انبہوروپ ہو جاتا ہے۔ نہ زیر و بالا راست وچپ سرب انبہو دیکھتا ہے۔ نہ ساکن جڑ دیکھتا ہے۔ نہ چینن دیکھتا ہے نہ جاگرت دیکھتا ہے۔ نہ سپین نہ سکھپت نہ تریا نہ تریا تیت نہ مکت نہ بند نہ آتما نہ آناتما نہ ایک نہ دو نہ بھاؤ نہ ابھاؤ نہ ہونا اور نہ ہونا کچھ نہیں دیکھتا ہے کیول انبہوروپ دیکھتا ہے نہ دیکھنے والا نہ دیکھنے کے لئے کوئی غیر چیز ہے اور نہ دیکھنا ہے۔ اسم صفت ذگن و نرگن وشبد وارتھ سے فارغ اور سب نام اور تمام اوصاف یعنی سرب گن سرب شبد اور اُن کے ارتھ دیکھتا ہے۔ جب ایسے دیکھتا ہے تب ہی دیکھتا ہے کہ پھر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیا کہے اور کیا سُنے اور کس کو کہے اور کس کو سُنائے۔ نہ یہ ہے نہ وہ ہے نہ شُرو تا ہے اور نہ دکتا ہے کیول کیولی بھاؤ آپ میں استھت ہے ایسے سروپ کو پاکر بلکہ اپنا آپ جانکر گیانوان کو کیا نسبت دمی جاوے کہ اُس کے دُنیاوی امورات کیسے ہوتے ہیں دیکھو جس طرح کہ دریا کے کنارے سے باعث شدت بہاؤ کے درخت اپنی بیخوں سے اکھڑ کر پانی میں آپڑتا ہے اول تو اُس کی شاخیں اور برگ اور دیگر علامات پانی میں ظاہر ہوتی ہیں۔ مگر اُن سے کوئی کام سایہ دینے یا ثمر پیدا کرنے یا سبزی رونما کرنیکا نہیں نکلتا صرف دیدنی ہے تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بھی بالکل گم ہو جاتے ہیں اُسیطرح انبہوروپ دریا اور گیانوان کا سر برکنا سے کا درخت ہے روپ انبہو کے پرکاش سے سریرا پنی اہنکار روپی بیخ سے اُکھڑ کر انبہوروپ بہاؤ میں بہ چلا اُس میں بمنزلہ شاخ و برگ و پھول و پھل کے جاگنا سونا لینا دینا دیکھنا سونگھنا

(حواشی: کل ۱۲ — عین علم ۱۲ — منتخوۃ ۱۲ — بیداری ۱۲ — خواب — خواب گران — لاہوت ۱۲ — ہاہوت ۱۲ — گرفتاری — روح — جسم — ہستی — نیستی — ہا)

سُننا ور بولنا وچار کرنا نشچے کرنا۔ سنکلپ کرنا سب چیشٹا یعنی امور معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اُن سے سایہ کی مانند خوشی یا غمی۔ نفع یا نقصان۔ جنم و مرن یا کسی قسم کے تعلق کا نتیجہ نہیں حاصل ہوتا وہ صرف تھوڑا عرصہ معلوم ہو رہے ہیں۔ اُن سب سے معدوم ہو جاتا ہے۔ اب اُن کی موجودگی بطور ناموجودگی کے ہے کیونکہ اُن سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا سو گیانوان جیون مُکت کے امورات دنیاوی اگر قرار دیئے جاویں تو اسی طرح ہیں۔ فی الجملہ گیانوان کو بغیر چیشٹا اپنا آپ ہے۔ ساکھی سرب نام آپ درتار اسرب رُوپ آپ اکار ا۔ سرب سمگری جانکتا۔ آپن جس آپ ہی سُنتا ہاں تے نروگھن ہو کر اور سرب کلپنا کو تیاگ کر اپنے نروکلپ وسُدھ چیتن سروپ میں جیون کا ہیون ہوتا ہی ہے بلا تکلیف لہنا ادا ہو چھوڑ بے خیال سر نشٹ ہے جب اپنے پاک ہو تو سب کچھ ذات چیتن ہو جاویگا۔

گل پنجم

سوال ۔ عارف یعنی گیانی معرا از خواہشات و منزا از شہوات ہے وہ کس کی تحریک و تحریص سے فاعل افعال و اعمال ہوتا ہے۔

جواب ۔ اول جاننا چاہیئے کہ فعل و عمل کسکو کہتے ہیں فعل و عمل نام عادت یعنی سوبھاؤ کا ہے سو تمام حواس یعنی اندریاں جو عناصر خمسہ سے طاقتور ہوتی ہیں سا اپنی اپنی عادات میں مصروف ہیں جو جو فعل اُنکا ہے وہ حسب عادات شاغل ہیں۔ ایک کی حالت کو دوسری اختیار نہیں کرتی۔ ایک دوسری سے بے تعلق فارغ از شادی و غم ہیں۔ تمام حواس اپنے اپنے فعل کے فاعل ہیں اُن کے افعال و اعمال کے ساتھ عارف اپنا کچھ تعلق نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اُس

جنے اپنی ذات کو ان تمام سے فارغ و پاک سمجھا و دیکھا ہے۔ یہ تمام جو اس یعنی
اندریاں و خواطر یعنی انتہکرن اپنے اپنے گولان سے طاقت حاصل کرکے حسب
عادات فاعل مختلف افعال ہیں اور گیانی نے اپنا سروپ اُچھت اور اکرے
دیکھا ہے اس واسطے کسی فعل کے اختیار کرنے یا ترک کرنے میں اُس کو بتحریک
تدارک در پیش نہیں جس طرح ہوتا ہے اُس میں وہ بغیر الائش گناہ و ثواب و خوشی
و غمی و اختیار و ترک کے شاہد رہتا ہے۔ اگر اُس میں کسی فعل کا فخر ہو تو اس کو فاعل
قرار دیا جاوے۔ پھر باعث تحریص و ترغیب بھی سوچا جاوے۔ گر چونکہ وہ تمام حواس
خواطر کے افعال کے فخر سے منزّہ او رمعرّا ہے اس لئے اُس کو فاعل نہیں کہا جاتا جب
فاعل نہیں تو تحریک و تحریص کس کی کہی جاوے جیسے طفل شیر خود بخود تحریک
مہد میں پڑا ہوا اپنے اعضا کو ہلاتا اسیطرح گیانی کا فعل بھی بیتحریک ہے جیسے برگ
خشک درخت سے جدا ہو کر ہوا سے اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا ہے اور کسی فعل کا اس
میں فخر نہیں۔ اسی طرح گیانوان پرار بدھ کی ہوا سے فاعل معلوم ہوتا ہے۔ مگر
اُس میں الائش کسی امر کی نہیں ہے۔ جیسے بازیگر کی پتلی بذریعہ رشتہ کے
صد ہا طرح کے رقص کرتی ہے کسی کام کے کرنے میں اسکو تامل نہیں ہے
اسی طرح گیانی پرار بدھ کے رشتہ سے باندھا ہوا ہر قسم کے فعل کا فاعل
معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پرار بدھ کرم سوائے بھوگ کے دُور نہیں ہوتے
اور باقی دو قسم کے کرم یعنی سنچت و آگامی گیان کے ہوتے ہی معدوم ہو
جاتے ہیں اور پرار بدھ کہ جس سے ترکیب سریر کی ہوئی ہے سوائے بھوگنے
کے نہیں دُور ہوتا۔ اس لئے گیانی جس کی پرار بدھ باقی ہے انواع انواع
کے امورات میں شاغل اور انواع افعال کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور

اس کے یقین میں کیول چداکاس ہے نہ کوئی فاعل ہے نہ مفعول ہے۔ پراربدھ
نام سریر کا ہے سو جب تک ہے تب تک ضرور ہے کہ حواس اور خواطر اپنی
اپنی عادت میں شاغل رہیں گے۔ جیسے رام چندر جی نے وشسٹ جی پر اعتراض کیا
کہ آپ کس طرح کہتے ہو کہ ہمارے میں اہنکار اور خواہش نہیں۔ ظاہر اپدیش یعنی
ارشاد کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہو اور پھر یہ کہتے ہو۔ کہ یہ تمہارے لائق ہے
اور یہ نہیں ہے تو آپ میں انتہکرن چاروں ظاہر و ثابت ہیں۔ تو اس پر وشسٹ
جی چشم و زبان بند کر کے خاموش ہو گئے ہیں یعنی یہ جواب دیا کہ ہمارے میں کسی
قسم کا داغ یا فخر نہیں ہے ہمارا سروپ کیول اہنو گیان ہے۔ اور جیسے سری
کرشن جی نے ارجن کو فرمایا ہے۔ کہ ہے ارجن تمام اندریان اپنے دہرموں
میں برتتی ہیں تو اپنے دھرم کو تیاگ کر ان کے ساتھ کیوں شاغل ہوتا ہے تو اپنے
دھرم میں قائم رہو۔ تیرا اور سریر کا تعلق کبھی نہیں ہوا۔ اگیان کر کے تیرے ساتھ سریر
اور اندریان معلوم ہو رہی ہیں تو ثابت ہوا کہ گیانوان کسی فعل کا فاعل نہیں
ہے اور اس کی چیشٹا جو معلوم ہو رہی ہے۔ سو ایسی ہے جیسے کوئی شخص
حالت خواب میں کسی جگہ سے گر پڑے اور اسکے اعضاء و اجزا شکست
ہو جاویں جب جاگتا ہے تو زخم ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا علاج وغیرہ کرنا پڑتا ہے
اسی طرح اگیان کے زمانہ کا صحبتی جو سریر اور سریر کے کرم ہیں حالت بیداری گیان
میں ان کے ساتھ برتنا پڑتا ہے۔ مگر یہ باتیں صرف جگیاسی کے سمجھانے کے
لئے ہیں ورنہ گیانی برہم سروپ ہے اور برہم میں کسی قسم کی اوپادہ یا داغ
نہیں اسی طرح گیانوان میں نہ کوئی فعل ہے اور نہ کوئی فاعل ہے اور نہ مفعول
ہے۔ اور نہ سب آتما ہے۔ اس لئے تمام افعال فاعل بھی ہے۔ جیسے پوان یعنی

ہوا کی دو صورتیں ہیں ایک حرکت دوم بیحرکت۔ سو ان دونوں صورتوں میں ہوا یکساں ہے۔ ہوا میں کسی صورت کی آمد و رفت سے فرق نہیں ہے اسی طرح آتما کے دو سروپ ہیں ایک سپھرن یعنی متحرک اور دوسرا اپھرن یعنی قائم۔ مگر آتما یکساں ہے۔ اُس میں کسی صورت سے تغیر واقع نہیں ہوتی۔ دیکھو تمام اشیاء جو ساکن و متحرک ہیں آتما سے ہیں۔ لہذا سب آتما سروپ ہی ہیں۔ گیانی کیا اگیانی کیا۔ ہزارہا قسم کی مخلوق جو اپنے فعل میں شاغل ہے وہ تمام ہی بیحرکت و تحریک اپنا کام کر رہی ہیں۔ کیونکہ ایک ہی برہم پورن محیط کل ہے۔ اس میں کون تحریک دینے والا کہیں۔ اور کس کو تحریک دیا گیا کہیں۔ جیسے خواب یعنی سپن میں جو ہزارہا قسم کے افعال و اعمال ہوتے ہیں۔ اُس کو کس کی تحریک و ترغیب قرار دی جاوے اور کس چیز کو فاعل و فعل و مفعول سمجھا جاوے صرف ابنھو ہی تینوں سروپ ہے۔ ابنھو ادوئیت[۱۲ واحد] ہے سو تین کا سمجھنا و دیکھنا وہم ہیں۔ تعاجب وہم دور ہوا تو ایک ہی ادوئیت ابنھو ہے اُسی طرح بیداری میں بھی ایک ابنھو فاعل و فعل و مفعول ہو کر معلوم ہو رہا ہے۔ سوائے چیتن برہم کے نہ کچھ ہوا نہ ہے نہ ہوگا۔ گیان کا فعل اگیانی کے یقین میں ہے۔ گیانی کے نشچے میں کیول چداکاس رہا ہے۔ اس لئے اُسکو کسی قسم کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ دیکھو زمین و آب و ہوا اور آتش و آفتاب و ماہتاب جو گیانوان ہیں وہ کس کی تحریک و ترغیب سے فاعل افعال ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ گیانوان کیا چیز ہے اور فعل کس سے ہو رہا ہے۔ اگر کہو آتما فاعل ہے تو آتما ادوئیت نراکار۔ ستت چیت آنند سروپ ہے۔ اُس میں تین چیزیں یعنی فاعل فعل مفعول بے صورت نہیں ہو سکتے ادگر اگر کہو سر ہستی سرور ہے تو سر بر سوائے عناصر خمسہ کے اور

کچھ نہیں اور عناصر خمسہ خود گیان سروپ ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تعلق نہیں ہے
سو دونوں صورتوں میں فعل وفاعل کچھ چیز نہیں ہیں صرف وہم کے باعث یہ ظہور
ہے۔ گیانوان کا سروپ آتما اور اناتما دونوں سے برتر ہے۔ کیول کیولی بھاو ہے اس میں کیا
قائم کیا جاوے ہم تو کوئی فعل وعمل نہیں معلوم ہوتا جس کے لئے ہم باعث تحریک
و تحریص کہیں۔ جواب طالب علم کے لئے کئے گئے ہیں ورنہ ایک شدہ چیتن ہم
خود بخود قائم ہے شانت شانت ॥

گل ششم

سوال۔ عارف کے واسطے نشست بہتر ہے یا گشت

جواب۔ جمعیت خاطر کی ضروریات وصفائی دل گوشہ نشینی وحق الیقین پر
منحصر ہے جہاں کی گشت ویکجا نشست سے مراد تعلق وبے تعلقی کی نہیں بلکہ
یہ کام خیال کا ہے۔ اگر خیال کی پریشانی بذریعہ دانش حقیقی دور ہو جاوے تو ہر دو
صورتوں میں آرام ہے عارف کی گشت مثل ہوا کے ہے نہ کسی سے الفت
نہ کسی سے نفرت ہر جگہ سیر نہ کہیں شر اور نہ کہیں خیر۔ نہ کوئی یگانہ نہ کوئی بیگانہ چشم
حیرت کو کھول ہر جگہ یار کو دیکھتا ہوا آلودگی تعلق سے بے آلودہ بازار و اجاڑ اور
گلزار و خارزار میں مثل طاؤس خراماں ہوتا ہے۔ ظاہر و باطن کی تمیز کو دور کرکے
صورت کو معنی اور معنی کو صورت دیکھتا ہے خود بینی و غیر بینی جاتی رہتی ہے
ہر مکان لامکان و لامکان کو ہر مکان بچشم یکیں نہ مکان نہ ایں نہ آں نہ عیاں۔
نہ نہاں نہ خارج نہ میاں نہ خاموشی نہ بیان نہ دانا نہ نادان نہ جسم نہ جان نہ
جہان نہ امد ان صرف یکذات فارغ از اسماء و صفات محض عین ہست

خود در خود دیکھتا ہے کیا دیکھتا ہے نہ آپ کو دیکھتا ہے نہ غیر کو دیکھتا ہے بینید
و بینائی و بینش سے معرا ہو کر دیکھتا ہے۔ ایسے عارف کو ہر جگہ ادا ہے نشست
میں مثل کوہ گراں ہے ہوائے حوادث اسکو سر مو نہیں چلا سکتی۔ بلکہ خود
اُس سے مقابل ہو کر رُک جاتی ہے۔ بارش مصائب روزگار اُس پر قیام
نہیں کر سکتی ادھر اُدھر بہہ کر دریاؤں کی صورت میں کثرت کی کھیتی کو سیراب
کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی استقامت میں مستقیم معدن حوصلہ و طمانیت
و صورت پر بادی جمعیت ہر جا سب کی آرام گاہ نہ بیگانہ نہ آشنا نہ میں خود
شناسی پر خود در خود قائم تھا ہی۔ ہزارہا مخلوق جو مثل چرند و پرند و درندہ اُس
پر آتی جاتی ہے۔ جب مثل حباب جامۂ ہستی کو چاک کر کے عریانی نیستی کو اختیار
کرتی ہے۔ یا مثل اخگر شعلۂ حیات کو خاموش کر کے خاکستر ممات میں پوشیدہ
ہوتی ہے۔ وہ بے تبدیل قائم بجود سب کا تماشا بین ہو کر مقیم ہے گو یا وہ بحر ہے
ہے اور انواع انواع مخلوق موسومہ و موصوفہ مثل امواج و حباب کے اُس
میں نمایاں ہے نہ اُن کی ہستی سے بیشی اور نہ اُن کی نیستی سے کمی کو اُس کی ذات
میں دخل ہے۔ زمین ذات پر مصلاء فنا بچھا اور تکیۂ توکل لگا استقامت ہستی
حقیقی میں نشست قیام ثبات خود اختیار کر کے مقیم ہے۔ حیرت سے آنکھ
کو کھول اور لب کو بند کر غیریت سے فارغ ہو کر اپنے جلوہ کا بینا ہے۔ نہ
زمین نہ آسمان۔ نہ مکان نہ زمان۔ نہ کفر نہ ایمان۔ نہ مذہب۔ نہ ایقان
نہ نام نہ نشان۔ نہ ۔ نہ وہم نہ گمان۔ نہ تیر نہ کمان۔ نہ گوش نہ زبان۔ نہ دوزخ
نہ جنان۔ نہ قیامت نہ جہان۔ سب سے فارغ بجلسن خود بجود قائم
ہے اس نشست میں دائما خورسند ہے بس گشت و نشست دو

برابر ہیں۔ لذت حقیقی کا ذائقہ جن کی زبان جان کو ملا ہے وہ خواب میں بھی مجازی لذات کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ قوت باصرہ وسامعہ ومشامعہ ولامسہ وذائقہ اگرچہ اپنے اپنے محسوسات کی محسوسیت میں شاغل رہتے ہیں۔ مگر تو بھی اُن کا سربراہ نفس جب اُن کے ساتھ شامل نہ ہو۔ تو معمولی کارروائی سے زیادہ یہ حواس روح کو لذت عنصری میں گرفتار نہیں کر سکتے۔ نفس بجز دانش کے مغلوب نہیں ہوتا۔ اور دانش یہ ہے کہ راست و باطل کی تمیز حاصل کر کے راست میں آمیز و باطل سے گریز اختیار کرے۔ نہ کہ اُس کو جان کر پھر خیالات معاملات ہیں۔ اس خیال سے کہ میں اُن کو کرتا ہوا بھی فارغ ہوں شاغل ہو جاوے اگرچہ عارف کامل کو کوئی چیز قابل ترک واختیار نہیں ہے تاہم اس کو اپنی ذات کے سوا کسی اور شے کی ہستی نامعلوم ہوتی ہے۔ نہ نظر آتی ہے اور نہ دلپذیر ہوتی ہے۔ پیر مرد کو بازی اطفال کب اپنی طرف راغب کر سکتی ہے۔ بادشاہوں کو چمیاروں کے کام کرنے کی رشک کیوں پیدا ہوگی۔ ویشنو برہمن کو چنڈال کے ساتھ مل کر کھانے کی خواہش نہیں پیدا ہوتی۔ جس چیز کو علم وعمل وتجربہ سے ناقص وہیچ ونابود دریافت کر لیویں۔ پھر اُس میں رغبت پیدا کرنی بیدانشی کی ہے۔ دائماً اس باغ جہان میں مثل سرو آزاد رہنا چاہئے باتعلق وثمردار کو سنگ بھی سر پر لگتے ہیں۔ بے ثمر آزاد کو کوئی پوچھتا بھی نہیں جس قدر ہو سکے۔ سادگی اختیار کرنی واجب ہے ٭

گل ہفتم

بیت

خوش است[1] عالم آزادگی وعریانی | اسیر بندگراں قبا نباید شد
رسید[2] دانہ زخرمن بہ آسیا افتاد | زہمرہاں موافق جدا نباید شد
وفا[3] طلب زجہان فنا نباید شد | امید وار باین بے وفا نباید شد

اس طلسمات کثرت میں عالم آزادگی کے برابر کوئی عالم نہیں۔ اس کی زمین ہموار وسرسبز گرد تعلق سے پاک ہوا خوشگوار۔ گرمی خواہش وہوس سے خالی۔ آب لطیف اختلاط تلخی وشیرینی سے صاف۔ فضا کشادہ ووسیع اس کے باشندہ کو ہمیشہ آرام و یکساں حالی ہے۔ موسم کی تبدیلی سے اس میں تبدیلی نہیں۔

بیت

دریں[4] چمن سرسبزاں برہنہ پا دارد | کہ چار موسم چو سرو یک قبا دارد

اہل معنے دائماً خود درخود محو۔ خیال زمانہ سے فارغ۔ مجسم وحدت اس ملک آزادگی میں رہتے ہیں۔ آپ سے بازی اور آپ ہی میں تماشا بینی آپ ہی سخنگو اور

---

[1] آزادگی اور عریانی کی حالت اچھی ہے۔ قبا کے بندگراں کا قیدی نہ ہونا چاہئے۔ [2] دانے نے جب خرمن سے تعلق قطع کیا یعنی جدا ہوا تو چکی میں پڑا۔ اسلئے مناسب ہے کہ یاران موافق سے جدا نہ ہونا چاہئے [3] جہان فانی سے وفا کا طالب نہ ہونا چاہئے۔ اس بے وفا پر امید نہ رکھنی چاہئے۔ کیونکہ فانی سے امید وفا رکھنی بے فایدہ ہے [4] اس سرسبز یعنی دنیا والے باغ میں وہ ننگا پا مدار رہتا ہے۔ جو چاروں موسموں میں مانند سرو کے ایک جیسا رہتا ہے ٭

آپ ہی سامع۔ نہ کسی سے رغبت اور نہ کسی سے نفرت۔ آپ ہیں آپ اپنے عیب جو
اور اپنے ہنر بیں صدرِ معنی پر جانشیں۔ مثنوی

اہلِ معنی بسخن بلبلِ بستانِ خود اند[1]　　بنظر آئینہ دارِ دلِ حیرانِ خود اند
پائے رغبت نگذارند بدامانِ بہشت[2]　　ہمہ در سیرِ گلستانِ گریبانِ خود اند
فرصتِ دیدنِ عیب و ہنرِ خلق کجاست[3]　　کہ بصد چشم شب و روز نگہبانِ خود اند

سادگی نام فہر جسمانی سے بریت کا ہے۔ یعنے جو شخص جسم کثیف یعنے استھول سریر
وجسم لطیف یعنے سوکھم سریر و جسم بید النفی یعنے کارن سریر کے تعلق سے آپ کو فارغ
اور معرا جانتا ہے۔ وہ سادہ ہے۔ یا جو آدمی حواس عشرہ کی محسوسات کی حصولی اور غیر حصولی میں
شاداں و غمگیں نہیں ہوتا۔ وہ سادہ ہے۔ سریر کے دکھ سے آپکو دکھی نہیں مانتا اور سریر
کے سکھ سے سکھی نہیں ہوتا۔ کسی کی تلخ گوئی یا دشنام دہی سے خشمگیں نہیں ہوتا۔ ان تمام
الفاظ و صورت کو بے معنی تصور کر کے ان سے بے خبر رہتا ہے۔ وہ سادہ ہے۔ دشمن اور
دوست و کردنی نہ کردنی و نیک و بد زر اور سنگ کی تمیز جس میں نہیں رہی۔ جو حالت آوے
یا جسطرح کوئی پیش آوے۔ یا جو کچھ سر پر آبنے سب میں یکساں و خوش رہنا اوضاع زمانہ
سے چشم پوش۔ ملت اہل دنیا سے فارغ۔ رسوماتِ جہاں سے بیخبر۔ الفت رشتہ داران سے
بے تعلق۔ مدح و ذم سے بے زبان ہونا۔ سادگی ہے ایسی سادگی عین آراستگی ہے۔ جو
لوگ سریر کے دکھ اور سکھ اور مال کی قلت اور فرط کو پرار بدھ سے جان کر اپنا تعلق
میں نہیں مانتے۔ اور دوامًا یکساں حال۔ راضی برضا رہتے ہیں۔ کبھی زبان پر شکایت کا
یا افسوس نہیں لاتے۔ وے لوگ پرار بدھ پرشاکر ہیں۔ جس کو یہ یقین ہے۔ کہ سریر

[1] صاحب معنی لوگ کہتے ہیں۔ تو اپنے ہی باغ کی بلبل ہیں۔ دیکھنے میں آپنے حیران دل کو شیشہ دکھلانیوالے ہیں۔
[2] بہشت کے دامن میں رغبت کے پاؤں نہیں رکھتے۔ بلکہ اپنے گریبان والی گلستاں کی سیر میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ [3] خلقت کے عیب و ہنر دیکھنے کی ان کو فرصت کہاں ہے۔ جو رات دن سو آنکھوں سے اپنے ہی نگہبان و نگراں ہیں۔

کی ترکیب کرموں سے ہوئی ہے۔ انہیں کرموں سے دکھ سکھ وجاہ وحشم و نیک نامی ملتی ہے۔ اس سے کم و بیش اس کو حاصل نہیں ہو سکتا پس ہمارا تدارک اور انتظار زیادتی دولت و آرام جسمانی کے لئے بیفائدہ ہے۔ اس لئے اس سے دست بردار ہو کر اور اس کو اپنے کرموں پر چھوڑ کر خود حصول معرفت و استقامت حقیقت میں متساعی و مشاغل رہتے ہیں۔ وے پرار بدھ پرشاکر کہے گئے ہیں جو صادق لوگ یہ جانتے ہیں۔ کہ جب تک سریر کی پرار بدھ ہے۔ تب تک سریر کا پرانوں کے ساتھ اطتیاط ہے جس لمحہ میں پرار بدھ ختم ہوئی اُسیوقت سریر مثل خشک لکڑی کے بیجان ہو جائیگا۔ پس جب چال ہے۔ کر اپنا حصہ اس خمن عظیم سے لے رہا ہے۔ جب حصہ ختم ہو چکا۔ اُس وقت کام بھی تمام ہو جائیگا۔ تو ہماری انتظار اور تسبیح و ورد کا ہونا محض بے سود ہے۔ اس یقین سے دل کو الفت جسمانی اور خیال پرورش تن و جمع مال سے صرد کرکے سدا مگن رہتے ہیں۔ اور زمانہ کی تغیر و تبدل سے لغزش اختیار نہیں کرتے اور ایسے لوگ پرار بدھ پرشاکر ہیں۔ ایسا شخص آزاد اور مستغنی و کنارہ پسند بے تعلق ہوتا ہے۔ اور یہی قاعدہ کا نہیں کہ مفلس ہو یا دولتمند۔ جیسا اتفاق ہوگیا۔ ویسا ہوگیا۔ لیکن وہ دونوں سے فارغ ہے۔ اور ایسے اشخاص ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ آگے بھی ہوتے ہیں۔ اب بھی ہیں۔ اور آئیندہ بھی ہونگے پس پرار بدھ پرشاکر رہنے سے انسان آتش خواہش و ہوس سے بچا رہتا ہے۔ فرد

گر ہمے خواہی کہ یابی راہ بکوئے وحدتش
بگزر از خود بیخ از جان و دل و عقل و حواس

اگر تجھکو یہ خواہش ہے کہ کوچہ وحدت اس کے میں تجھے راستہ ملے تو اپنے آپ سے جان اور عقل اور حواس سے گزر گیا مثنے گمان سے دور ہو جا۔

گل ہشتم

عارف ہمیشہ اپنے آپ میں محو۔ بلکہ محویت سے سہو ہے۔ نہ ہستی سے ہستی اور نہ نیستی سے کمی نہ کسی سے آشنائی اور نہ کسی سے جدائی۔ حق بیں حق۔ پردہ ہستی شق۔ عین بر حق نہ دن سے خبر نہ شب سے اثر۔ نہ زبان سے کلام۔ نہ گوش سے کام رہا وجود بے وجود۔ باخبر بے خبر۔ باہوش بے ہوش۔ بانشان بے نشان۔ زمان و مکاں سے برتر۔ آزادگی کی سمائی نہیں۔ قناعت کی آشنائی نہیں۔ نہ صبر کا مکان اور نہ شکر کا نشان۔ جہاں یکتائی مثل دوتائی ہے۔ تو دوتائی کی کہاں سمائی ہے۔ خودی و بیخودی سے دور۔ پاکی و ناپاکی سے عور۔ وصل و ہجر سے خالی۔ عین لاوبالی۔ نہ مدح نہ ذم۔ نہ بیش نہ کم نہ راست نہ چپ نہ زیر نہ بالا نہ ظاہر نہ باطن نہ پس نہ پیش عین عین خود در خود ہے۔ ذات بحت میں مسرور ہے۔ نہ عبادت سے مدعا اور نہ معرفت سے آشنا آپ ہی آپ ہے۔ وہم کو راہ نہیں۔ جو کسی حالت میں دخل پاکر کچھ اور کا اور دکھادے عین حق ہے۔ بلکہ کسی کلمہ کی سمائی نہیں۔ راست و چپ زیر و بالا نہیں و پیش ظاہر و باطن ایک ذات ہمہ صفات دیکھتا ہے۔ کیسے دیکھتا ہے۔ نہ آپ سے عین اور نہ غین نہ دیکھنے والا اور نہ دیکھنا اور نہ دیکھا گیا۔

ابیات

بودیم بظاہر چہ نمودیم بہ بیں چیزے نشدیم تا بگوئیم بہ تو	داریم وجود و بے وجودیم بہ بیں القصہ ہمانیم کہ بودیم بہ بیں

اے دوست ہیں ہم ظاہر میں مثل نمود کے ہیں ہم دیکھ وجود رکھتے ہیں اور بے وجود ہیں ہم دیکھ۔
ہم کچھ چیز نہیں ہوسکے ہم تاکہ تجھکو کہیں۔ قصہ کوتاہ ہم وہی ہیں جو کہ تھے دیکھ۔

از بیم و امید وارہیدیم خوشیم [1]
از بے سری و سری بریدیم خوشیم

جز وحدتِ حق یار ندارد عارف [2]
با ہستیٔ خود کار ندارد عارف

از گلخنِ اقبال و خبر وارستہ [3]
جز گلشنِ دیدار ندارد عارف

بشناس کہ غیر حق وجودت نبود [4]
بے ذاتِ خدا بود نمودت نبود

عالم خود ہیچ ندارد چیزے [5]
اے موج سوائے بحر بودت نبود

یکدلی کے برابر عبادت نہیں۔ اور دودلی کے برابر کفر نہیں۔ پس واجب ہے کہ ہمیشہ یک دل یک نظر و یک سخن رہے۔ اس کو توحید کہتے ہیں۔ بیت

یکتا شدن از نشانِ یاریست [6]
دو رنگ بودن نہ دوستداریست

توحید نہ گفتگوئے باشد [7]
عاشق نہ دودل دو روئے باشد

اُلفتِ جسمانی نے انسان کو ایسا رذیل اور ذلیل کیا ہے۔ کہ دربدر خوار دام ہو اور حرص میں گرفتار۔ کبھی شاہ اور کبھی گدا کہیں زیر کہیں بالا ہے۔ اس کے قطع تعلق میں آرام و آسایش ہے۔

گل نہم

سوال۔ آزاد پُرش کے کیا نشان ہیں؟

---

[1] خوف اور امید سے آزاد ہیں۔ ہم اور خوش ہیں۔ بے سری و سری سے قطع تعلق ہیں اور خوش ہیں ہم
[2] سوائے وحدت حق کے عارف کا کوئی یار نہیں۔ ہستی اپنی سے عارف کچھ سروکار نہیں رکھتا [3] بھی اقبا[ل] اور خبر سے چھوٹا ہوا ہے۔ سوائے گلشن دیدار کے عارف کے پاس کچھ نہیں ہے [4] پہچان کہ سوائے حق کے تیرا وجود نہیں ہے بے ذات خدا تیری نمود نہیں ہے [5] اپنے آپ کا جاننے والا کچھ چیز نہیں رکھتا ہے۔ اے موج سوا[ئے] سمندر کے تیری ہستی نہیں ہے۔ یعنی تیری ہستی بحر ہے [6] یکتا ہونا ہی یاری کا نشان ہے۔ دو رنگ ہونا دوستی نہیں ہے۔
[7] توحید میں کچھ گفتگو نہیں ہو سکتی۔ عاشق دو دل اور دو رُوئے نہیں ہوتا۔

جواب - آزاد پرُشش کی بیرونی علامات تو احاطۂ قیاس و تحریر میں آسکتی ہیں۔ لیکن اُس کے ذاتی نشان وہ خود ہی جانتا ہے۔ سو بیرونی علامات یہ ہیں۔ اوضاع زمانہ سے چشم پوش۔ دشمن و دوست۔ نیک و بد۔ خاک و زر۔ آبحیات و زہر ہلاہل۔ یکساں نظری۔ راحت و رنج جسمانی سے پاک۔ ہمیشہ خود در خود۔ محو مدح و ذم سے خاموش ہوش زمانہ سے بیہوش بے زباں ہمہ گوش۔ نہ عابد نہ عبادت۔ نہ معبود۔ دین و دنیا سے بیزار۔ با ہمہ بے ہمہ۔ تمام تعینات و رسومات و اضافات سے مُعرّا۔ نہ معرفت کا فخر۔ نہ جہالت سے حذر نہ عبادت میں شاغل۔ نہ لذت نفسانی میں مائل۔ قال سے گریز حال میں آمیز۔ بلکہ حال و قال سے پرہیز۔ نہ خدا نہ بندہ۔ نہ عین نہ غین۔ صرف مفہوم ہے۔ ایسا آزاد عین ذات بحت ہے۔ اس کی حصولی خود بخود ہے۔ صرف درمیانی فہمید درکار ہے۔ **بیت**

گر بجوئی[1] ورنہ جوئی خود خودی چند دالبستہ بہر نیک و بدی

لذت ایزدی جن کے کام و جان کو ذائقہ بخش ہو رہی ہے۔ اُن کو سوائے حق بینی حق شناسی اور حق دانی کے اور کچھ عزیز نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ثابت قدمی اور ایزادی شوق صادق چاہیئے۔ **بیت**

طریق[2] فقر و فنا پیش گیر و خوش میرو ز پس نظر مکن و خیز و پیش گاہ مپرس

صحبت پر اس کا بڑا حصر ہے۔ دُنیاداروں کی صحبت سے اس کا اثر کم ہوتا ہے۔ اور ہمنشینی فقراء و عارفان سے روز افزونی ہوتی ہے۔ پس واجب ہے۔ کہ صرف بقدر لاچاری و ضرورت اہالیان دنیا و اقبال سے قیل و قال یا موافقت رکھے۔ اور پھر الگ ہو کر گوشۂ تنہائی یا مجلس فقراء میں وقت عزیز کو بسر کرے۔ **فرد**

[1] اگر کوئی جستجو کرے یا جستجو نہ کرے۔ تو آپ ہی آپ ہے۔ ہر ایک نیکی و بدی سے کیوں بندھا ہوا ہے۔

[2] فقر اور فنا کا راستہ پکڑ اور خوش خوش چل پچھلی طرف نظر مت کر اور سامنے کی جانب کی بابت مت پوچھ

زاہلِ فقر و فنا پُرس ذوقِ فقر و فنا | ازاں کہ ہست گرفتارِ مال و جاہ مپرس

اور اپنے دل سے اس قدر بے تعلقی رکھے۔ کہ بدن تک اپنا نہ سمجھے ہمیشہ تک لطیف و بے صورت و بے نشان رہے۔ فرد

چو پا بصدق نہادی و ترکِ سر کردی | اگر کلاہ ربایندت از کلاہ مپرس

گُل دہم

سوال۔ فقیر کس کو کہتے ہیں۔

جواب۔ فقیر چار حروف۔ ف۔ ق۔ ی۔ ر سے مرکب ہے۔ جنکے معنی یہ ہیں:-

ف	فاقہ کش	جس میں یہ عادات ہوں وہ فقیر ہے۔ (۱)	ف	فعل	[illegible] وہ فقیر ہے۔ (۲)
ق	قانع		ق	قول	
ی	یارِ خدا		ی	یقین	
ر	رحیم		ر	رفتار	
ف	فراغت	جس کی کل عادات اخلاق عالی ہوں [illegible] (۳)	ف	فنا	[illegible] (۴)
ق	قناعت		ق	قیام	
ی	یگانگت		ی	پاس	
ر	رحمت		ر	ریاضت	
ف	فساد	ان عادات [illegible] (۵)	ف	فضول	[illegible] (۶)
ق	قتار		ق	قلت	
ی	یاوہ گوئی		ی	یبوست	
ر	ریا		ر	رعونت	

حاشیہ صفحہ ہذا دیکھو صفحہ (۲۱۵)

(۷)

ف — فیض / قیاس — ی / ر — یاوری / رسوخ — دوسروں سے جو اسطرح برتے / اور اپنی عادات سے لوگوں کو فائدہ / پہنچائے تو اُس کو نیز جانو

گُل یازدہم

عارف جزو میں کُل۔ کُل میں جزو۔ نہ جزو نہ کُل۔ عین عین دیکھتا ہے۔ غیریت
سے دُور۔ وحدانیت سے معمور۔ رو رُوئی سے منور۔ یکتائی میں مشہور۔ پُراز سرور رہتا ہے
اُلفت سے پاک۔ کلفت سے بے باک۔ گریبان تعلق چاک۔ نہ شادماں نہ غمناک۔ میدان
خود شناسی پر خود در خود ابنی کرتا ہے۔ مثل اکاس کل میں محیط مثل باد انقلاب زا ہے
پہ آسمان مثل آتش خشک نے زمیں راضی مثل آب سب سے شامل مثل زمین تنزل باد
میں بُرد رو جید کل ہے چشم بصیرت کو کھول بے بول ترا رد معنی میں آپ کو
نوا صدر حق الیقین پر مقیم بازار کثرت کی سیر کرتا ہے۔ عالم بے علم بے عمل حلیم بے حلم صابر
بے صبر شاکر بے شکر بصیر بے بصر سمیع بے سمع۔ با وجود بے وجود۔ با ہمہ بے ہمہ۔ قایم بذات خود ہے
معرفت راں نہ جہالت سے گریزاں۔ نہ آزادی سے اُلفت نے گرفتاری ہے۔
[illegible]۔ ہر حال میں مسرور ہے۔ سر سے پا تک نور حق ہے۔ بدن کا ایک ایک مُو کوہ
طور ہے۔ نہ میں نہ تو نہ وہ نہ یہ نہ اندر نہ باہر۔ نہ راست نہ چپ۔ نہ زیر نہ بالا نہ بندہ نہ
خدا سب سے فارغ خود در خود قایم ہے۔ عقل کو اس میں سمائی نہیں۔ معرفت کو وہاں رسائی
نہیں۔ خاموشی مثل گفتار۔ اور گفتار مثل خاموشی ہے۔ نہ حال نہ قال عین عین ہے
مثل بحر عماں آپ ہی آپ موجزن ہو کر خود بخود ہے۔ اور پھر بحر سوج سے فارغ آب

(حاشیہ صفحہ ۲۱۴) فقر اور فنا کی لذت اہل فقر اور فنا سے پوچھ۔ اور جو مال و جاہ کی زنجیر میں گرفتار ہیں۔ اُن سے
کچھ نہ پوچھ کہ جب تو نے صداقت میں پاؤں رکھے اور سر کا خیال چھوڑ دیا۔ تو اگر تیرے سر سے ٹوپی اتار
لی جاوے تو ٹوپی کی بابت مت پوچھ۔

ہی آپ ہے۔ اور پھر تعین آپ سے معرّا گم در گم ہے۔ یعنی خود در خود ہی۔ **فرد**

تصور بندھ گیا تیرے قد و قامت کا دل میں جب ۔۔۔ تیری تصویر آنکھوں میں مردم بنکے پھرتی ہے
خدا جانے یہ کیا نشہ چڑھا آنکھوں میں میرے ہے ۔۔۔ جدھر دیکھوں ادھر پیارے تیری تصویر پھرتی ہے

غزل

میں ہوں تیرا تو ہی میرا تو ہی شمع میں ہوں پروانہ ۔۔۔ تو گل گلشن میں بلبل ہوں تو ہے پری زاد میں دیوانہ
میں ہوں مجنوں تو لیلیٰ ہے میں ہوں وامق تو ہی عذرا ۔۔۔ میں نل تو ہی دمن صنوبر میں خواہاں ہوں تو بیگانہ
میں سایہ ہوں تو قامت ہے تو دریا میں تیری مچھلی ۔۔۔ تو جاں میری میں تن تیرا تو مجھ میں میں تیرا ٹھانہ
میں آئینہ پری تو ہے میں قمری ہوں تو سرو آسا ۔۔۔ میں جیب ہر تو غرض اس میں تو مے گلگوں میں پیمانہ
میں دل تو دلربا میرا تو نور آنکھوں کا میں آنکھیں ۔۔۔ تو گوہر میں صدف تیرا تو گھر والا میں ہوں خانہ
میں غنچہ تو طراوت ہے میں گل تو رنگ و بو اس میں ۔۔۔ میں سارنگی تو نغمہ ہے میں ہوں الفاظ تو معنےٰ
تو میں ہوا میں تو ہوا نہ تو باقی نہ میں باقی ۔۔۔ نہ یکتائی نہ دوتائی یگانہ ہے نہ بیگانہ
وصال اور ہجر سے برتر اک حیرت چھائی ہے دلبر ۔۔۔ یہ مے توحید ہے جس میں نہ ساقی ہے نہ پیمانہ

خاتمہ بالخیر

شکریہ منجانب معرفت اتسام ملک چاندورام

غزل

کھلی گلزار معنی کی وہ آئے جسکا جی چاہے
نسیم بیخودی ہو حظ اُٹھائے جسکا جی چاہے

عجب نسخہ ہے عالم میں سرور سرمدی کا یہ
عملمیں لاکے کلفت کو مٹائے جسکا جی چاہے

قدر کیا باغ جنت کو مقابل باغ معنی کے
وہ زنگار رنگ یہ بیرنگ آئے جسکا جی چاہے

فقط جنت سے انساں کو ملے رتبہ فرشتوں کا
خدائی تک رسائی ہی چل آئے جسکا جی چاہے

خدادانی کی رنگت ہی خدابینی کی نگہت ہے
ہمہ تن چشم ہو کر حظ اُٹھائے جسکا جی چاہے

نسیم بیخودی ہر دم چلے ہو باغ معنے میں
سرور سرمدی کی نم کو پائے جسکا جی چاہے

سرور جاودانی ہے میسر رام سب ہیں
غم و رنج والم دُنیا مٹائے جسکا جی چاہے

یہ نسخہ موسوم بہ گلزار معانی مشتمل بر چمن ہائے بے نظیر وانثانی جن میں ہر ایک گُل راز معانی واسرار نہانی کی رنگ و بُو سے تر و تازہ و شگفتہ ہے زمین قلب میں جیو برہم کی ایکتا یعنے واحدانیت کا تخم پڑنے اور وچار یعنے دانش حقیقی کا پانی ملنے سے نمودار ہو۔ اس چادر کا فوجی پر نقل ہوا تاکہ شائقین معرفت اس گلشن حقیقت کو تختہ دل میں ... جس کی نگہت سے مغز معطر اور رنگت سے چشم تر ہو۔ لگا کر ہر آن اس گلشن معانی کی سیر میں مشغول و مصروف رہ کر حیات ابدی و سرور سرمدی کو حاصل کریں۔ ہزار ہا شکر اس ذات بالصفات کا ہے۔ کہ جس نے اپنی عنایات

سے اس وادیٔ پُرخار میں جو کہ سراسر باعث رنج و تکالیف ہے گلشن توحید
کو آراستہ و پیراستہ کر کے تمام سرور دہیائے زمانہ سے رہائی بخشی ہے
بجز نظر ترحم اُس ذات والا صفات کے اور کوئی باعث اس گلزار بیخار کی
تصنیف میں نظر نہیں آتا۔ جس سے کہ یہ کتاب ارادتاً تصنیف شدہ معلوم
ہو۔ گویا اس کا ظہورہ خود بخود ہے۔ کیونکہ بعض بلبلان باغ معنے کو مہاراج برہم
نیشٹ برہم سوتری یعنے یک بین و یک دان ہری ست گور ملک ہیمراج
جی کی کرپا سے بذریعہ خطوط اس شگفتہ گلزار حقیقی میں دخل ہوا جنہوں
نے اپنے حصہ کے گلہائے سے جو مجموعہ گلشن کی صفت رکھتے ہیں اور
راز معنوی کا اظہار کرتے ہیں سرور سرمدی حاصل کیا۔ بعدہٗ بلبلان
باغ معرفت میں سے ایک بلبل نیک نام بھائی گوبند رام خوش
کلام بری از اوہام نے یہ سوچ کر کہ کوئی عندلیب معنے اس گلشن یعنے
مجموعہ گلہائے کی سیر سے محروم نہ رہے کل گلہائے یعنی خطوط کو یکجا
جمع کیا۔ اور طریقت پیوند بھائی کرم چند نے اُن کو نقل کیا۔ اور پھر اس
خیال سے کہ اس گلشن کی آرائش باترتیب ہونی چاہیئے۔ جناب فیضمآب
مہاراج جیو سے اجازت لے کر چہار چمن میں بہ تفصیل ذیل منقسم کر کے
ہر ایک چمن میں موافق گُل آراستہ کیے۔ تاکہ سیر کنندگان گلستان معنی
جس کی نظیر میں فردوس مثل خارستان ہے۔ تدریجاً ہر ایک چمن کی سیر
کر کے اُن کی تر و تازگی و عُمدگی سے محفوظ ہوویں۔ چمن اول درباب
تہذیب اخلاق جس میں اکتالیس گل ہیں۔ چمن دوم درباب پیدائش
و فنائے جہاں جس میں چھ گُل ہیں۔ چمن سوم درباب خداشناسی و خودشناسی

اس میں چوالیس گُل ہیں - چمن چہارم در باب حالات عارف جس میں گیارہ گُل ہیں۔ بعدازاں اس خاکسار قدوم بہ قفت لزوم نے اس لحاظ سے کہ عوام اس گلشن معنے کی سیر سے بے بہرہ نہ رہ کر ویرانۂ چرخ خار سے رہائی پاویں حضور فیض گنجور سے معروض ہوکر اس باغ دروازہ کو عام پہ کھولنے کی اجازت لی۔ تاکہ جو صاحب چاہے اس میں جاکر سرور سرمدی حاصل کرے انشاءاللہ تعالےٰ امید قوی ہے کہ جو صاحب اس گلشن معنے کی سیر میں قدم رکھینگے ضرور اس کی تروتازگی سے مسرور ہوکر اپنے گلے کا ہار بنانا چاہینگے آمین آمین!!

تمام شد

عکسی تصویر

ست سری مہاراج سوامی ہیمراج جیو چدا کاسی۔ کینٹ سائز فی ۸/ دس تصاویر کے خریداران سے للعہ
کارڈ سائز فی ۴/ دس تصاویر کے ۲ /

درخواستیں بنام ملک فتح چند منیجر رسالہ صلح کل ہوں

مفصلہ ذیل کتب جن کا حق تالیف صرف میرے پاس ہے ہم سے مل سکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت مجلد	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
١	گلزار معانی مجلد معہ تصویر مصنف	عہ	١٥	کلید معرفت	٢/
٢	" بلا جلد و بلا تصویر	عہ/	١٦	چراغ حقیقت	٥/
٣	آئینہ ہند جلد اول ۔ دویم ۔ سویم	للعہ/	١٧	مکاشفہ فارسی	١٢/
٤	قانون حقیقت	٦/	١٨	علم الروح یعنی شنکر اچارج کا آتم بودھ کا اردو ترجمہ	٢/
٥	مناجات	٣/			
٦	شانت سرور اُردو	٨/	١٩	شریمت برم لابھ ارتھات سری رام پتیا ولی اردو (ماہ جون ١٩٠٦ء میں رجسٹری ہوئی)	١/عہ
٧	شانت سرور گورمکھی	٨/			
٨	" ناگری (ماہ فروری ١٩٠٦ء میں رجسٹری ہوئی)	١٢/			
٩	برہم درپن گورمکھی	٨/	٢٠	شریمت برہم لابھ ارتھات سری رام پتیاولی گورمکھی	عہ
١٠	بال رکھیا "	٢/	٢١	" ناگری (ماہ اپریل ١٩٠٦ء میں رجسٹری ہوئی)	٨/
١١	رام بلاس اردو	١٤/	٢٢	رسالہ صلح کل اردو سالانہ چندہ عوام سے	عہ
١٢	" گورمکھی	١٤/			
١٣	ست گیان کلپ ترو گورمکھی	١٢/	٢٣	نغمہ توحید یعنی مجموعہ غزلیات و اشعار مصنف سوامی ہیراج جی چڈاکاکی	٢/
١٤	" اردو	٦/			

راقم بہت دھرم سیوک ملک فتح چند ولد ست سری راج نہال ملک چاند ورام صاحب چڈاکاکی

(شہر منٹگمری)

نغمهٔ توحید

غزل

ز فکر و خیال و فریب و دغا
صفا شو صفا شو صفا شو صفا

ز جسم و ز اسم و ز رسم و رسوخ
جدا شو جدا شو جدا شو جدا

بصدق و ارادت به عارف خدا
فدا شو فدا شو فدا شو فدا

اگر بے تعلق پسندی ز کل
فضا شو فضا شو فضا شو فضا

ز چمنِ جهان گر پسندی گذر
صبا شو صبا شو صبا شو صبا

چو پروانه در شوق دیدار حق
فنا شو فنا شو فنا شو فنا

چو ساقی اگر وصل خواهی به او
حنا شو حنا شو حنا شو حنا

دیگر

هیچ کارے نیست ما را در جهان جز یاد یار
روز و شب دل را بسوئے یار بستن هست کار

آب و گل برهم زدن خود را بجو جستن مدام
قفس جز دیت شکستن دید بستن سوئے یار

هستیٔ موهوم را دادن طلاق آمد ضرور
زدبانِ بامِ معنے را بباید چوب دار

نیستی را هست دیدن نیست دیدن هست را
این دو را انکار داده باقی دیدن هست وار

هستیٔ کل بود بودن ترک کردن جز و کل
اصل خود دریافتن این است اینجا چیده کار

پردهٔ اسم و صفاتی را دریدن یک به یک
ظاهرا هر صوب دیدن یار در اغیار و یار

پاره کردن جامهٔ تن را بمقراضِ تمیز
جلوه کردن هست معنے را بدیده آشکار

پردهٔ تقلید را برداشتن از چشمِ دل
صورتِ اغیار را از سر بسر دیدن به یار

اول و آخر بدیدن یک که اصل عدد هست
گو بصورت مینماید یکصد و یا ده هزار

درمیان این و آن بودن بود کارِ خدا
دلبر بیعلاقه بین و آن دیدن بخود پروردگار

دوختن چشم از جهان باشد لباس عافیت
گم شدن در گم شدن این است دینِ پایدار

خاکساری شیوه کردن بےخودی آرام گاه
مایه کردن خاطرِ یکسو نه بودن زیر بار

دیده بستن گوش بستن لب بہ بستن شد پسند
ہر کرا دل محو شد در ذاتِ خود آئینہ وار

چیست ہمت ترک دادن آنچہ آید در خیال
بے خیالی بے خودی را ساختن دار القرار

جز بعشق توحید چوں نوشیده از ساقی کریم
کفر و ایماں دور مانده وا ربوده عقل و عار

دیگر

بیا در گوشہ بنشیں چشم را پوش
بہ ضبط آور زباں را بند کن گوش

مکن از بہر آئنده تشاویش
خیالاتِ گذشتہ کن فراموش

گریز از صحبتِ ایں نفس موذی
اگر مردی بزن اورا دو پاپوش

مناں از گردشِ گردونِ کجرو
مساوی داں در نجانیش و ہم نوش

عناں خود در امده از دست ہرگز
اگر خواہی کہ باشی صاحبِ ہوش

خودی را پرده داں در وصلِ مولیٰ
بدر ایں پرده ہیں مولیٰ ہم آغوش

ہمیشہ حلم مونس دار ساقی
مکن برباد دل را در پئے جوش

دیگر

اے دل بہ بندِ نفس مشو ہوشیار شو
ایں راہزن است و ظالم زیں برکنار شو

ایں کشتئ شکستہ کہ در بحر مانده است
بہر عبور کردن آں سبکبار شو

خواہی کہ در جہاں نرسد آفتے ترا
در خوب و زشتِ جہاں بردبار شو

حق را مجو بہ کعبہ و بتخانہ طالبا
آنرا بجو بخانۂ خود خبردار شو

از بہر استقامتِ عرفانِ ذاتِ حق
شب و روز بر حواس و نفس نظردار شو

خواہی کہ از قیودِ علائق شوی رہا
ساقی زفکرِ ما و منی برکنار شو

دیگر

جام وحدت پی کے ہو مدہوش اے مردِ خدا
ہوش سے کثرت کے ہو بیہوش اے مردِ خدا

گرد دوئی کو دل سے اپنے دور کر دیکھیگا تو
ذاتِ حق دیکھیگا ہم آغوش اے مردِ خدا

زشتئ خصلت سے دل ناپاک کو تو پاک کر
نفس کے سر مار تو پاپوش اے مردِ خدا

جو صدا مخلوق سے ہر آن میں ہوتی ہے یاں — نغمۂ توحید ہے کر گوش اے مردِ خدا
جنبشِ مژگاں نہیں ہے جنبشِ دوران ہے یہ — بے تامل وقت کو ہے جوش لے مردِ خدا
گر شفا چاہتا ہے تو کبر و منی کی مرض سے — دارو ئے لاشوق سے کر نوش اے مردِ خدا
ہے مسلسل دورِ ساقی کارواں بس دم ہیں — اپنی نوبت کو سنبھال اور نوش اے مردِ خدا

دیگر

دنیا مثلِ سراب ہے اسپر نہ بھولنا — ظاہر تماشا خواب ہے اسپر نہ بھولنا
دنیا کے جاہ و مال پہ کچھ بن کے بیٹھنا — شیطان کا خطاب ہے اسپر نہ بھولنا
تن کے فخر سے آپکو کچھ اور ماننا — سب سے بڑا حجاب ہے اسپر نہ بھولنا
چشمِ دوی سے اور کا کچھ اور دیکھنا — دیدار کا نقاب ہے اسپر نہ بھولنا
لذاتِ حظِ نفس سے دل باندھنا یہاں — اپنے لئے عذاب ہے اسپر نہ بھولنا
الفاظ کا تنازعہ ہی ہونا ہے جا بجا — یہ غوغا بے محاب ہے اسپر نہ بھولنا
دَورِ زماں ہمیشہ نہیں رہتا ایک — یہ سایہ آفتاب ہے اسپر نہ بھولنا
اعمال کر کے ہونا ثمر کا امیدوار — قیدِ گناہ ثواب ہے اسپر نہ بھولنا
زور و جوانی جسم پہ کیوں پھولتا ہی تو — دم بھر کا یہ حباب ہے اسپر نہ بھولنا
جاہ و حشم کے زعم سے غصہ کو برتنا — اپنے لئے عتاب ہے اسپر نہ بھولنا
فرزند کو سمجھتا ہے کیوں اس قدر عزیز — یہ قطرۂ پیشاب ہے اسپر نہ بھولنا
گنتا ہے عیب لوگوں کے دن رات بیٹھ تو — اولٹا تیر احساب ہے اسپر نہ بھولنا
کہتے ہیں تجھکو لوگ خوشامد سے ہر گھڑی — یہ خان ہے نواب ہے اسپر نہ بھولنا
شاہی و ملک گیری و اقبال و حشم و جاہ — دم بھر کا آب و تاب ہے اسپر نہ بھولنا
ساقی نہ دلکو دام میں اُلفت کے ڈالنا — بیہودہ پیچ و تاب ہے اسپر نہ بھولنا

دیگر

تواضع کو زمیں سے ہمنے پایا — حلم کا سبق مردہ نے پڑھایا
سخاوت کا سبق پایا ابر سے — چھپانا عیب کا شب نے سکھایا

صبر کا سبق آتش نے پڑھایا ہوا نے لفظ آزادی سُنایا
مروت کا سبق لیا شجر سے ترازو سے عدل کا ہنر پایا
کرو اخلاص سب سے ایک جیسا مہِ تاباں نے یہ نسخہ پڑھایا

دیگر

یار کو ہر طرف عیاں دیکھا حُسن و خوبی ہیں لا بیاں دیکھا
معرفت کی نظر سے جب جھانکا ہر بدن میں اُسی کو جاں دیکھا
جب اوٹھایا نقاب اسم و صفت رُخِ دلدار کو عیاں دیکھا
کُل کو امواج کی طرح سوچا ذات کو بحرِ بیکراں دیکھا
عرشِ اعلےٰ سے فرش پایئں تک ذات بیچونکا ہی نشاں دیکھا
بے عدد کسوتوں کے پردہ میں ذات واحد کو ہمچناں دیکھا
کہیں گلشن میں گُل شگفتہ ہوا کہیں بُلبُل میں نغمہ خواں دیکھا
کہیں اعلےٰ ہوا کہیں ادنےٰ کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا۔
کہیں انساں ہوا فرشتہ کہیں کہیں خالق کہیں جہاں دیکھا۔
کہیں خورشید ماہ تاباں کہیں۔ کہیں ساکن کہیں رواں دیکھا
کہیں ساقی ہوا کہیں ساغر کہیں وحدت کا مے کشاں دیکھا
ذرہ ذرہ میں قطرہ قطرہ میں جلوۂ ذات بیچناں دیکھا
جس طرف شوق سے نظر ڈالی اُس طرف یار کا نشاں دیکھا
زیر و بالا و ظاہر و باطن جلوۂ ذات لا مکاں دیکھا
کیا ہی ساقی نے جامِ ذوق دیا قطرہ قطرہ کو بے کراں دیکھا

رباعی

یہ نقشہ بہار اور اشجار کا نمونہ ہے قدرت کے اظہار کا
یہ بندہ نہیں نقشِ قدرت ہے یہ معما ہے قدرت کے اسرار کا

غزل

اے دل کہیں نہ جائیو زنہار دیکھنا — دُنیا ہے خار زار خبردار دیکھنا
لذّات حظِ نفس کے پھندے سے بچائیو — شیطان کی یہ جال ہے ہوشیار دیکھنا
پھرتا ہے رات دن تو ہوا پر سوار ہو — ایسا نہ ہو کہ ٹوٹ پڑے تار دیکھنا
دُنیا نہیں اکھاڑہ ہے غفلت کا سربسر — نازو ادا پہ اسکے نہ زنہار دیکھنا
پھیلا نہ پاؤں طول اَمل سے وجود میں — جامہ عمر دراز نہیں یار دیکھنا

دیگر

سراپا نور ہے عارف جہاں میں — تجلّیٔ طور ہے عارف جہاں میں
تماشا ذات کا کرتا ہے ہر سو — دُوئی سے دور ہے عارف جہاں میں
کدورت سے مبّرا کبر سے پاک — حسد سے دور ہے عارف جہاں میں
بصیرت کی نظر سے جب کہ دیکھا — فقط مبصور ہے عارف جہاں میں
فنا کی دار سے دار البقا پر — چڑھا منصور ہے عارف جہاں میں
تواضع میں مروت میں کرم میں — ہوا مشہور ہے عارف جہاں میں
تعصب سے خودی سے جہل و غم سے — ہوا مستور ہے عارف جہاں میں
اگرچہ خاک کا پتلا بنا ہے — ہمہ تن نور ہے عارف جہاں میں
ہمیشہ نشۂ توحید حق سے — ہوا مسرور ہے عارف جہاں میں
چلا کر دور وحدت کا بہی ساقی — ہوا منظور ہے عارف جہاں میں

دیگر

ٹک لگا آنکھ کو دلدار ہے دلمیں تیرے — یار ہرجائی کا دیدار ہے دل میں تیرے
ڈھونڈتے کیوں ہو اُسے دیر و حرم میں شب و روز — جلوۂ ذات نمودار ہے دل میں تیرے
موند کر آنکھ کو جھانکو تو سہی دل میں ذرا — چاردہ طبق کا اظہار ہے دل میں تیرے
وہم سے موڑ کے مونہہ ڈھونڈو خدا کو خود میں — ذات ربّانی کا اسرار ہے دل میں تیرے
کیوں وداں پھرتے ہو تقلید کے پیچھے پیچھے — اصل کی خوبی کا آثار ہے دل میں تیرے
کیوں سدا سہتے ہو فرقت کی مصیبت پیارے — وصل کا گرم ہی بازار ہے دل میں تیرے

کانٹا چبھ جائیگا کثرت سے کنارہ پکڑو
مت لگا آنکھ کبھی غیر کی جانب ساقی

گل توحید کا گلزار ہے دل میں تیرے
ہر زماں بار پڑ انوار ہے دل میں تیرے

دیگر

عجب دلربا کا اکھاڑہ لگا ہے
فروزاں ہیں خورشید و ماہتاب جسمیں
کشادہ فضا میں ہوا بادکش ہے
کبھی آسماں سے برستا ہے پانی
گرجتا ہے بادل کبھی شور و غل سے
کبھی باد چلکر اڑاتا ہے مٹی
پہاڑوں سے جھرنوں کے فوارے جاری
سمندر کا پانی اوچھلتا ہے ایسا
زمیں سبزہ اشجار و گل سے ہری ہے
ہر جن جانور [illegible] فیل سے مورچہ تک
ہر اک شے کی ہیئت کو رغبت سے پرکھا
ہر اک شے کی ہستی سے وحدت عیاں ہے
نظر معرفت حق سے جسنے ہے دیکھا
مئے معرفت ساقی نے جب پلایا

دل و جاں سے ہر اک یہاں مبتلا ہے
فلک نیلگوں مثل تنبو تنا ہے
زمیں کا عجب فرش خاکی بچھا ہے
کبھی ابر باراں کی کالی گھٹا ہے
کبھی برق کا ابر میں جھلملا ہے
کبھی راحت افزائے بادِ صبا ہے
زمیں پر طراوت کا دریا بہا ہے
کہ شام و سحر ولولہ مچ رہا ہے
فلک پر گلستانِ انجم سجا ہے
پرندوں [illegible] شام و سحر چہچہا ہے
خوشی سے رواں اور دواں جا بجا ہے
عجب حسن و خوبی کا نقشہ بنا ہے
سوا دلربا کے نہیں دوسرا ہے
اوسے ذوق ابدی کا تحفہ ملا ہے
جدھر دیکھتا ہوں اودھر دلربا ہے

دیگر

ہر سنگ طورِ ذات ہے عارف کے سامنے
ہر برگِ سبز دفتر معنے کا ورق ہے
خورشید جو فلک پہ چمکتا ہے روز روز
ذرات مثل چکر چکراتے ہیں مدام

ہر شعلہ نورِ ذات ہے عارف کے سامنے
ہر گل ظہورِ ذات ہے عارف کے سامنے
سوزاں تنورِ ذات ہے عارف کے سامنے
وجہ شعورِ ذات ہے عارف کے سامنے

پیوستہ باغ دُنیا کا رہتا ہے نو بنو
ہر تن میں مہر روح جو چمکتا ہے ساقیا

نقشہ سرور ذات ہے عارف کے سامنے
جلوہ حضور ذات ہے عارف کے سامنے

غزل

اُٹھا جو پردہ دوئی کا دل سے ہوئی سلامت مدام یارو
محیط دیکھا سبھوں میں خود کو مٹی حقارت سلام یارو

امن وہ پایا کہ جس کے آگے ہزار فردوس خاک چو میں
قیام اپنے میں ہو کے قایم مٹی خموشی کلام یارو

مدام راحت مدام عشرت مدام عظمت مدام حشمت
سرور دایم غرور دایم عروج دیکھو دوام یارو

یہ خود شناسی خدا شناسی خدا شناسی یہ خود شناسی
سمجھ سرمو نہ فرق اِس میں نہ چھیڑو دیگر کلام یارو

مثنوی

ہے وہی انساں جو دیکھے آپکو سب سے بُرا
دل نہیں دیتا کسیکو ہرگز آ دُنیا میں جو
خُلق سے دل ہاتھ میں لاتا ہی خاص وعام کا
جانتا ہے خلق کو خالق میں خالق خلق میں
دائرہ دُنیا کا پہئے کیطرح ہے گھومتا
دل لگانا کفر ہے عارف کے مذہب میں یہاں
موت کے آئے سوا چکر سے آزادی نہیں
جسقدر ہنگامہ دُنیا کا نظر آتا ہے یہ

ہُنر لیوے ہر کسی سے جانکر سب کو بھلا
طرب و راحت سے نبھاتا ہے وہ ساری عمر کو
ہرگز آ گرتا نہیں اندیشہ سحر و شام کا
یک نظر رہتا ہے دایم کیخواب و دلق میں
مستیٔ معنے سے عارف ہے ہمیشہ جھومتا
بادوش آزاد رہنا معرفت ہے لا بیاں
قطع اُلفت کے سوا دوران میں شادی نہیں
عارفوں کو یار کا دیدار ہو بہاتا ہے یہ

فرد

حریصوں کی طرح پھرتا ہے کیوں تو دربدر غافل
قناعت ہے وہ دولت جسسے مفلس بھی تونگر ہو

فرد

زندگی کا لُطف گر چاہو تو آزادی میں ہے
ہے تعلق جانِ شیریں کو پھنسانا دام میں

مسدس

اُٹھے تھے خالی ہاتھ چلے خالی ہاتھ پھر
جان بازی کرکے کرتا ہے کیوں اتنا مال جمع
دُنیا نہیں ہے جائے قیام اے مسافرو
آیا تھا جو یہاں پر سو آخر چلا گیا۔
جیسا اکیلا آیا ہے ویسا چلا ہے ایک
دنیا نہیں ہے جائے قیام اے مسافرو

تن پر نہ جامہ پاؤں نہ جوتی نہ پاگ سر
تن تک بھی تو نہ جاویگا یہ تیرے ساتھ پھر
باندہو کمر کو گٹھری سمیٹو کہ دن ہوا
دو چار روز رہ کے مسافر چلا گیا
فرزند و زن کے دیکھتے آخر چلا گیا
باندہو کمر کو گٹھری سمیٹو کہ دن ہوا

فرد

انسان کا وجود ہی مسجد خدا کی ہے
وحدت میں ہو کے محو گذارو نماز کو

دیگر

افسوس اُن پہ ہے کہ جو ایسے وجود میں
دلدار کا وصال نہ دل کھول کرسکیں

ابیات

توئی جانانِ ما اے جان جاناں
توئی منظورِ ما اے مہرِ تاباں
من آں سرّم کہ بے من محرمے نیست
من آں ذاتم کہ بے من عالمے نیست

فرد

رازِ دل گر بر زباں آید پریشاں میشود
زیں سبب کلک و زباں از رازِ دل بیگانہ اند

دیگر

جہاں دل ایک ہیں لکھنا دوئی ہے
شمع کے وصل کو پروانہ جانے

دیگر

خوشا دلے کہ در و حُسنِ یار جلوہ زند
خیالِ چون و چرا این و آں نے خیزد

دیگر

جہاں سراسر تعریفِ اسم و صفت بداں
بدوں اسم و صفت ہست ذات پاک عیاں